اِصلاحِ سخن

مشاہیر شعرائے عصر کی اصلاحوں کا آئینہ

جامع

محمد عبدالعلی شوق سندیلوی

سنہ ۱۹۲۶ء

قیمت علاوہ محصول ڈاک ۳ے/

Checked 1973

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریب

یہ رسالہ میرے عزیز دوست محمد عبد العلی صاحب شوق سندیلوی کے اس ذوق ادب کا نتیجہ ہے جس کے عطا کرنے میں فطرت نے اُن کے ساتھ غیر معمولی فیاضی سے کام لیا ہے۔

اس دَور میں جبکہ مادی فنون کی محیر العقول ترقیاں نظارہ کو کسی اور طرف متوجہ ہونے کی فرصت ہی نہیں دیتیں، کسی انسان کا ایسے مشغلہ میں مصروف رہنا جو کسی بعید تاویل کے بعد بھی روحانیت سے وابستہ ہوسکے اس میں شک نہیں کہ عجیب و غریب منظر معلوم ہوتا ہے اور ہم اس انسان کی "معصومیت خیال" کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ ہر چند مغرب کے اہل ہوش اس نوع کی بے گناہی "کو بدترین جرم قرار دیتے ہیں"، لیکن مشرق جہاں کے اصول زیست و مرگ بھی اسنے جدا ہیں، اپنی معاشرت اور اخلاق کی دنیا سے اس نظریہ کو کبھی محو نہیں کرسکتا جس کا تعلق محبت اور محبت کے ذریعہ سے تمام ابنائے جنس کے ساتھ ہے۔

یورپ میں جس طرح تمام فنون لطیفہ مشینری کی زد میں آکر اپنی حقیقی روح کو کھو چکے ہیں اسی طرح وہاں کے ادب لطیف نے بھی وہ رنگ اختیار کرلیا ہے کہ مشکل سے کوئی روحانی یا قلبی لذت اس سے حاصل کی جاتی ہے اور وہاں کی آبادی اس لطف سے اسقدر بیگانہ ہوچکی ہے کہ جب اسکے سامنے "گیت انجلی" پہونچتی ہے تو وہ مبہوت ہوکر دیکھتی ہے کہ یہ کیا چیز ہے، حالانکہ ایشیا کے لٹریچر میں "گیت انجلی" کوئی ایسی بلند مرتبہ چیز نہیں۔ لیکن ایشیا ہنوز اس خواب کو فراموش نہیں کرچکا ہے اور اس کے فرزند اس عالم بیچارگی میں بھی اس کی قدیم روایات کو قائم رکھنے میں پوری کوشش صرف کر رہے ہیں۔

شعر پر ہر اُستاد سخن نے کس پہلو سے نظر ڈالی ہے اور جس لفظ خیال یا محاورے اور بندش کو ایک نے پسند کیا ہے دوسرا اسکو ناقص و معیوب بتاتا ہے اور یہ ایسے شعرا کا اختلاف مذاق ہے جو ایک ہی طبقے کے اور ایک ہی اسکول کے تعلیم یافتہ ہیں۔

فی الحال ہماری شاعری کے دو اسکول ہیں، ایک مشرقی اور دوسرا مغربی، پہلا طبقہ اُن بزرگوں کا ہے جنکا مرکز کمال عربی و فارسی کی شاعری اور اُردو کے پُرانے اساتذہ سخن کا کلام ہے اور دوسرا طبقہ اُن حدیث العہد شعرا کا ہے جنکا مرکز سخن یورپ کا ذوق اور انگریزی اور فرانسیسی شاعری ہے۔ مولوی محمد حسین آزاد مرحوم نے آبحیات میں اُردو شاعری کے متعدد دور بتائے ہیں مگر میں اسکے صرف دو دَور بتاتا ہوں، پہلا وہ دور تھا جبکہ فارسی ادب اُردو شاعری کا ادب آموز تھا اور دوسرا جدید دور جبکہ نثر اُردو کیطرح نظم اُردو بھی یورپ کا مغربی لباس پہن کے بجائے نظامی و سعدی کے شیکسپیر اور ملٹن کی خیالات و استعارات سے کام لے رہی ہے اس ادبی انقلاب نے بندشیں تشبیہیں استعارات اور تخئیل سب کو بدل دیا ہے۔

لہذا میں کہتا ہوں کہ ہمارے دوست کے اُن اساتذہ میں دو چار جدید دَور اور نئے طبقے شعرائے اُردو کے صاحبان کمال بھی موجود ہوتے تو خدا جانے کیسی کیسی اصلاحیں ہوتیں، اور نظر آتا کہ فی الحال مختلف شعرائے اُردو کے ذوق سخن میں باہم کسقدر زمین و آسمان کا فرق ہے

قابل مصنف نے جناب صفدر مرزا پوری کی کتاب مشاطہ سخن سے اپنی اس کتاب کا موازنہ کیا ہے۔ حضرت صفدر نے بڑی جستجو سے قدیم شعرائے اُردو کی اصلاحونکو جمع کیا ہے اور اس رسالے میں اس عصر کے زندہ شعرا کی اصلاحیں خاص مصنف صاحب کے کلام پر یکجا کر کے شائع کی گئی ہیں اگرچہ "اصلاحوں" کے اعتبار سے دونوں کتابوںمیں ایک گونہ تناسب ہے۔ مگر سچ یہ ہے کہ دونوں میں بڑا فرق ہے حضرت صفدر کی کوشش صحیح معنوںمیں "اصلاح سخن" سے تعلق رکھتی ہے بخلاف اسکے جناب شوق کی تصنیف میں شعر کی اصلاح سے زیادہ اساتذہ کے اختلاف مذاق اور اُردو شعرا کے موجودہ تنوّعات کا اعتبار ہے جو آج کل کے محققین کے لئے ایک نہایت ہی دلچسپ بحث اور بڑا نازک اور غور طلب معاملہ ہے۔

ہمارے دوست اگر ایسی ہی تھوڑی اور غزلیں اور اصلاحیں شائع فرمادیں تو اختلاف زبان و مذاق کے صحیح اصول قائم کر کے اس پر بحث کی جاسکیگی کہ یہ اختلاف کیوں ہیں، کس صحبت یا کس سرزمین یا کس خاندان شاعری کا اصلی مذاق ان اختلافات کا باعث ہوا اور اصولاً اختلافات کے اسباب کا پتہ لگا لینے کے بعد زبان اُردو پر سچی تنقید ہوسکیگی۔ جس کی طرف فی الحال ہمارے مولوی عبد الحق صاحب اپنے رسالہ "اُردو" میں خصوصیت سے توجہ فرمارہے ہیں۔ اگر جناب شوق نے خاص اس طریقے کو وسعت کیساتھ ترقی دی تو محققین زمانہ کو اُردو زبان کی اصلاح اور اسکے مختلف اسکولوں پر اصولاً بحث کرنے کا بہت اچھا موقع ملیگا۔

الغرض میں حضرت شوق کی اس کوشش کو محض اُستادوں کی اصلاح تک محدود نہیں رکھتا بلکہ اسے آئندہ تحقیق کا ایک نہایت ہی نفع بخش پیش خیمہ تصور کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خدا ان کو اس طرف زیادہ توجہ فرمانے کی توفیق خیر دے۔ فقط محمد عبد الحلیم شرر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدّمہ

انسان اشیائے گرد و پیش کے باہمی تعلقات کی تحقیقات عرصۂ دراز کے بعد کر سکا ہو، لیکن وہ ان سے اپنے حواسِ خمسہ کی بدولت، روزِ اول ہی سے، حسبِ شعور متاثر ہوتا رہا۔

حواسِ خمسہ کا عمل ماحولِ موجودہ پر، ارادتاً یا بلا ارادہ، برابر جاری رہا، اور اُس عمل سے دماغِ صحیح کا متکیّف ہونا ناگزیر تھا۔

حواسِ ظاہری کا عمل، احساسِ کیفیتِ خارجی کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے، اس احساس کا ادراک اور ادراک سے پیدا ہونے والا عملِ ذہنی دماغ کی کارفرمائی ہے! نفرت و محبت، انتقام و عفو، رنج و مسرت، غرض تمام جذبات کا دارومدار اُسی عملِ ذہنی سے متعلق ہے!

ادراکِ احساسات و عملِ ذہنی کا، بطی و سریع ہونے کے لحاظ سے، ہر دماغ میں کم و بیش ہونا ایسا بدیہی اور ناگزیر ہے جیسے پانچوں اُنگلیوں کا یکساں نہ ہونا! ماحولِ حاضرہ سے ہر شخص کے جذبات علیٰ قدرِ کیف متحرک یا برانگیختہ ہوتے ہیں!

ایک محتاج و یتیم بچے کی فاقہ کشی یا ایک مغرور غدّار کی زر پرستی و جاہ طلبی، برسات کی گھٹا ٹوپ اندھیری میں اُفق کے قریب رہ رہ کر چمکنے والی بجلی یا موسمِ بہار کی برّاق، ٹھنڈی اور آنکھوں میں کھپ جانیوالی چاندنی، امریّوں میں پپیہے کی پکار یا ننھی ننھی پھوار کے وقت مور کی جھنکار، دیکھنے والی آنکھ اور سُننے والے کان کو حسبِ شعور متاثر اور متکیّف کرتے ہیں!

گویا ادراکِ احساساتِ خارجی، جذباتِ اندرونی کو وجود میں لاتا ہے! چشم و ابرو، پیشانی و دہانہ، حرکات و سکنات، جذباتِ اندرونی و کیفیاتِ قلبی کا پتہ دیتے ہیں!

جذبات جس قدر تیز اور قوی ہوتے ہیں، اُن کا اظہار بھی اُسی قدر نمایاں اور دیرپا ہوتا ہے! جذبات

قوی کی صورت میں، دماغ متکیف اظہارِ کیف پر فطرتاً عاجز، اور ارادتاً مائل ہوتا ہی!
بے کسی اور بے بسی کے قابل رحم نظارہ سے ایک شخص صرف متاسف ہوتا ہی، دوسرے کی آنکھیں موتی پرونے لگتی ہیں، تیسرا ماتم و بین کی حد تک پہونچتا ہی، اور کوئی نہ کوئی سریع الحس اور قوی الجذب انتہائی حد تک متاثر ہو کر اپنے جذبات اندرونی کی کیفیت کچھ اس طرح کہہ اُٹھتا ہی کہ سننے والے کلیجہ پکڑ کر رہ جاتے ہیں!
مشاہدات و احساسات کو اس طرح ظاہر کرنا کہ دیکھنے والی آنکھ پر وہی کیفیت طاری ہو جاے جو ظاہر کرنے والا خود محسوس کر رہا ہو کمال نقاشی ہی! ایسی نقاشی یا مصوری مختلف ذرایع سے اور مختلف صور توں میں کی جاتی ہی!
مشاہدات، احساسات، اور جذبات کی مصوری الفاظ کے ذریعہ سے کیجاے تو شاعری ہی!! اصلِ شاعری، کلام کے موزوں یا مقفے ہونے سے اسی قدر مستغنی ہی جسقدر روے زیبا خدمتِ مشاطہ سے!
شاعر کے الفاظ، مصوّر کا قلم، مغنّی کی آواز، بُت تراش کی چھینی، اظہار احساسات و مشاہدات کے ذرائع ہیں!
اس میں شک نہیں کہ مادی اجسام و مناظر قدرت کی مصوری کے لئے مصوّر و بت تراش کے ذرائع نسبتاً ہمہ گیر اور مکمل ہیں! لیکن اس میں بھی کلام نہیں کہ احساسات ذہنی، جذبات اندرونی یا کیفیات قلبی کی نقاشی کے لحاظ سے شاعر کا ذریعۂ اظہار بدرجہا وسیع، جزرس، اور وجد انگیز ہی!
۱۹۲۱ء کے "ٹائمز آف انڈیا" کے کرسمس نمبر میں، ایک یوروپین نقاش نے عمر خیام کی چند رباعیات کی مصوری میں کمال نقاشی کا اظہار کیا ہی! ہر رباعی کے لئے ایک علیحدہ تصویر بنائی ہی! ان تصاویر کا مقابلہ رباعیات متعلقہ سے کیا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ جسم انسانی، شکل و صورت، مکان و سامان، زمین و آسمان، مناظر مادی، اس درجہ جزرسی و خوبی کے ساتھ تصاویر میں نمایاں ہیں کہ عمر خیام کے الفاظ اُن کو کسی طرح ظاہر نہیں کر سکے۔ مگر جذبات اندرونی، کیفیات قلبی، احساسات ذہنی کے اظہار میں تصاویر مذکور کو عمر خیام کی رباعیات سے وہی نسبت ہی جو ایک گونگے شخص کی اشارات و حرکات چشم و ابرو کو ایک شیریں مقال کی گفتار دلفریب سے!
جذبات کی مصوری عمر خیام کے چند الفاظ جس قدر مکمل اور خوبی کے ساتھ کر جاتے ہیں، مصوّر مذکور کی گوناگوں رنگ آمیزی یا قلم کاری، باوجود انتہائی کوشش مطلق نہیں کر سکتی!
مثالاً، فرض کیجیے کہ ایک نقاش کسی شہر کی قحط زدہ حالت کا نقشہ کھینچتا ہی، وہ شہر مذکور کے کسی ایسے گوشہ کو لیگا جہاں افلاس و نکبت کی وجہ سے قحط کا اثر نہایت نمایاں ہو! اب اس گوشہ کی نقاشی میں مفلس

دمحتاج صورتوں کو پھٹے کپڑوں، زدہ حالت اور مختلف رنگ میں، کمال مصوّری کے ساتھ گزبھر کپڑے پر دکھائیگا! لیکن شیخ شیراز اس کی تصویر کھینچنے میں چند الفاظ کو اس طرح ترتیب دیدیتے ہیں:-

چناں قحط سالی شد اندر دمشق   کہ یاراں فراموش کردند عشق

دوسرے مصرعہ کے گنے چنے الفاظ جس خوبی کے ساتھ انسانی دل و دماغ پر قحط کے اثر کا چربہ اُتار جاتے ہیں غالباً نقاش کا قلم نہیں اُتار سکتا!

اسی قسم کے ہزاروں اشعار مثال میں پیش کیے جا سکتے ہیں جن کی مصوّریِ جذبات کا مقابلہ خامۂ مانی بھی نقاشی کے رنگ میں شمہ برابر نہیں کر سکتا!

ذیل کے اشعار پر غور کیا جا سکتا ہے کہ اون کی تصویر جذبات کا چربہ نقاش کا قلم کہاں تک اُتار سکتا ہے:-

میر

اب کے جنوں میں فاصلہ شاید نہ کچھ رہے   دامن کے چاک اور گریباں کے چاک میں

غالب

ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہوں   ورنہ کیا بات کر نہیں آتی

ایضاً

کیوں کر اوس بت سے رکھوں جان عزیز   کیا نہیں ہے مجھے ایمان عزیز

میر درد

تہمتیں چند اپنے ذمے دھر چلے   کس لئے آئے تھے ہم کیا کر چلے

مومن

تغافل سے جو باز آیا جفا کی   تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

غالب

ہائے اُس چار گرہ کپڑے کی قسمت غالب   جس کی قسمت میں ہو عاشق کا گریبان ہونا

مصوّریِ جذبات و احساسات کے لحاظ سے شاعر کے الفاظ جہاں تک پہونچتے ہیں نقاش کے نقوش اُن کی دھول بھی نہیں پا سکتے! دو ہزار برس پیشتر بھی یہ ہی سمجھا جاتا تھا اور آج بھی یہ ہی مانا جاتا ہے! ارسطو نے بھی شاعری کو فنونِ لطیفہ میں سب سے اونچی جگہ دی، اور میکالے نے بھی کافی موشگافی کے بعد اُسکو

بُت تراشی، نقاشی اور نغمہ پر فوقیت دی!

شعر کے متعلق متعدد دماغوں نے، مختلف زمانوں میں، اپنے اپنے نقطۂ خیال کے مطابق رائے زنی کی ہی! اصمعی کی رائے میں "شعر وہ ہی جس کے معنے الفاظ سے پہلے ذہن میں آجائیں"۔ خلیل ابن احمد شعر کی خوبی صرف اسقدر سمجھتے ہیں کہ "سامع کو اُسکے شروع ہوتے ہی معلوم ہوجاے کہ اُس کا فلاں قافیہ ہوگا"۔ صاحب عقدالفرید فرماتے ہیں:۔

وَاِنَّ اَحْسَنَ بَیْتٍ اَنْتَ قَائِلُهٗ بَیْتٌ یُّقَالُ اِذَا اَنْشَدْتَهٗ صَدَقَا

(سب سے بہتر شعر جو تم کہہ سکتے ہو وہ ہی کہ جب پڑھا جائے تو لوگ کہیں کہ سچ کہا ہی) ابن رشیق کی نگاہ میں بہترین شعر وہ ہی کہ

فاذا قیل اطمع الناس طرًّا واذا ریمَ اعجز المعجز ینا

(یعنی جب پڑھا جائے تو ہر شخص کو یہ خیال ہو کہ میں بھی ایسا کہہ سکتا ہوں۔ مگر جب ویسا کہنے کا ارادہ کیا جائے تو معجز بیان عاجز ہوجائیں) ملٹن کے الفاظ میں، مختصرًا، شعر کی خوبی یہ ہی کہ "سادہ ہو، جوش سے بھرا ہوا ہو اور اصلیت پر مبنی ہو"!!

اصمعی کی نظر صرف سادگی پر جاتی ہی۔ صاحب عقدالفرید محض اصلیت کو شعر کا جزولاینفک قرار دیتے ہیں ابن رشیق جزئیاتِ شعر سے قطع نظر کرتے ہوئے فقط بہترین شعر کے پہچاننے کا معیار بتاتے ہیں لیکن ملٹن سادگی اصلیت اور جوش، تینوں صفات کو لیکر۔ ایک جامع تعریف پیش کرتا ہی! نظرغائر ان صفات میں سے ہر ایک کو بجائے خود تشریح طلب پاتی ہی! سادگی کا مفہوم بظاہر ایسا ہی آسان معلوم ہوتا ہی جیسا یہ لفظ خود ہی: لیکن اس کا معیار قائم کرنا فی الحقیقت ایسا سہل نہیں! "سادہ"، کے معنی اگر "عام فہم" ہوں اور اس صفت کی وسعت اس حد تک سمجھی جاسے کہ عوام کی نظر بھی اوس کو عام فہم قرار دے تو عامیانہ اور سوقیانہ کلام سب سے بہتر سمجھے جانے کا مستحق ہوگا!

یار کی کوئی خبر لاتا نہیں دم لبوں پر ہے نکل جاتا نہیں

میر تقی کے بہتر نشتروں سے بھی افضل قرار پائیگا اور نفسِ شعر کا حسن مذموم سادگی کے زیر سایہ ہندوستانی بیوہ بن جائیگا! فی الحقیقت سادہ کلام اور عامیانہ کلام میں ایک بین حد فاصل ہونی چاہیے اور ہی! میرے خیال میں، عام فہم کے لفظِ "عام" کا اطلاق سوسائٹی کے درجۂ اسفل یا بازاری افراد پر نہیں ہوسکتا یہاں عوام سے غالبًا طبقہ متوسط مُراد ہی! سادہ کلام اُسی صورت میں احسن سمجھا جاسکتا ہی جبکہ وہ عام فہم

ہونے کے ساتھ ہی خاص پسند بھی ہو! سادگی کی تعریف، بقول مولانا حالی، یہ مانی جا سکتی ہے کہ "خیال کیسا ہی بلند اور دقیق ہو مگر پیچیدہ اور ناہموار نہو"! اگر خیالاتِ بلند وارفع سادگی کے حدود سے خارج تصوّر کئے جاتے تو ہومر اور شکسپیر کے کلام، جن کی بے شمار شرحیں لکھی جا چکی ہیں، اس صفت سے متصف نہ مانے جاتے!! مرزا غالب کا وہ کلام جو بیدل کے تتبّع سے پاک ہے، یقیناً سادہ کلام کی فہرست میں ممتاز جگہہ پانیکا مستحق ہے، مثلاً

مرتے ہیں آرزو میں مرنے کی　　موت آتی ہے پر نہیں آتی

ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے　　بے نیازی تری عادت ہی سہی

اصلیت پر مبنی ہونا دوسری صفت شعر قرار دی گئی ہے! اس کی حالت بھی قریب قریب وہی ہے، جو سادگی کی تھی! اصلیت سے اگر دن کو دن اور رات کو رات بلا کم و کاست، بیان کرنا مراد ہو تو۔

چشمانِ تو زیرِ ابرو انند　　دندانِ تو جملہ در دہانند

بہترین شعر قرار پائیگا! اس صورت میں مبالغہ اور تعلّی درکنار، اشارہ و کنایہ، تشبیہ و استعارہ، سب یکقلم ناجائز تصور کئے جائینگے! اور لطف بیان و دلفریبی اظہار ہوا ہو جائینگے! شعر میں اصلیت، راست بازی، سچائی اور خدا جانے کیا کیا قابل اعتماد خوبیاں موجود ہونگی لیکن شعریت کا نام نشان تک نہ ہوگا! گویا اصلیت پر مبنی ہونا اگر اس حد تک روا رکھا جائے تو شعر مردم شماری کی رپورٹ سے لیکر تاریخی داستان تک ہر ایک چیز بن سکتا ہے مگر نہیں بن سکتا تو "شعر"! یہاں بھی مولانا حالی کی تشریح ایک حد تک قول فیصل نظر آتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں، "اس کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ شعر کی بنیاد جس بات پر رکھی گئی ہو وہ نفس الامر میں، لوگوں کے عقیدہ میں یا شاعر کے عندیہ میں موجود ہو" فی الواقع اس تشریح کے حدود میں نیچرل شاعری اور اصلیت پر مبنی ہونے کا صحیح مقصود سمجھہ میں آسکتا ہے!

سادگی و اصلیت کے بعد **جوش** کو لیجیئے! جوش شعر کی روح رواں نہ سہی، تاہم اوس کو شعر سے وہی تعلق ہے جو صحت کو خونِ صالح سے! اس کی معمولی سی جھلک شعر کی آب و تاب میں چار چاند لگا دیتی ہے! اس کا دارومدار بہت کچھہ اصلیت پر ہے! اصلیت کے بغیر جوش کا ہونا تقریباً ناممکن ہے! جوش سے یہ مراد نہیں کہ محض الفاظ جوشیلے ہوں بلکہ فی الاصل اس سے سامعین پر جوش و کیف طاری ہو جانا مقصود ہے! مثال میں فردوسی کے وہ شعر جو یزدجرد کی زبان سے اُس نے ادا کئے ہیں پیش کئے جا سکتے ہیں۔

زشیرِ شتر خوردن و سوسمار　　عرب را بجائے رسید ست کار

کہ تخت کیاں راکسند آرزو! تفو، بر تو اے چرخ گرداں، تفو!!

یا مرزا مرحوم نے زین العابدین خاں، عارف کی جوانی کی موت پر جو قطعہ لکھا ہے وہ اس قسم کی بہترین مثال ہے کہ جوش کیف سادہ الفاظ میں انتہائی حد تک کس خوبی کے ساتھ پیدا کیا جا سکتا ہے:-

جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو ملینگے — کیا خوب! قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور

ہاں! اے فلکِ پیر! جواں تھا ابھی عارف — کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور؟

تم کو نسے تھے ایسے کھرے داد و ستد کے — کرتا ملک الموت تقاضا کوئی دن اور؟

مجھ سے تمہیں نفرت سہی نیّر سے لڑائی — بچوں کا بھی دیکھا نہ تماشا کوئی دن اور!

گزری نا؟ بہرحال، یہ مدّت خوش و ناخوش — کرنا تھا جواں مرگ گذارا کوئی دن اور!!

سادگی، اصلیت اور جوش کی بجلیاں کوندنا زیادہ تر تخیل، مطالعۂ فطرت اور قدرت کلام پر منحصر ہے!

تخیّل - یا ایمیجی نیشن (Imagination) شاعری کی روحِ رواں، اور مطالعۂ کائنات و فطرتِ انسانی اس جسم میں دوڑنے والا خونِ صالح!

قوتِ تخیّل محض عطیۂ دماغ آفرین: مطالعۂ کائنات تمام تر عمل ذاتی پر مبنی! ایک مطلقاً وہبی، دوسرا قطعی کسبی! مشاہدات کی بدولت پیدا ہونیوالے ذخیرۂ دماغی کو۔ یا بہ الفاظ دیگر۔ موجوداتِ حافظہ کو نت نئی صورتوں میں ترتیب دینے والی قوت کا نام تخیّل ہے! خیالات کے علاوہ، الفاظ۔ یعنی ذریعۂ اظہار خیالات بھی اس کے قلمرو تصرف میں داخل ہیں! معلومات ماضیہ اور موجودات حاضرہ پر ترتیب و ایجاد کا عمل، تخیل کا کرشمۂ بے نظیر ہے! ایک ہی مسالے سے نو بہ نو عمارات وجود میں لانا، محدود اور رنگے چنے رنگوں سے تازہ بہ تازہ نقوش بنانا، معلومات فرسودہ سے اچھوتے مضامین پیدا کرنا، اسی قوتِ تخیّل کا معجزہ ہے! مثلاً منہ میں زبان ہونا معلومات انسانی کی ایک معمولی چیز ہے: اسی معلومات فرسودہ کو مرزا مرحوم عجیب عجیب پیرایہ میں اور اچھوتے خیالات کے اظہار میں، یوں استعمال کرتے ہیں:-

کیا خوب! تم نے غیر کو بوسہ نہیں دیا؟ — بس چپ رہو ہمارے بھی منہ میں زبان ہے

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں — کاش پوچھو کہ مدّعا کیا ہے

مطالعۂ کائنات و فطرتِ انسانی، تخیل کے بعد، شاعری کی ضروریات میں سب سے اوپر ہے! علم النفس کے ماہر اسکو نہایت اعلیٰ وارفع درجہ دیتے ہیں: یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ اظہار خیالات محض حصولِ خیالات پر منحصر ہے اور حصولِ خیالات دوسرا نام ہے حصولِ علم کا جو صرف مطالعہ کائنات سے فراہم ہوتا ہے! جس قدر مکمل مطالعہ ہوگا

اُسی قدر گرانمایہ ذخیرۂ معلومات ہوگا : پھر جس قدر وافر ذخیرہ معلومات ہی اُسی قدر صحیح اور بوقلمون اظہارِ خیالات ہوگا ! گویا بعض محققین علم النفس کی رائے میں مطالعہ کائنات ایک معقول حد تک قوتِ تخیل تک میں جودت یا تیزی پیدا کر سکتا ہی ! فی الحقیقت ایک ظرف سے وہی نکل سکتا ہی جو اُس کے اندر موجود ہی یا عملی طور پر بھرا گیا ہی ! اظہارِ خیال میں جزئیات کا مکمل و صحیح ہونا بلکہ مطالعہ دقیق و نکتہ رس پر منحصر ہی ! یہ سرمایہ سعی و کوشش کے ذریعہ سے طبع سلیم حتی الامکان بخوبی مہیا کر سکتی ہی اور اسکے مہیا ہو جانے پر تخیل کا عمل ترتیب نت نئے نقوش و خیالات وجود میں لا سکتا ہی ! ایک خوشبودار مٹی کا ڈھیلا عام دماغ پر اس سے زیادہ اثر نہیں کرتا کہ اُس میں خوشبو ہی جمادات و نباتات کا محقق اُس کا تجزیہ کرتے، سرمہ بنانے، اور ایک ایک ذرہ کو طرح طرح سے جانچنے پر تل جاتا ہی اور اس خوشبو کے وجوہات اپنے رنگ میں بیان کرتا ہی : مگر شاعرِ شیراز اپنے تخیلات معلومات اور مطالعۂ فطرت کے تحت میں یہ لکھتا ہی :-

گلے خوشبوئے در حمام روزے　　　رسید از دستِ محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری　　　کہ از بوئے دلاویزِ تو مستم؟
بگفتا من گلِ ناچیز بودم　　　ولیکن مدتے با گُل نشستم
جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد　　　ولیکن من ہماں خاکم کہ ہستم!!

ہر محبت آشنا دل و دماغ کو علم ہے کہ عاشق ہمیشہ اپنے غم و الم کا اظہار معشوق پر کرنا چاہتا ہی اس کے ساتھ ہی اکثر یہ بھی تجربہ ہو چکا ہی کہ معشوق کی موجودگی ازالۂ غم ثابت ہوئی ! ان دونوں مشاہدات کو شیخ شیراز کی قوتِ تخیل اس طرح ترتیب دیتی ہی :-

گفتہ بودم چو بیائی غمِ دل با تو بگویم　　　چہ بگویم کہ غم از دل برود چوں تو بیائی

مرزا غالب مرحوم کی نظرِ جزرس غالباً اس شعر پر پڑتی ہی کہ محض غم کا دل سے چلا جانا ہی کافی نہیں ہو سکتا کیونکہ اس صورت میں غمزدہ ہستی کے چشم و ابرو کی ظاہری کیفیت سے افشائے غم ہو جانے کا احتمال باقی رہجاتا ہی ! مرزا نے اس مضمون کو شیخ سے لینے میں اس نکتہ کو جو قطعی مطالعۂ فطرتِ انسانی پر مبنی تھا نظرانداز نہ ہونے دیا۔ وہ لکھتے ہیں :-

اُنکے دیکھے سے جو آجاتی ہی مُنہ پر رونق　　　وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہی!!

روزمرہ کی اُمرات کو ترجیح دیتے ہیں، نظیری نیشاپوری، اپنے مطالعہ فطرت انسانی سے بہم پہنچائے ہوئے

ذخیرۂ معلومات پر قوت تخیل کا تصرف اس طرح عمل میں لاتا ہے:۔

شبِ اُمید بہ از روزِ عید می گزرد　　　　که آشنا بہ تمنائے آشنا خفت ست !!

یہ مضمون کہ "معرفتِ ذاتِ الٰہی محالات سے ہے"، تعلیم یافتہ دنیا کا نہایت پُرانا علم ہی منطق۔ فلسفہ۔ اور الٰہیات نے اسکے اظہار میں دفتر کے دفتر سیاہ کئے ہیں! شعرا نے بھی اسکو طرح طرح سے لکھا ہے! غالب و نظیری دونوں نے ہم طرح غزلوں میں اس کو باندھا ہے: دونوں کے مطالعہ کائنات و تصرف تخیل کا موازنہ کیجئے۔

نظیری

شمیمِ مہر ز باغ وفا نمی آید　　　　بہر چمن کہ تو بشگفتہ صبا خفت ست !

غالب

ببیں ز دور و مجو قربِ شہ، کہ منظر را　　　　دریچہ باز و بدروازہ اژدہا خفتست !

میرانیس مرحوم اپنے مراثی میں نسخہ کائنات و فطرت انسانی کی ایسی بے مثال تصویریں کھینچتے ہیں کہ سمجھنے والا جھومنے لگتا ہے! یہ خوبی یقیناً بغیر مطالعہ دقیق کبھی ہرگز پیدا نہیں ہوسکتی تھی! مثلاً حضرت عباس کا گھوڑا کئی روز سے پیاسا ہے، جب آپ نہر تک بدقت پہونچتے ہیں بے زبان جانور پانی دیکھکر بے چین ہو جاتا ہے مگر آپ اسکو روکتے ہیں: اس نظارہ کی تصویر کیسی مکمل اور جزئیات کے لحاظ سے صحیح ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

دو دن سے بے زباں پہ جو تھا آب و دانہ بند　　　　دریا کو بہنا کے لگا دیکھنے سمند
ہر بار کانپتا تھا، سمٹتا تھا بند بند　　　　چمکارتے تھے حضرتِ عباسِ ارجمند
تڑپاتا تھا جگر کو جو شور آبشار کا
گردن پھرا کے دیکھتا تھا مُنہ سوار کا

ایک اور جگہہ میر صاحب موصوف بی بی سکینہ کے اُس کیفیت کی بے نظیر تصویر کھینچتے ہیں جب وہ قید خانہ میں تنہائی و بیکسی کے عالم میں دربانوں سے مخاطب ہونا چاہتی ہیں:۔

بولا نہ جب کوئی تو ہوا غم زیادہ تر　　　　دیوار پکڑے پکڑے گئی وہ قریبِ در
پٹ کو ہلا ہلا کے پکاری وہ نوحہ گر　　　　دربانوں جاگتے ہو کہ سوتے ہو بیخبر
بیکس ہوں، تشنہ لب ہوں، فلک کی ستائی ہوں
کچھ تم سے اپنا حال میں کہنے کو آئی ہوں!!

مطالعۂ فطرت انسانی کے علاوہ مناظر قدرت کی نقاشی میں بھی میر انیس کے قلم نے ایسے ایسے نقوش چھوڑے ہیں جو مطالعۂ کائنات کی مثال میں اپنی نظیر آپ ہی ہیں! صبح کا سماں اس طرح دکھاتے ہیں:۔

طے کر چکا جو منزلِ شب کاروانِ صبح ہونے لگا اُفق سے ہویدا نشانِ صبح
گردوں سے کوچ کرنے لگے اخترانِ صبح ہر سو ہوئی بلند صدائے اذانِ صبح
پنہاں نظر سے روئے شب تار ہو گیا
عالم، تمام مطلعِ انوار ہو گیا

خورشید نے جو رُخ سے اُٹھائی نقابِ شب در کھل گیا سحر کا، ہوا بند بابِ شب
انجم کے فرد فرد سے لے کر حسابِ شب دفتر کشائے صبح نے اُلٹی کتابِ شب
گردوں پہ رنگ چہرۂ مہتاب فق ہوا
سلطانِ غرب و شرق کا نظم و نسق ہوا

آگے چل کر فرماتے ہیں:۔

چھپنا وہ ماہتاب کا وہ صبح کا ظہور یادِ خدا میں زمزمہ پردازیٔ طیور
وہ رونق، اور وہ سرد ہوا، وہ فضا، وہ نور خنکی ہو جس سے چشم کو اور قلب کو سرور
انساں زمیں پہ محو، ملک آسمان پر
جاری تھا ذکرِ قدرتِ حق، ہر زبان پر

قوتِ تخیل و مطالعۂ کائنات کے بعد **قدرتِ کلام** بھی شاعر کے اوصاف میں نہایت ضروری صفت ہے! ابن خلدون خیالات کو پانی سے تشبیہ دیتا ہے اور الفاظ کو پیالہ سے، وہ کہتا ہے کہ پانی سونے کے پیالہ میں دیا جائے تو اُس کی قدر بڑھ جاتی ہے اور مٹی کے میلے کچیلے پیالہ میں دیا جائے تو گھٹ جاتی ہے!

مولانا حالی فرماتے ہیں کہ پانی اگر صاف اور ٹھنڈا نہ ہو، یا بدبودار اور خراب ہو، تو وہ سونے کے پیالہ میں دیا جائے یا چاندی کے اُس کی قطعی قدر نہیں ہو سکتی!

فی الحقیقت اصلی چیز پانی کا صاف اور خوشگوار ہونا ہے، لیکن پیالہ کی صفائی اور نظر فریبی صاف پانی کی قدر و قیمت کو بدرجہا بڑھا سکتی ہے! الفاظ کو بجائے خود وہ مرتبہ حاصل نہیں جو نفس مضمون یا تخیل کو ہو سکتا ہے، لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ ایک بلند مضمون مبتذل الفاظ میں ادا کئے جانے پر حد درجہ پست ہو جائیگا

شعر کے مرتبہ کا دار و مدار نفسِ مضمون یا تخیل پر سہی، لیکن اُس تخیل کا کماحقہٗ اظہار بھی نہایت ضروری ہے! احسنِ اظہار، خوبیٔ الفاظ و طرزِ بیان پر مبنی ہے اور انتخابِ الفاظ قدرتِ کلام پر منحصر، گویا، ایک پاکیزہ تخیل کے اظہار مکمل کے لئے قدرتِ کلام کا محتاج شاعری ہے!

علم النفس بتاتا ہے کہ ہر خیال دماغ انسانی میں القا ہونے کے وقت اپنے اظہار کے لئے لفظ موزوں بھی ساتھ ہی ساتھ وجود میں لاتا ہے!

یہ مسئلہ علم النفس قابل تردید نہو، لیکن لایق تشریح ضرور ہے! ہر خیال کے ساتھ کوئی مخصوص لفظ القا نہیں ہوتا بلکہ متعدد الفاظ جولانگاہ دماغ میں چکر لگاتے معلوم ہوتے ہیں، اب ان متعدد الفاظ میں سے ایک مناسب و صحیح لفظ استعمال کرنا عمل انتخاب ہے اور اس انتخاب کا احسن و پسندیدہ ہونا تمام تر ذخیرہٗ الفاظ یا موجودات دماغی پر منحصر ہے! انتخاب اُسی قدر پسندیدہ ہوگا جس قدر زیادہ تعداد الفاظ کو پرکھا جائے، تعداد الفاظ کی فراوانی قدرتِ کلام کی محتاج ہے! الفاظ کو شعر سے وہی تعلق ہے جو ہوا کو بُو سے، بول کو راگ سے یا رنگ کو تصویر سے! رفائل محض شکل کو حسنِ نقش مانتا ہے، مگر ٹیٹیان رنگ کو شکل پر مرجح جانتا ہے! ارسطو صرف تخیل کو شاعری کی جان بتاتا ہے، مگر ابن خلدون الفاظ کو تخیل پر فوقیت دے جاتا ہے!

نفس مضمون یا تخیل شعر کی روح رواں، الفاظ و طرز بیان اُس روح کے لئے جسم ظاہری! مضمون کیسا ہی بلند و پاکیزہ ہو، اُس کا اظہار بخوبی نہ ہو سکنے کو المعنی فی بطن الشاعر کہتے ہیں جس طرح ایک عمدہ مضمون مبتذل الفاظ سے پست ہو سکتا ہے اسی طرح ایک معمولی و سادہ خیال شستہ الفاظ اور عمدہ طرز بیان سے پسندیدہ بن سکتا ہے، مرزا غالب نے اپنی تنخواہ کے متعلق، جو ششماہی ملا کرتی تھی، اپنے معمولی خیالات کیسے پسندیدہ طرز میں دربار شاہی میں بھیجے تھے! بادشاہ کی ثنا اور اپنی حالت پر عنایت و کرم کا اعتراف کرنے کے بعد مطلب پر یوں آتے ہیں:-

خانہ زاد اور مرید اور مدّاح　　　تھا ہمیشہ سے یہ عریضہ نگار
بارے نوکر بھی ہو گیا صد شکر　　　نسبتیں ہو گئیں مشخص چار
نہ کہوں آپ سے تو کس سے کہوں　　　مدعائے ضروری الاظہار!
پیر و مرشد اگرچہ مجھکو نہیں　　　ذوقِ آرائشِ سر و دستار
کچھ تو جاڑے میں چاہیے آخر　　　جسم رکھتا ہوں ہے اگرچہ نزار

کچھ خریدا نہیں ہے اب کے سال　　　کچھ بنایا نہیں ہے اب کی بار
رات کو آگ اور دن کو دہوپ　　　بھاڑ میں جائیں ایسے لیل و نہار!
آگ تاپے کہاں تلک انساں　　　دہوپ کھائے کہاں تلک جاندار
دہوپ کی تابش آگ کی گرمی　　　وقنا ربّنا عذاب النّار!!
میری تنخواہ جو مقرر ہے　　　اُسکے ملنے کا ہے عجب ہنجار
رسم ہے مردے کی چھ ماہی ایک　　　خلق کا ہے اسی چلن پہ مدار
مجھکو دیکھو تو ہوں بقید حیات　　　اور چھ ماہی ہو سال میں دو بار!
میری تنخواہ میں تہائی کا　　　ہوگیا ہے شریک ساہوکار
آپ کا بندہ اور پھروں ننگا　　　آپ کا نوکر اور کھاؤں اودھار!

ایک نہایت معمولی لفظ اپنی صحیح جگہہ پر استعمال کئے جانے سے تمام اظہار تخیل کی جان بن سکتا ہے! مومن خاں مرحوم لفظ "اور" کو ایسی خوبی کے ساتھ ایک مقام پر استعمال کرتے ہیں گویا انگوٹھی میں نگینہ جڑدیا: ناممکن ہے کہ اسکو ہٹانے پر شعر کا وہی مرتبہ رہ جائے جواب ہے سنئے:-

وہ سوتے بے حجابانہ رہے اور　　　نگاہ شوق کام اپنا کیا کی!!

اسی شعر میں لفظ "بے حجابانہ" بھی تخیل کی مصوری میں قدرت کلام کا بہترین نمونہ سمجھا جاسکتا ہے!

بعض اوقات چند معمولی مگر منتخب الفاظ کا برمحل استعمال واقعات کی مصوری میں نفس مضمون کے ضروری جزو کی نقاشی کمال اختصار کے ساتھ کرجاتا ہے! مثلاً یہ تصویر کھینچنی مقصود ہے کہ عاشق اپنی زدہ حالت میں معشوق کے دروازہ پر تمنائے دید میں جابیٹھتا ہے معشوق کا دربان ان کی ظاہری حالت سے اُن کو ایک دریوزہ گر سمجھکر کچھ نہیں بولتا۔ اس کی خاموشی آپ کی ہمت افزائی کا باعث ہوتی ہے اور آپ اور زیادہ پیر پھیلانا چاہتے ہیں اس جرأت سے بھانڈا پھوٹتا ہے اور پھر دربان آپ کی اچھی طرح درگت بناتا ہے! اس طویل مضمون کو مرزا غالب کس اختصار کے ساتھ ایک شعر میں باندھ جاتے ہیں، خصوصاً "اُٹھا" کا لفظ اور "شامت آئے" کا جملہ ایسی قادرالکلامی کے ساتھ نہایت برمحل استعمال کرتے ہیں کہ مضمون کا محذوف جزو خود بخود سامنے آجاتا ہے، ملاحظہ ہو۔

گدا سمجھ کے وہ چپ تھا، میری جو شامت آئے!　　　اُٹھا، اور اُٹھ کے قدم میں نے پاسبان کے لئے

تشریح بالا سے نتائج ذیل "لب لباب"، کے طور پر اخذ کئے جا سکتے ہیں :-
مشاہدات، احساسات، اور جذبات کی نقاشی الفاظ میں کیجائے تو شاعری ہی! شاعری، کلام کے موزوں ہونے کی محتاج نہیں : نظم و نثر، دونوں، مصوری جذبات کے لئے یکساں مرتبہ رکھتے ہیں : نظم موزونیت کی وجہ سے بدرجہا موثر اور دلفریب ہی- نثر، قیود نظم سے خالی ہونے کے باعث نقاشی تخیل کے لئے نسبتاً زیادہ ہمہ گیر اور مکمل ہی! جذباتِ اندرونی، احساساتِ ذہنی اور کیفیاتِ قلبی کے اظہار میں شاعری، مصوری، بت تراشی اور نغمہ سے بہت آگے جاتی ہی!

محاسن شعر میں، سادگی، حقیقت پر مبنی ہونا اور کیف آور ہونا، چوٹی کی صفات ہیں!

ان محاسن کا دار و مدار تخیل، مطالعہ کائنات و فطرت انسانی، اور قدرتِ کلام پر ہی!

یہ مختصر نتائج اصلاح کے اصول قائم کرنے میں، معقول حد تک، رہبری کر سکتے ہیں! علم عروض کے قیود پر کہنے کے علاوہ، سادگی، حقیقت اور جوش، نقدِ سخن کا تاؤ بھاؤ معلوم کرنے کی کسوٹی قرار دیے جا سکتے ہیں!

اِس کسوٹی پر تخیل، مطالعۂ فطرت اور زبان کو کسا جا سکتا ہی!

پھر جس معاملہ میں خامی یا عیب معلوم ہو اُس کی اصلاح کیجا سکتی ہی!

ایک قادر الکلام شخص اپنے کلام کو اس معیار سے خود ہی بار بار جانچتا اور تولتا ہی اور خود ہی تمام عیوب دُور کر لیتا ہی! یہ ملکہ ایک کہنہ مشق شاعر میں عادت بن جاتا ہی!

نومشق طبیعت اپنا کلام خود درست کر لینے سے جھجکتی اور جی چُراتی ہی، مشورہ اُسے لازمی چیز نظر آتا ہی اور وہ مجنتہ کار و کہنہ مشق دماغ سے طالب امداد ہوتی ہی! اصلاح دینے والے کا پہلا فرض تخیل پیش شدہ کا اُسی نقطہ نظر سے دیکھنا ہی جس سے اظہار کرنے والے نے اُسکو دیکھا ہو۔

اصلاح کا مقصود محض عیوب و نقائص رفع کرنا، کمی کو پورا کرنا، یا ماند رنگ کو اُجالنا ہی! نقائص و عیوب تخیل و مطالعہ فطرت کے متعلق ہوں یا زبان کے، یقیناً قابل اصلاح ہیں! مگر نفس مضمون کو از سرتا پا بدل دینا یا اپنی طرف سے ایک نیا تخیل پیش کر دینا اصلاح کا منشا نہیں! جس طرح نقص کو دور کرنا مصلح کا فرض ہی اُسی طرح عیب سے پاک تخیل کی داد دینا بھی اُس کا اخلاقی شیوہ ہونا چاہیئے! فضول و غیر ضروری قطع و برید خود مصلح کی خامی پر دال ہی! ایسی قطع و برید جو محض اظہار شانِ اصلاح کی غرض سے کی جائے فی الحقیقت کاشفِ عیوب مصلح ثابت ہوتی ہی! مصلح کو اصلاح سخن میں خود دماغِ اصلاح طلب سے زیادہ تفکر و کاوش کرنی پڑتی ہی! یہ

لازمی نہیں کہ ہر باکمال شاعر، اعلیٰ درجہ کا مصلح سخن بھی ہو!

اصلاح تمام تر تنقید کلام پر مبنی ہے اور تنقید و تصنیف لازم و ملزوم نہیں! بعض افراد جس پایہ کے سخنور ہیں اُس مرتبہ کے سخن شناس نہیں! ایک اعلیٰ درجہ کا سخن شناس بعض اوقات ایک باکمال سخنور سے بہتر مصلح سخن ثابت ہوتا ہے! اصلاح سخن، طالب اصلاح کی خامی کے ساتھ ہی مصلح کے کمال یا عجز کا انکشاف بھی اُسی حد تک کر دیتی ہے!

حضرت شوق بظاہر ان اوراق میں اپنی دس غزلیں جن پر کم و بیش چالیس مشہور و معروف نادر الکلام سخنوروں کی اصلاح ہے پیشکش اہل ذوق کرنا چاہتے ہیں! ہر شعر کی اصلاح، متعدد ناقدان سخن کے قلم سے، پہلو بہ پہلو اور جدا گانہ نظر آتی ہے! اگر نقوش الفاظ و مضامین کی گوناگوں قطع و برید صاحب نظر کے سامنے کلام شوق کے محاسن اور خامیوں کے علاوہ خود مصلحان سخن کے متعلق اک لطیف موازنہ و مقابلہ پیش کرے تو اس نتیجہ ناگزیر سے حضرت شوق پر کوئی الزام نہیں آتا! نقوش اصلاح بجنسہٖ و بعینہٖ بلا کسی رائے زنی کے پیش کیے گئے ہیں!

ناظر کے دل و دماغ میں کسی خاص نقش اصلاح کے پسندیدہ یا قابل اعتراض قرار پانے کا ذمہ دار خود ناظر کے سوائے اور کون ہو سکتا ہے!

حضرت شوق متعدد دماغوں سے اصلاح بہم پہنچانے کی محنت شاقہ کے علاوہ اس جدت تالیف کے لحاظ سے یقیناً مستحق داد ہیں!

سلطان حیدر (جوش)



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

التماس

شوق بینوا کی کہانی اور پھر اُسی کی زبانی مزہ دینے سے رہی، مگر کہنا ضرور ہے کہ دل کی بیتا بیان چین سے بیٹھنے نہیں دیتیں، ۱۹۱۲ء سے شاعری کا سودا سر میں سمایا، اطمینان قلب و یکسوئی دماغ کی بستی کو افکار و آلام تاراج کر رہے تھے کہ یہ نیا مشغلہ ہاتھ آیا اور دن رات اسی ادھیڑ بن میں گزرنے لگی، اب اُستاد کی فکر ہوئی، اُستاد کو خدا رکھے ملا اور خوب ملا، ابتدا ابتدا میں اپنے بے آہنگ نغموں پر دل جھومتا روح وجد کرتی، اُستاد نے اصلاح کیا دی گویا سے مرد افگن کا دور چل گیا، رات دن بے پئے مست رہنے لگے، لیکن فطرت بیتاب نے کروٹ بدلی تو دنیا کے قدیم اصول تقویم پارینہ نظر آنے لگے، آخر سوجھی اور نئی سوجھی کہ اصلاح کی تشنگی کے لئے ایک ہی میخانہ اور ایک ہی رنگ کی شراب کافی نہیں، خدا رکھے ہندوستان کا ہر مقام میخانہ ہے جہاں پیر مغاں کا آستانہ موجود ہے ساقی ہیں، مغبچے ہیں، رنگا رنگ شرابیں ہیں، رنگا رنگ پیمانے ہیں، گدائے میکدہ کیوں نہ بن جاؤں کہ میرے پیالے میں ہر طرح کی ہو، دل میں اس خیال کا آنا تھا کہ کیف بادۂ دوشینہ رنگ روئے مخمور بن گیا، خمار کی تکلیف اعضا، جسم کے لئے شکنجہ بن چلی، جماہی پر جماہی آئی، چہرہ کا رنگ کافور ہوا دل سے ساغر ساغر کی صدائیں آئیں، میں نے ہندوستان کے مشہور خم آشامانِ سخن کے میکدوں کی خاک چھاننا شروع کی، آخر خاکِ درِ مے خانہ تھی اور میری جبین نیاز، حریفانِ بادہ پیما سے آنکھ لڑنے لگی اور جام پر جام اور دَور پر دَور چلنے لگے، اب میرا غمکدہ میکدہ بنا ہوا ہے، ہر رنگ ہر مزہ کی شراب کا نشہ ہے اور میں ہوں، حضرت اقبال کے میکدہ کی خیر ہو جہاں سے میرا جام خالی پھرا حضرت اکبر کو ساقی محشر شراب طہور عطا کرے اگرچہ انکی مستی بھری نگاہوں نے مجھے لب تشنہ رکھا، یہ بھی کہہ دوں

کہ ابتدا میں مجھے ہر پیر میکدہ اپنے میکدہ کی خیر منانے والا (صرف اپنا ہی شاگرد) سمجھتا تھا اور کوئی مجھے میخانوں کے در کا فقیر نہ جانتا تھا جب کسی اتفاق سے کسی کو یہ معلوم ہو گیا کہ یہ بلا نوش ایک ہی میخانہ کی شراب سے مست سرور نہیں ہوتا تو ہاتھ کھینچ لیا اور یہی وجہ ہے کہ میرے بعض کاسہ ہائے گدائی (غزلیں) ایسے ہیں جن میں ہر میکدے کا زلال مقطر جوش مارتا ہے اور بعض بھیک کے ٹھیکرے ایسے ہیں جو جوش کرم کی کوتاہی سے چھلکنے نہ پائے۔

مجھے ان سرمستیوں میں یہ ترنگ آئی کہ حریفان ہمرنگ کو ان بادہ ہائے رنگین و پُر زور سے چھکا دوں جنکا نشہ مے کوثر کے ملنے سے پہلے اُترتا نظر نہیں آتا اور یہی سبب ہے اس ساغر سرشار (اصلاح سخن) کی جلوہ ریزی کا مشاطۂ سخن مولفہ حضرت صفدر مرزا پوری بھی قریب قریب اسی رنگ کی کتاب ہے اور اساتذہ کی اصلاحوں کا گلدستہ مگر اس میں اور میری کتاب میں ایک نازک فرق ہے حضرت صفدر نے بڑی جانکاہیوں سے زیادہ تر اُن اساتذہ کی اصلاحیں مہیا کیں جو موت کی نیند سو رہے ہیں، میں نے صرف اساتذہ عصر حاضرہ کی اصلاحیں جمع کیں وہاں کلام کسی ایک کا اور اصلاح کسی ایک کی، یہاں کلام ایک اور اصلاحیں سب باکمالوں کی، میری کتاب میں سب سے زیادہ دلکش منظر یہ ہے کہ ایک شعر ایک جگہ قلمزد ہو جاتا ہے وہی دوسری جگہ اُستاد کی حوصلہ افزائیوں کا ہار پہنے پلٹتا ہے اور صاد پر صاد نظر آتے ہیں، کسی کی نظر کسی سقیم پر گئی، کسی کی کسی عیب پر، سب کی اصلاحیں مدنظر رکھکر اگر شعر پر نظر کی جائے تو شاید ہی کسی شعر میں کوئی نقص نظر آئے۔ حضرت صفدر نے اصلاح درج کرنے کے بعد داد اصلاح دی، مگر یہ کام میری قدرت سے باہر تھا، میں اپنے اُستادوں کی اصلاح پر قلم اُٹھانے کی جرأت کہاں سے لاتا، میں سب کے فیض سے مستفیض ہوا تھا۔ میری کتاب میں نہ کہیں جنبہ داری کی شان نظر آئیگی نہ استبداد کی، میری کتاب سے قدرت اصلاح اساتذہ آئینہ ہو جائیگی اور ہر صاحب نظر دیکھ لیگا کہ کون سی اصلاح کس پایہ کی ہے میں نے اصلاحوں کی تنقید کرنا بے ادبی سمجھا اور یہ بھی خوف ہوا کہ بشر ہوں کہیں کسی طرف مائل نہ ہو جاؤں، کسی کی خوبیوں کی طرف سے آنکھیں نہ بند کر لوں،

ترتیب کتاب - میں نے ہر صفحہ کے شروع پر اپنا شعر جلی قلم سے لکھا ہے اور حاشیہ پر اساتذہ کرام کے تخلص لکھے ہیں درمیان میں اصلاح نقل کر دی ہے، جس شعر پر کسی اُستاد نے کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ بھی اصلاح کے ساتھ لکھدیا گیا ہے، جن حضرات نے جن اشعار پر صاد بنایا ہے ص بنا کر اُن کے تخلص لکھ دیے گئے ہیں اور جن حضرات نے شعر میں کوئی ترمیم نہیں فرمائی اُن کے نام ہر صفحہ کے آخر میں لکھے ہیں اور کوئی نشان وہاں نہیں بنایا گیا۔

اصلاح کا سلسلہ ۱۹۱۷ء سے ۱۹۲۳ء تک جاری رہا ہے، اس درمیان میں اساتذہ کے جو خطوط نکات ادبیہ کا

گنجینۂ نظر آئے وہ بھی ضمیمہ کے طور پر آخر کتاب میں درج کر دیے گئے ہیں، اگر کسی اُستاد کو یہ امر کچھ ناگوار گزرے تو مجھے معاف کریں میں نے جو کچھ کیا ہے وہ ضیافت طبع ارباب ذوق کے لئے کیا ہے اور اساتذہ معتبرہ کے فیوض عام کرنے کے لئے۔

میں آخر میں اپنے معزز احباب خصوصاً چودھری دزیر حسن صاحب نشتر سندیلوی، مولوی حکیم بہاؤالدین صاحب صدیقی، حاجی سید حسن مثنیٰ صاحب جونپوری، سید محمد ابراہیم صاحب انجم ہاپوڑی، مولوی سید محمد یعقوب علی صاحب رضوی ایم اے، ایل ایل بی مصنف کی سپاس گزاری فرض عین جانتا ہوں، جن سے مجھے اس تالیف میں قابل قدر مدد ملی،

ہاں جن مصائب کا سامنا اس کتاب کی طباعت میں مجھے ہوا ہے اونکا ذکر بیکار و بے محل ہے، مگر جو وقت اسکے عالم شہود میں آجانیکا سمجھا جاتا تھا اوس سے بہت دیر بعد یہ امید برآئی نظر آئی، مارچ ۱۹۲۴ء مولوی نورالرحمن صاحب ایم اے، کے مشورے سے کتاب محمدی پریس علیگڑھ میں دی گئی، مطبع کے مالک ڈاکٹر اشفاق علی صاحب قریشی ایم اے، ال ال بی، و منشی عبدالقدیر صاحب جلیسری تھے، بدنصیبی سے ۱۹۲۵ء میں کسی باہمی نااتفاقی کے باعث منشی عبدالقدیر صاحب نے اپنا جداگانہ مطبع ''مطلع النور'' کے نام سے قائم کیا۔ اس کتاب کی کتابت چونکہ خود منشی صاحب کر رہے تھے اسلئے الکسو تر لیسٹھ صفحات سے معہ دیباچہ اونکے مطبع میں شائع ہونے کے لئے دیدی گئی۔ اور منتظران صاحب نظر کو یہ دو سال کا زمانہ بڑی بےچینی اور تقاضوں کے ساتھ گزارنا پڑا جسکی معافی چاہتا ہوں

سپاس گزار

محمد عبدالعلی شوق سندیلوی

۲۰ فروری ۱۹۲۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غزل

خواب میں اُن کا گلے مل کے جدا ہو جانا — دل کے ارمانوں میں اک حشر بپا ہو جانا

آج پورا تھا مقدر کا لکھا ہو جانا — یوں تیرے عشق میں انگشت نما ہو جانا

بوئے خونِ دلِ عاشق تو نہیں چھپ سکتی — گو بہت سہل ہے ہم رنگِ حنا ہو جانا

صورتِ حال یہ آئینہ رازِ دل ہے — رنگ چہرے کا سرِ بزم ہوا ہو جانا

آج اُن کی نگہِ ناز کا وہ اُٹھ کے ادھر — دردمندانِ محبت کی دوا ہو جانا

او ادھر کی اظہارِ دفا پر دمِ غیظ — بدنصیبوں کو نہ پیغامِ قضا ہو جانا

ساتھ پروانوں کے جل جل کے دلِ شمع نصیب — داخلِ ملتِ اربابِ وفا ہو جانا

دلِ بیمار یہ ہیں دشمنِ صحت آثار — اِک خیال آتے ہی پھر درد سوا ہو جانا

آخری وقت بھی کیا ساتھ نبھا دل نے — روٹھنا اُن کا اِدھر دم کا خفا ہو جانا

خوبرویوں سے کہیں کر کے محبت اے شوق
نہ خدا کے لئے محصورِ بلا ہو جانا

خواب میں اُن کا گلے مل کے جُدا ہو جانا — دل کے ارمانوں میں اک حشر بپا ہو جانا

میرے حق میں ہے قیامت کا بپا ہو جانا

پہلے مطلع دولخت تھا - احسن

دل کے ارمانوں میں پھر حشر بپا ہو جانا

یاد ہے اُن کا گلے مل کے جدا ہو جانا

خواب نے کچھ کام نہیں دیا - اطہر

ہائے وہ اُن کا گلے مل کے جدا ہو جانا — اور ارمانوں میں اک حشر بپا ہو جانا

اُس ستمگر کا گلے مل کے جدا ہو جانا — دل کے ارمانوں میں تھا حشر بپا ہو جانا

خواب میں اُن کا وہ آنا وہ جدا ہو جانا

وہ کی ضرورت تھی بلا اسکے جملہ ناقص تھا - باقی

حسرتوں میں ہے قیامت کا بپا ہو جانا

آنکھ کھلتے ہی وہ اک حشر بپا ہو جانا

دل کے ارمانوں میں تھا حشر بپا ہو جانا

دل کے ارمانوں میں تھا حشر بپا ہو جانا

یاد ہے اُن کا گلے مل کے جُدا ہو جانا

اُن کا ملنا کبھی اور مل کے جُدا ہو جانا

نہ بھلا کچھ مجھے وعدے کا وفا ہو جانا — قہر تھا اُن کا گلے مل کے جدا ہو جانا

اور ارمانوں میں اک حشر بپا ہو جانا

کیا تھا میرے لئے تھا حشر بپا ہو جانا

دل کے ارمانوں میں تھا حشر بپا ہو جانا

ہائے وہ اُن کا گلے مل کے جدا ہو جانا

بزم، بیخود دہلوی، جلیل، دل، ریاض، شاد، شوق، صفی، عزیز، ناطق، وحشت،

آج پورا تھا مقدّر کا لکھا ہو جانا	یوں ترے عشق میں انگشت نما ہو جانا	پہلا
بزمِ اغیار میں اُس بُت کا خفا ہو جانا	جاں نثاروں کا ہے انگشت نما ہو جانا	احسن
میری تقدیر کو چمکا کے بنا دے گا ہلال		آرزو
ہو گیا آج نصیبوں میں جو تھا ہو جانا		آزاد
مجھکو ڈر ہے کہیں تجھکو بھی نہ کردے بدنام	یوں مرا عشق میں انگشت نما ہو جانا	اطہر
وہ ترا شرم سے پابند حیا ہو جانا	وہ مرا خلق میں انگشت نما ہو جانا	افضل
تھا مقدر کا لکھا ورنہ کسے تھا معلوم		باقی
مجھسے اب ناصحِ ناداں بھی حذر کرتا ہے		بیباک
حیف پورا مری قسمت کا لکھا ہو جانا		بیخود دہلوی
لکھنے والے نے مقدّر میں لکھا تھا ظالم		جگر
کرچکا آج مقدّر کے لکھے کو پورا		جلیل
طے ہوا آج مقدر کا لکھا ہو جانا		دل
مجھکو ڈر ہے کہیں محشر میں بھی رسوا نکرے		ریاض
کام دشوار تھا آسان نہ تھا ہو جانا		سائل
تیری اُنگلی کے اشارے نے دکھایا مجھکو		شوق
کاہشِ غم نے کیا اور بھی رسوا افسوس		صفی
شمع کی طرح شبِ ہجر فنا ہو جانا		عزیز
اہلِ باطن کے لئے عزتِ دارین یہ ہے	عشقِ دلدار میں انگشت نما ہو جانا	محشر
چاند کو دعویِ اُلفت ہے تو پہلے سیکھے	جستجو میں تری انگشت نما ہو جانا	مضطر
شہرتِ عشق کی معراج ہے مانند ہلال	تیرے بدنام کا انگشت نما ہو جانا	ناطق

نوح: میرے خیال میں جہاں اس طرح کے قافیے ہوں مطلع اس التزام سے کہنا چاہئے کہ ایک

" قافیہ اُردو ہو اور ایک فارسی ہو جب مطلع میں دونوں قافیے فارسی ہوں۔ تو غزل میں بھر .

نوح — اُردو قافیے نہ لانا چاہئے۔ یہ میرا خیال ہے اور کوئی اس کا پابند نہیں، نوح

〃 — کہہ رہا ہوں یہ تو سے کہ ہنسی کھیل نہیں ‌ ‌ ‌ اس طرح عشق میں انگشت نما ہو جانا

نیاز — حیف قسمت کہ گوارا مجھے کرنا ہی پڑا

وحشت — مصرعہ اول ایک اور مطلب کا تقاضا کرتا ہے "آج پورا تھا مقدر کا لکھا ہو جانا" یعنی وہ بات

〃 — ہوئی جو ہونیوالی تھی اگرچہ اُس کی خواہش نہ تھی کسی کے عشق میں انگشت نما ہو جانا۔ یہ عاشق

〃 — کے لئے کوئی بُری بات نہیں ہے، یہ تو اس کے لئے باعث فخر ہے پھر آج کا لفظ تشریح طلب

〃 — تھا میں نے دونوں مصرعوں پر الگ الگ مصرعہ لگا دیے ہیں، وحشت ۵

〃 — آخر اُس بت کے تغافل نے کیا کام تمام ‌ ‌ ‌ آج پورا تھا مقدر کا لکھا ہو جانا

〃 — تیری تائید بھی تھی ورنہ کہاں ممکن تھا ‌ ‌ ‌ یوں ترے عشق میں انگشت نما ہو جانا

بوئے خونِ دلِ عاشق تو نہیں چھپ سکتی ‌ ‌ ‌ گو بہت سہل ہے ہم رنگِ حنا ہو جانا

آرزو — بوئے خونِ دل عاشق تو نہیں چھپ نے کی ‌ ‌ ‌ کام کیا آئیگا ہم رنگِ حنا ہو جانا

آزاد — ورنہ کچھ بات ہے ہاتھوں کی حنا ہو جانا

اطہر — اُن کو مشکل ہے شبِ وعدہ مرے گھر آنا ‌ ‌ ‌ بہت آسان ہے پابندِ حنا ہو جانا

افضل — یہ بھی لکھا تھا جبیں پر مری شاید دمِ حشر ‌ ‌ ‌ خون ناحق کا مبدّل بہ حنا ہو جانا

جگر — بوئے خونِ دلِ عاشق سے وہ گھبراتے ہیں

دل — گو بہت سہل ہے مخلوط حنا ہو جانا

سائل — بوئے خونِ دلِ عاشق کا چھپانا ہے محال ‌ ‌ ‌ غیر ممکن نہیں ہم رنگ حنا ہو جانا

شاد — بوئے خونِ دلِ عشاق نہیں چھپ نے کی ‌ ‌ ‌ ہاں بہت سہل ہے ہم رنگ حنا ہو جانا

صفی — دل کے پسنے پہ بھی قسمت کی رسائی معلوم

عزیز — بوئے خونِ دل عاشق بھی کہیں چھپتی ہے

مضطر — خون عاشق سے وہ کہتے ہیں کہ تو حشر کے دن ‌ ‌ ‌ دو گھڑی کے لئے ہم رنگِ حنا ہو جانا

مومن — بوئے خونِ دل عاشق کا ہے چھپنا دشوار ‌ ‌ ‌ گرچہ آسان ہے ہم رنگِ حنا ہو جانا

سہل ہے رنگ کا ہم رنگ حنا ہو جانا — مومن

آگئی ہاتھ سے خونِ دلِ عشاق کی بو — یہ بھی کیا رنگ کا ہے رنگ حنا ہو جانا — ؍؍

بوئے خونِ دلِ عاشق کبھی چھپنے کی نہیں — نوح

بوئے خوں لے دلِ پامال کہاں جائیگی — تجھکو تو سہل ہے ہم رنگ حنا ہو جانا — نیاز

بوئے خون دل عاشق بھی کہیں چھپتی ہے — یکتا

باقی، بزم، بیباک، بیخود دہلوی، جلیل، ریاض، شہرت، شوق، مائل، محشر، ناطق، وحشت،

صورتِ حال یہ آئینۂ رازِ دل ہے — رنگ چہرے کا سرِ بزم ہوا ہو جانا

شمع کشتہ کے دھوئیں سے نہ سمجھ کم اے دل — آرزو

صورتِ حال بھی غماز ہے کیا لازم تھا — آزاد

کر رہا ہے یہ محبت کو کسی کی ظاہر — فضل

رنگ فق ہو جانا۔ رنگ اُڑ جانا بولتے ہیں۔ رنگ ہوا ہو جانا نہیں بولتے گو معناً یہ صحیح ہو لیکن یہ اس کا محل نہیں۔ فافہم وتامل۔ باقی — باقی ؍؍

ترجمانِ دلِ پُر درد نہیں تو کیا ہے — بیباک

آئے ہو بادِ بہاری کی طرح دیکھ تو لو — رنگ رخ کا دمِ دیدار ہوا ہو جانا — جگر

جلوہ افروزیٔ جاناں کی خبر دیتا ہے — شمع کا رنگ سرِ بزم ہوا ہو جانا — جلیل

دلِ بے صبر یہ ہے آئینۂ رازِ نہاں — دل

رنگ چہرے کا مرے تیرے ہوا ہو جانا — سائل

صورتِ حال خود آئینۂ رازِ دل ہے — شاد

صاف ظاہر ہے یہ آئینۂ رازِ دل ہے — شہرت

مصرع بہت اُلجھ گیا ہے۔ بندش کو ہمیشہ صاف رہنا چاہئے اور صفائی کے سامنے رعایتِ لفظی کا خیال نہ ہونا چاہئے۔ شوق قدوائی — شوق

شوق — کیا چھپے عشق کہ کچھ سب کے دیتا ہی

عزیز — شعر اچھا تھا مگر رنگ اُڑ جانا۔ رنگ فق ہونا محاورہ ہے رنگ ہوا ہو جانا محل تامل ہی۔ عزیز

مضطر — شمع نے دیکھ لیا ہے ترے جلوے کو ضرور ۔۔۔ ورنہ دشوار تھا یوں رنگ ہوا ہو جانا

مومن — بن گیا آئینۂ صورتِ حالِ دلِ زار

ناطق — چہرے کے رنگ کا ہوا ہو جانا محاورہ میں نہیں محتاج سند ہی۔ رنگ اُڑ جانا۔ رنگ فق

" — ہو جانا۔ زرد ہو جانا۔ ناطق

نوح — اضطرابِ دلِ عاشق کا پتہ دیتا ہے

نیاز — ضبطِ غماز ہوا، ورنہ بہت آساں تھا

وحشت — کھول دیتا ہی مرے شوق نہاں کا پردہ

یکتا — صورتِ حال بھی آئینۂ رازِ دل ہے

احسن، اطہر، بزم، بیخود دہلوی، ریاض، صفی، مائل، محشر۔

آج اُن کی نگہ ناز کا وہ اُٹھ کے اِدھر ۔۔۔ دردمندانِ محبت کی دوا ہو جانا

احسن — ہائے اُن کی نگہ ناز کہ اُٹھ اُٹھ کے اُسے

آرزو — نا اُمیدی میں وہ اُس کی نگہ قہر کا زہر

آزاد — درد ہو کر نگہ ناز کا دیکھا تم نے

اطہر — چشم بیمار سے کرنا وہ اشارہ اُن کا ۔۔۔ اور بیمارِ محبت کی دوا ہو جانا

افضل — موت کیا شام شب ہجر نہیں ہے دشوار ۔۔۔ حق میں بیمارِ محبت کے دوا ہو جانا

باقی — یہ نگہ لطف کا موقع ہی۔ التماس صحت میں جو لطف ہی وہ اظہار صحت میں کہاں۔ باقی

" — ہی تری اِک نگہ لطف و کرم کا اُٹھنا

بیباک — تو اگر چاہے تو آتا ہے ترے خنجر کو

جگر — دیکھنا اپنے مریضوں کا مسیحا بن کر

جلیل — ہائے تیری نگہ ناز نے سیکھا کس سے

ریاض — تیرے صدقے نگہہ ناز تو اُٹھ کر سرِ بزم

سائل — مدعا پرسشِ بیمار سے کیا ہے سمجھو

شاد — آج اُن کی نگہہ ناز کا اُٹھ اُٹھ کے ادھر

صفی — اُف وہ اُن کی نگہہ ناز کا اُٹھ اُٹھ کے ادھر

مائل — تیری خاکِ کفِ پا کو ہے بہت ہی آساں

محشر — تجھ سے ہم اے نگہہ ناز کیے رکھتے ہیں

مضطر — تم جو آجاؤ تو ممکن ہے دمِ آخر بھی

مومن — چشمِ بیمار کا وہ ناز و ادا سے اُٹھنا — اور بیمارِ محبت کی دوا ہو جانا

ناطق — زہرِ قاتل بھی اُتار آگیا اِس وعدے پر

نوح — آج اُن کی نگہہ ناز کا اٹھنا اُٹھ کر

نیاز — اس طرف چشمِ حسیں کا تری اُٹھنا اکبار — اِس طرف دردِ محبت کی دوا ہو جانا

یکتا — یاد ہے اُس نگہہ ناز کا اُٹھ کر سرِ بزم — وہ مریضانِ محبت کی دوا ہو جانا

بزم، بیخود دہلوی، دل، شہرت، شوق، عزیز، وحشت۔

او ادا قہر کی اظہارِ وفا پر دمِ غیظ — بدنصیبوں کو نہ پیغامِ قضا ہو جانا

احسن — او ادائے ستم اظہارِ وفا پر دمِ غیظ

آرزو — جانفزا بنکے جو آیا ہی تو لے مژدۂ وصل

آزاد — دیکھ او قہر کی آنکھ اشک وفا پر دمِ غیظ

اطہر — وہ ادا اُن کی۔ ہی اعجاز مسیحا جس میں — اُس کا میرے لئے پیغامِ قضا ہو جانا

فضل — دیکھتے ہو نگہہ قہر سے مجھکو سرِ بزم — چاہتے ہو ہدفِ تیرِ قضا ہو جانا

باقی — ادا سے نگاہ بہتر ہے۔ جب قہر کی ادا کہہ دیا تو اب دمِ غیظ کہنا بے سود ہوگیا۔ باقی

" — او نگارہ غضب آگیں دمِ اظہارِ وفا

بیباک — ہو نہ جائے کہیں موجب تری رسوائی کا — دلِ مشتاق کا ممنونِ قضا ہو جانا

جگر — نگہہ یار سے کہتی ہیں نگاہیں میری
جلیل — او ادا قہر کی اظہارِ وفا پر شبِ وصل — تو مرے حق میں نہ پیغام قضا ہو جانا
دل — او ادا قہر و غضب کی دمِ اظہارِ وفا
ریاض — دمِ اظہارِ وفا او نگہہ قہر آلود
سائل — او ادا قہر کی او غمزۂ غفلت اوصاف
شاد — او ادا قہر کی اظہارِ وفا پر للّٰہ — تو نہ میرے لئے پیغام قضا ہو جانا
شوق — قطع ہو اُن سے جو امید تو بڑھکر اے یاس — تو ہی میرے لئے پیغام قضا ہو جانا
صفی — تیرے ہی دم کا سہارا ہے ادائے دلبر
عزیز — دمِ اظہارِ وفا اے نگہہ غیظ آلود
مضطر — موت کو جان کا دینا مجھے منظور نہیں — اس سے بہتر ہے کہ تم میری قضا ہو جانا
مومن — نگہہ قہر خدا را دمِ اظہارِ وفا
نیاز — قلمزد
وحشت — او ادا قہر کی۔ یہ خطاب کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا پھر دم غیظ بھرتی کا فقرہ تھا۔ وحشت
〃 — تیری بیداد کا پیغام قضا ہو جانا — ہے مرے عقدۂ دشوار کا وا ہو جانا
یکتا — دیکھنا او نگہہ قہر دمِ عرضِ وفا

بزم، بیخود دہلوی، شہرت، محشر، ناطق، فرح۔

ساتھ پروانوں کے جل جل کے دلِ شمع نصیب — داخلِ ملّتِ اربابِ وفا ہو جانا

آزاد — جل کے پروانوں کے ساتھ اے دل ہم قسمتِ شمع
〃 — جل کے پروانوں کے ساتھ اے دل ہم مشربِ شمع
اطہر — مثلِ پروانہ کسی بزم میں جل کر اے دل — تو بھی اب شاملِ اربابِ وفا ہو جانا
افضل — ساتھ پروانوں کے جل جل کے دلِ شمع صفت
باقی — ساتھ پروانوں کے جل جل کے دلِ سوز نصیب

جگر — شمع پروانوں سے کہتی ہے کہ جلکر دم صبح
شامل صحبتِ اربابِ وفا ہو جانا

دل — بوالہوس کو کسی تعلیم سے ہوگا نہ نصیب
سائل — ساتھ پروانوں کے جل جل کے سر بزم اے دل
شاد — ساتھ پروانوں کے جل جل کے دلِ سوز نصیب
شہرت — وہ مٹاکر مجھے کہتے ہیں مبارک یہ شرف
" — جل کے پروانے نے چاہا ترے عاشق کی طرح
شوق — منہ سے کہنا تو ہے آسان۔ بہت مشکل ہے
مائل — ساتھ پروانوں کے جل جل کے سحر تک اے شمع
محشر — شمع پروانے کے ارمان میں تو بھی جل کر
مضطر — قلمزد
مومن — مثل پروانوں کے جل جل کے دل شمع نصیب
ناطق — ساتھ پروانوں کے جل بجھ کے ترا شمع سحر
نوح — مثل پروانوں کے جلنا ہی نہیں اے دلِ زار
نیاز — شمع نصیب کی ترکیب درست نہیں ہے غم نصیب، آفت نصیب، حرماں نصیب، ان ترکیبوں سے
ظاہر ہے "وہ جسکو غم نصیب ہوا ہو، جسکے نصیب میں آفت ہو، حرمان جس کے نصیب
میں ہو" پس شمع نصیب کے معنی ہونگے جسکو شمع نصیب ہوئی ہو! جسکے نصیب میں شمع ہو!!
وحشت — ساتھ پروانوں کے جل جل کے دل شمع صفت
" — ص — بیباک - عزیز -
" — احسن - آرزو، بزم، بیخود دہلوی، جلیل، ریاض، صفی، یکتا۔

دلِ بیمار یہ ہیں دشمن صحت آثار
اِک خیال آتے ہی پھر درد سوا ہو جانا

احسن — دلِ بیمار یہ آثار تو صحت کے نہیں

آرزو — یہ مرض کونسا ہے لے دلِ بیمار بتا — کچھ خیال آتے ہی پھر درد سوا ہو جانا ..

آزاد — دل وحشی کے اِس آزار کی تدبیر نہیں

اطہر — دلِ بیمار یہ آثار بُرے ہیں تیرے

افضل — کیا نہیں ہے یہ محبت کی ترقی کا ثبوت — درد کا دل میں ترے حد سے سوا ہو جانا

باقی — پہلے مصرع میں تعقید ہے۔ نیز طرز بیان بہت ہی کمزور۔ دوسرے مصرع میں بجائے اِک کے کچھ نے بہت زور پیدا کر دیا۔ باقی

" — یہی حالت ہے تو بیمار کی صحت معلوم — کچھ خیال آتے ہی پھر درد سوا ہو جانا

بزم — دلِ بیمار یہ ہے دشمنِ صحت آثار

بیباک — چارہ گر خوبیٔ قسمت سے سمجھتا ہی نہیں — درد کا ہجر میں رہ رہ کے سوا ہو جانا

جگر — ✓ دلِ بیمار یہ بھاری ہی بہت ہجر کی شب

ریاض — دلِ بیمار یہ اچھا نہیں تیرے حق میں — درد کا اُن کے تصوّر سے سوا ہو جانا

سائل — اب افاقہ سہی ممکن تو ہے یہ چارہ گرو — کچھ خیال آتے ہی پھر درد سوا ہو جانا

شوق — ہیں یہ آثار بُرے لے دلِ بیمار کے درد — اِک خیال آتے ہی پھر تیرا سوا ہو جانا

عزیز — دلِ بیمار یہ آثار تو جینے کے نہیں

مائل — اُٹھ کے ہر بار تری بزم سے یوں جاتا ہوں — یاد آتا ہے وہ کہنا کہ ذرا ہو جانا

مضطر — دمِ آخر مرے پہلو سے نہ اُٹھو دیکھو — کیونکہ ممکن ہے مرا درد سوا ہو جانا

مومن — دلِ بیمار یہ صحت کے ہیں کمبخت آثار — اِک خیال آتے ہی بس درد سوا ہو جانا

" — اک خیال آتے ہی یوں درد سوا ہو جانا

ناطق — قلمزد

نوح — جب یہ صورت ہی تو مجھکو نہیں اُمید شفا — کچھ خیال آتے ہی پھر درد سوا ہو جانا

نیاز — دلِ بیمار یہ آثار تو کچھ خوب نہیں

یکتا — دلِ بیمار یہ صحت کے نہیں ہیں آثار

بیخود دہلوی، جلیل، دل، شاد، شہرت، صفی، محشر، وحشت ۔۔

آخری وقت بھی کیا ساتھ نباہا دل نے — روٹھنا اُن کا اِدھر دم کا خفا ہو جانا

احسن — آخری وقت بھی چھوڑا نہ گیا پاس وفا — اُن کا رُکنا کہ مرے دم کا خفا ہو جانا

آرزو — زندگی تھی کہ کوئی راز محبت کا طلسم — رُوٹھنا اُن کا مرے دم کا خفا ہو جانا

آزاد — رُوٹھنا اُنکا اِک آفت دمِ رخصت ہے اُدھر — اِک قیامت ہے ادھر دم کا خفا ہو جانا

فضل — پھر اُسی طرح سے کرنا تہ و بالا دل کو — پھر اُسی طرح سے اِک بار خفا ہو جانا

باقی — دل نے کیا ساتھ نباہا۔ دم کا خفا ہو جانا کیا ؟ باقی

" — میرے پہلو سے نہ تھا آپ کا اُٹھ کر جانا — تھا مری روح کا یہ تن سے جدا ہو جانا

بزم — آخری وقت بھی کیا ساتھ نباہا اِس نے

جگر — آخری وقت دیا جان نے بھی اُن کا ساتھ

جمیل — کیا بگڑنے کی ادا تھی کہ قضا بن کے رہی

دل — دم رخصت بھی عجب ساتھ نباہا دل نے — رُخ اُدھر پھرنا ادھر دم کا خفا ہو جانا

رضی — کیا برابر کا دیا ہے دم آخر نے جواب

سائل — جان تن میں رہی جبتک وہ رہے خرم و شاد — روٹھنا اُن کا تھا یا دم کا خفا ہو جانا

شوق — اک ذرا تھم ابھی او روٹھنے والے میرے — دیکھ لے مجھ سے مرے دم کا خفا ہو جانا

عزیز — روٹھنا آپ کا اور دم کا خفا ہو جانا

مومن — آخری وقت بھی کمبخت نے کیا ساتھ دیا

نوح — اُف وہ منظر بھی تھا کس قہر و غضب کا منظر — روٹھنا اُن کا مرے دم کا خفا ہو جانا

نیاز — آخری وقت بھی کیا ساتھ نباہا دم نے — روٹھنا اُن کا اِدھر اِس کا خفا ہو جانا

وحشت — آخری وقت کون کس سے روٹھتا ہے۔ اُس وقت تو ضرور رحم آجاتا ہے۔ وحشت

" — وہ جو برہم تھے تو نازک تھا کچھ اپنا بھی مزاج

یکتا — افسوس دم کا خفا ہونا بمعنی مرگ مستعمل نہیں بلکہ اس کے معنی انقباض نفس۔ دم گھٹنے

" — سانس رکنے کے ہیں۔ اگر یہ محاورہ بمعنی مرگ مستعمل ہوتا تو آخری وقت کا فقرہ

یکتا — بہت ہی مناسب تھا۔ باہم روٹھنا اور خفا ہونا لطف دے رہا ہے۔ یکتا

〃 — ساتھ ہر حال میں کیا خوب نباہا دل نے

ص — اطہر۔ بیباک۔ شہرت۔

بیخود دہلوی، شاد، صفی، محشر، مضطر، ناطق،

خوبرویوں سے کہیں کرکے محبت اے شوق — نہ خدا کے لئے محصورِ بلا ہو جانا

احسن	خوبرویوں کی محبت ہی مصیبت اے شوق	تم خدارا نہ گرفتارِ بلا ہو جانا
آرزو	پھیر قسمت کا ہی اس زلف کی اُلفت اے شوق	
آزاد	دام ہی دام حسینوں کی محبت اے شوق	دیکھنا یار نہ محصورِ بلا ہو جانا
اطہر		نہ خدا کے لئے پابندِ بلا ہو جانا
افضل	زلف کی اُنکے کہیں کرکے محبت اے شوق	

باقی — زلف کے ذکر سے محصورِ بلا ہو جانے کا ثبوت کامل ہوگیا۔ باقی

〃	زلف والوں کو کہیں دیکے دل اپنا اے شوق	
بیباک		تم خدارا نہ گرفتارِ بلا ہو جانا
بیخود دہلوی		دیکھنا تم نہ گرفتارِ بلا ہو جانا
جگر		زندگی سے نہ جدائی میں خفا ہو جانا
دل	بندۂ زلفِ بتاں بنکے کہیں تم اے شوق	
ریاض	خوبرویوں سے ذرا کرکے محبت اے شوق	نہ کہیں تم ہدفِ تیرِ بلا ہو جانا
سائل		نہ کہیں مصدرِ آفات بلا ہو جانا
شاد		تم نہ للہ گرفتارِ بلا ہو جانا
شہرت	خوبرویوں سے تو کرتے ہو محبت اے شوق	
شوق	مرگِ عشاق کی حالت وہی سمجھے ساحل	جس نے دیکھا ہی حبابوں کا فنا ہو جانا
عزیز	جان دیتے ہی بنے دام محبت میں تجھے	شوق اِس طرح نہ محصورِ بلا ہو جانا

شوق نے عشق مجازی کا یہ دیکھا انجام

مائل — نہ گرفتار بلا مرد خدا ہو جانا

محشر — پائے بندِ رہِ تسلیم و رضا ہو جانا

مضطر — نہ خدا کے لئے پابند بلا ہو جانا

اُنکی کاکل کو کہیں چھیڑ کے ایحضرت شوق

نوح

ہم نہ کہتے تھے کہ ایشوق نہ مِل اُس سے اگر

نیاز — تجھکو منظور تھا خود صید بلا ہو جانا

خوبرویوں سے کہیں دلکو لگا کر ایشوق

یکتا

بزم، جلیل، صفی، مومن، ناطق، وحشت،



غزل

اب اپنا دل تنگ ہی زندانِ تمنّا
اللہ رے یہ جوش فراوانِ تمنّا

کیا ڈالیں کسی آرزوے تازہ کی بنیاد
نظروں میں ہی بربادیِ ایوانِ تمنّا

ہچکی کی صدا سب جسے سمجھے دمِ آخر
ٹوٹا تھا یہ قفلِ درِ زندانِ تمنّا

جز خواب نہیں وعدۂ باطل کی حقیقت
جز وہم نہیں موجۂ طوفانِ تمنّا

تیری نگہہِ لطف تھی تمہیدِ محبّت
میری نگہہِ شوق ہی عنوانِ تمنّا

اے قافلۂ یاس گذر دل میں نہو کر
پامال نہ کر گورِ غریبانِ تمنّا

اے شوق ہی اب روح کو پرواز بھی دشوار
پیوست کلیجے میں ہے پیکانِ تمنّا

اب اپنا دلِ تنگ ہی زندانِ تمنّا ۔ اللہ رے یہ جوشِ فراوانِ تمنّا

الفت میں دل تنگ ہے زندان تمنا ۔ اللہ رے مرا جوش فراوان تمنا — احسن

اپنا ہے دل تنگ کہ زندان تمنا — اطہر

تو جب سے ہوا قائل احسان تمنا ۔ کرتا ہے ہر اک خلق میں ارمان تمنا — افضل

جوش فراواں تمنا کے سبب سے دل تنگ کا زندان تمنا ہو جانا سمجھ میں نہیں آیا۔ تمنا کا دل تنگ سے نہ نکلنا ہی اس کے زندان تمنا ہونے کے لئے کافی ہے۔ باقی — باقی

مدت سے دل تنگ ہے زندان تمنا ۔ پھر بھی نہیں کم جوش فراوان تمنا — 〃

دل رہ نہ سکا ضبط سے زندان تمنا — بیباک

اک قطرہ میں یہ جوش فراوان تمنا ۔ یارب ہے دل تنگ کہ طوفان تمنا — بیخود موہانی

اپنا ہی دل تنگ ہے زندان تمنا ۔ اللہ یہ ہے جوش فراوان تمنا — ریاض

کیا عرض کروں جوش فراوان تمنا — سائل

پھر میرا دل تنگ ہے زندان تمنا ۔ قربان ترے جوش فراوان تمنا — شفق

دونوں مصرعوں میں ربط مطلق نہ تھا دونوں کے مطالب الگ الگ تھے۔ اور ایک کو دوسرے سے تعلق نہیں۔ شوق — شوق

نکلا نہ کبھی عشق میں ارمان تمنا ۔ آخر مرا دل ہو گیا زندان تمنا — 〃

جوش کا مقتضا وسعت ہے نہ کہ تنگی۔ ناطق۔ — ناطق

اب دل نظر آتا ہے بیابان تمنا — 〃

اور جوش جنوں سلسلہ جنبان تمنا — نظم طباطبائی

ہے سیل عرم دست بدامان تمنا — 〃

دل تنگ سے کوئی خوبی نہ پیدا ہوئی۔ نوح — نوح

پہلو میں دل اپنا ہے کہ زندان تمنا — 〃

مصرعہ اول میں فراوانی تمنا کا کوئی ثبوت نہیں ہے اگر دل تنگ زندان تمنا ہو گیا تو۔ — نیاز

نیاز — اس سے جوش فراوان تمنا کیونکر ثابت ہو سکتا ہے۔ نیاز

〃 — دل شق ہوا وا ہو گیا زندان تمنا

وحشت — دیکھے تو کوئی جوش فراوان تمنا

ص یکتا۔

آرزو، بیخود دہلوی، جگر، جلیل، دل، زمہری، شہرت، صفی، عزیز، محشر، مضطر، مومن۔

کیا ڈالیں کسی آرزوئے تازہ کی بنیاد — نظروں میں ہے بربادیِ ایوان تمنا

احسن — حتی الامکان دبتے ہوئے الفاظ موزوں نہ ہونے چاہیئے۔ احسن

〃 — ڈالے کوئی کیا آرزوئے تازہ کی بنیاد

آرزو — ڈالے کوئی کیا آرزوِ تازہ کی بنیاد

باقی — فارسی ترکیب میں واؤ کا گرانا ممنوع ہے۔ باقی

بیخود موہانی — جب پڑنے لگی آرزوئے تازہ کی بنیاد — یاد آ گئی بربادیِ ایوان تمنا

جگر — برباد کیا ہجر نے ایوان تمنا

دل — اب کیا کسی امید کی بنیاد ہو قائم

ریاض — جب ایوان تمنا مصرعہ آخر میں موجود ہے تو مصرعہ اول میں کوئی کے ساتھ آرزو، حسرت، امید، تمنا کی ضرورت باقی نہیں رہی، بغیر مکان صرف آرزوِ تازہ کی بنیاد ڈالنی اچھا نہیں۔ ریاض

〃 — ویرانۂ دل میں کوئی گھر خاک بنائے

زمہری — کیا ڈالیں کسی آرزوِ تازہ کی بنیاد

سائل — مسمار ہوا جاتا ہے ایوانِ تمنا

شفق — کیا ڈالیں اور بنیاد میں تعقیدی فاصلہ ہے۔ خانہ دل کی ویرانی گویا بربادیِ ایوان تمنا ہے۔ شفق۔

ہونے لگا جب خانۂ دل ہجر میں ویراں   یاد آگئی بربادیِ ایوانِ تمنا   شفق

یہ شعر بھی بالکل ناقص دونوں مصرعوں میں کچھ ربط نہیں۔ قلمزد۔ شوق   شوق

زلفوں کو نہ وہ میری نگاہوں سے چھپاتے   سنتے جو کبھی حالِ پریشانِ تمنا   ؍؍

وہ دل نہ رہا جو کہ تھا ایوانِ تمنا   محشر

کیا رکھئے کسی آرزوئے تازہ کی بنیاد   ناطق

ہے یاد وہ بربادیِ ایوانِ تمنا   نظم طباطبائی

ضرورت تھی کہ کسی گزری ہوئی تمنا کی بربادی کی طرف اشارہ کیا جائے اسلئے   نیاز

"وہ" بڑھایا علاوہ اسکے اب تک کا اظہار ضروری تھا شعر کا مفہوم تشنہ رہتا تھا۔ نیاز   ؍؍

کیا آرزوئے تازہ ہو پیدا کہ نظر میں   اب تک ہے وہ بربادیِ ایوانِ تمنا   ؍؍

اس شعر میں غزلیت کوٹ کوٹ بھری ہے ماشاء اللہ۔ یکتا   یکتا

ص   اطہر، افضل، بیباک، صفی، مضطر، وحشت،
بیخود دہلوی، جلیل، شہرت، عزیز، مومن، نوح۔

ہچکی کی صدا سب جسے سمجھے دمِ آخر   ٹوٹا تھا یہ قفلِ درِ زندانِ تمنا

تھا ٹوٹتا قفلِ درِ زندانِ تمنا

ٹوٹا تھا وہ قفلِ درِ زندانِ تمنا   احسن

ٹوٹا تھا وہ قفلِ درِ زندانِ تمنا   اطہر

ٹوٹا تھا وہ قفلِ درِ زندانِ تمنا   افضل

ٹوٹا تھا وہ قفلِ درِ زندانِ تمنا   باقی

ٹوٹا تھا وہ قفلِ درِ زندانِ تمنا   بیباک

ٹوٹا تھا وہ قفلِ درِ زندانِ تمنا   بیخود دہلوی

ٹوٹا تھا وہ قفلِ درِ زندانِ تمنا   جگر

ٹوٹا تھا وہ قفلِ درِ زندانِ تمنا   دل

ٹوٹا تھا وہ قفلِ درِ زندانِ تمنا   ریاض

سائل — ہچکی جسے سمجھے ہوئے بیٹھے ہیں سب احباب — ٹوٹا نہ ہو قفلِ درِ زندانِ تمنا

شفق — ہچکی کی صدا سُن کے میں سمجھا دمِ آخر — ٹوٹا کوئی قفلِ درِ زندانِ تمنا

محشر — اے چارہ گرو نزع میں کیا چیز تھی ہچکی

مضطر — ہچکی کی صدا اس کو نہ سمجھو دمِ آخر — ٹوٹا ہے یہ قفل درِ زندان تمنا

نیاز — ہچکی کی صدا سب جسے سمجھے تھے دمِ نزع

وحشت — ٹوٹا تھا وہ قفل درِ زندان تمنا

یکتا — یہ اور وہ اسمائے اشارات ہیں یہ قریب کے لئے اور وہ بعید کے لئے جب صیغہ ماضی بعید کا برتا گیا ہے تو یہ سے وہ مناسب ہے۔ یکتا

" — ہچکی کی صدا ہم جسے سمجھے دمِ آخر — ٹوٹا تھا وہ قفل درِ زندان تمنا

ص — بیخود موہانی، بزم، شہرت، صفی، آرزو، جلیل، زہری، شوق، عزیز، مومن، ناطق، نظم، نوح،

جز خواب نہیں وعدۂ باطل کی حقیقت — جز وہم نہیں موجۂ طوفان تمنا

فضل — ہاں خواب نہیں وعدۂ باطل کی حقیقت — ہاں وہم نہیں موجۂ طوفان تمنا

بیباک — جزاک اللہ۔ بیباک

بیخود موہانی — جز خواب نہیں جوشِ تخیل کی حقیقت — جز وہم نہیں ہستیِ طوفان تمنا

جگر — سمجھے یہ ترے وعدۂ باطل کی حقیقت — ہے وہم و گماں موجۂ طوفان تمنا

سائل — جز مرگ نہیں موجۂ طوفان تمنا

شوق — موجۂ طوفان کا قافیہ کیا تعلق رکھتا تھا۔ کچھ نہیں قلزم۔ شوق

" — جز خواب سبب کون ہے امیدِ وفا کا — جز وہم لقب کون ہے شایان تمنا

ناطق — جز خواب نہیں جزر و مدِ قلزمِ امید

نظم طباطبائی — جز خواب نہیں لذتِ فانی کی حقیقت

نوح — موج کے ہوتے ہوئے موجہ فصیح نہیں۔ نوح

جز وہم نہیں کثرت طوفان تمنا — نوح

چونکہ وعدہ باطل کا تعلق دوسرے سے ہے اسلئے اُسے وہم کہنا مناسب ہے اور — نیاز

طوفان تمنا کا تعلق اپنی ذات سے ہے اسلئے اُسکو خواب سے تعبیر کرنا چاہئے۔ نیاز — "

جزوہم نہیں وعدۂ باطل کی حقیقت　　جز خواب نہیں موجۂ طوفان تمنا — "

جز خواب نہیں وعدۂ فردا کی حقیقت — یکتا

ص　اطہر، ریاض، صفی، مضطر، وحشت،

احسن، آرزو، باقی، بیخود دہلوی، جلیل، دل، زہری، شہرت،

شفق۔ عزیز، محشر، مومن،

تیری نگہ لطف تھی تمہید محبت　　میری نگہ شوق ہے عنوان تمنا

تیری نگہ لطف ہے تمہید محبت — افضل

سبحان اللہ۔ بیباک — بیباک

تیری نگہ لطف ہے تمہید تغافل — بیخود موہانی

تیری نگہ لطف تھی تمہید تباہی　　میری نگہ شوق تھی عنوان تمنا — سائل

سبحان اللہ۔ شہرت — شہرت

دوسرے مصرع میں "ہے" پہلے میں "تھی" نہ چاہئے۔ شفق — شفق

تیری نگہ لطف ہے تمہید محبت — "

کیا کیا ابھی حل ہونگے محبت کے مطالب — شوق

تیری نگہ لطف تھی تمہید مظالم — عزیز

خوب شعر ہے۔ محشر — محشر

تمہید محبت بھی بے معنی نہیں آپ کو اختیار ہے مگر تحریک شوق میں اک لطف ہی کہ پھر — مومن

وہی تحریک شوق نگہ شوق کی صورتیں جلوہ گر ہوتی ہے۔ مومن — "

تیری نگہ لطف تھی اک شوق کی تحریک — "

ناطق — تیری نظر لطف تھی پیغام محبت

نواب — کیا خوب کہا ہے۔ کوئی سقم نہیں آپ کا طرز بیان خبر کی حیثیت سے ہے اسکو محذوف

〃 — کرکے جذبات کے مجسم فوٹو کے طور پر پیش کرتا ہوں۔ نواب

〃 — تیری نگہہ لطف وہ تمہید محبت! میری نگہہ شوق۔ یہ عنوان تمنا!

نیاز — پہلے مصرعہ کے بعد لیکن محذوف ہی اصلاح سے انداز بیان پُر لطف ہو گیا۔ نیاز

〃 — تیری نگہہ لطف نہ ہو وعدۂ تسکیں

وحشت — میری نظرِ شوق ہے عنوان تمنا

ص — احسن، جگر، ریاض، زہری، صفی، محشر۔

آرزو، اطہر، باقی، بیخود دہلوی، جلیل، دل، مضطر، نظم طباطبائی، نوح، یکتا۔

اے قافلۂ یاس گزر دل میں نہو کر — پامال نکر گورِ غریبانِ تمنا

احسن — اے قافلۂ یاس کرم منزلِ دل پر

اطہر — پامال نہ کر شہر خموشان تمنا

افضل — ہیں دل میں مرے آرزوئے مردہ کی قبریں

باقی — پہلے مصرع میں ایسی تعقید ہی جس نے مصرع کو مہملیت کے درجہ تک پہونچا دیا ہے۔ باقی

〃 — اے قافلۂ یاس بچائے ہوئے دل کو — پامال نہ ہو گورِ غریبان تمنا

بیباک — حضرت۔ میرے خیال میں اس شعر کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ اسلئے کہ دل تو گور ہوا اور

〃 — غریبان تمنا مدفون، پھر اس صورت میں غریبان تمنا کا کنایہ کس سے کیا جائیگا دوسرے

〃 — یہ کہ غریب بمعنی مفلس اور نادار استعمال ہوتا ہی۔ مثلاً گور غریباں۔ پھر اس صورت میں اگر غریبان

〃 — تمنا کی طرف مضاف کیا جائیگا تو یہ معنی ہونگے کہ جن کو تمنا نہیں ہی اُن کی گور کو پامال نکر،

〃 — حالانکہ یاس عدم حصول مطلب کے نتیجہ کا نام ہے۔ بیباک۔ قلمزد

〃 — وہ بھی تو ہوا ایک تغافل کی ادا کا — جس نالے کو ہم جانتے تھے جان تمنا

بیخود موہانی — اب قافلہ یاس مرے دل سے نہ گزرے — پامال نہ ہو۔ گورِ غریبان تمنا

اے قافلۂ یاس گزر دل سے تو اس طرح — پامال نہ ہو۔ گورِ غریبانِ تمنا — جگر

دل مدفنِ صد شوق ہے اے قافلۂ یاس — جبیں

اے صرصرِ غم واسطہ اُس غیرتِ گل کا — برباد نہ کر رنگِ گلستانِ تمنا — دل

اے قافلۂ یاس نہ اِس دل سے گزر تو — ریاض

اے قافلۂ یاس نہ کر دل میں اقامت — زہری

اے قافلۂ یاس گذر دل میں نہ فرما — سائل

اس مصرع میں تعقید لفظی ہے۔ شہرت — شہرت

اے قافلۂ یاس ~~بچائے ہوئے~~ دل کو — اے قافلۂ یاس ذرا دل کو بچا کر + — ٭

اے قافلۂ یاس مرے دل سے ہو رخصت — پامال نہ ہو گورِ غریبانِ تمنا — شفق

تمنا واحد پھر گورِ غریباں کیونکر بن سکتی ہے مصرعہ دل میں نہو کر کسقدر ناقص ترکیب ہے۔ شوق — شوق

روشن ہے اسی سے شبِ یلدائے مقدّر — ہے داغِ جگر شمعِ شبستانِ تمنا — ٭

اے قافلۂ یاس گزر دل کو بچا کر — صفی

پامال نہ ہو گورِ غریبانِ تمنا — محشر

اے قافلۂ یاس نہ کر دل پہ چڑھائی — پامال نہ کر گنجِ فراوانِ تمنا — مومن

اے قافلۂ یاس مرے دل سے گزر کر — ناطق

"پامال نہ ہو" پڑھئے پھر دیکھئے کیا لطف آتا ہے العاقل تکفیہ الاشارہ۔ نواب — نواب

پامال نہ ہو گورِ غریبانِ تمنا — ٭

اے قافلۂ یاس نہ تو دل میں گزر کر — پامال نہ ہو گورِ غریبانِ تمنا — نوح

بہت خوب — گورِ غریبانِ تمنا کا وجود ہی قافلہ یاس کے گزرنے سے ہوا تھا پھر اب منع کرنیسے فائدہ۔ نیاز — نیاز

اے قافلۂ یاس ٹھہر جا مرے دل میں — آباد تو ہو گورِ غریبانِ تمنا — ٭

اس مصرع میں صنعت تالیف تھا معہذا پامالی قافلۂ یاس کے مقابلہ میں لشکرِ غم سے زیادہ مقصود ہے۔ یکتا — یکتا

٭

اے لشکرِ غم دل سے ذرا بچ کے نکلنا — پامال نہ ہو گورِ غریبانِ تمنا — ٭

ص مضطر۔ وحشت۔

آرزو۔ بیخود دہلوی، عزیز، نظم،

اے شوق ہے اب روح کو پرواز بھی دشوار — پیوست کلیجے میں ہے پیکان تمنا

احسن — اب روح کو پرواز بھی دشوار ہے اے شوق

افضل — اے شوق کبھی روح کھچا تیر جو اس کا

باقی — آخر روح کو پرواز کیوں دشوار ہونے لگی۔ پیکان تمنا دل میں پیوست ہوتا ہے کلیجہ

〃 — میں نہیں۔ باقی

〃 — کیوں روح نہ مضطر رہے شوق اُسکی خلش سے — پیوست مرے دل میں ہے پیکان تمنا

بزم — پیوست ہر اک رگ میں ہے پیکان تمنا

بیباک — بیتابی شوق جگر افگار نہ پوچھو

جگر — پرواز کرے طائر جاں شوق ہے دشوار

دل — اے شوق حزیں روح کو جنبش بھی ہے مشکل

ریاض — اے شوق اب اُٹھنے کا نہیں ہاتھ جگر سے

شفق — صرف روح کی پرواز سے طائر روح کی پرواز بہتر ہے۔ شفق

〃 — اے شوق نہ نکلیگا یہ دم نکلے تو نکلے

محشر — پیوست ہوا دل میں جو پیکان تمنا

مومن — مقطع کو آپ اس صورتیں بھی رکھ سکتے ہیں مگر پرواز کے ساتھ طائر روح یا مرغ روح

〃 — مناسب ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ مقطع اور کہہ لیجیے اور مصرعہ اولیٰ کو بدل دیجیے۔ مومن

〃 — پرواز بھی دشوار ہے اب طائر جاں کو

〃 — اے شوق ہے کمبخت کو پرواز بھی دشوار — ہے طائر جاں خستۂ پیکان تمنا

ناطق — اے شوق نہ کیوں روح کو دشوار ہو پرواز — پیوست مرے دل میں ہے پیکان تمنا

نظم طباطبائی — اے شوق ہے روح کو پرواز کی تحریک — سینہ میں کھٹکتا رہے پیکان تمنا

نوح — اے شوق کرے روح جو پرواز تو کیونکر — پیوست مرے دل میں ہے پیکان تمنا

یکتا — اس قسم کی تعقید گو اساتذہ نے برتی ہے لیکن احتراز اولیٰ ہے، یکتا۔

〃 — اب روح کو پرواز بھی دشوار ہے اے شوق

ص — اطہر، شہرت، مضطر، وحشت۔

آرزو، بیخود دہلوی، بیخود موہانی، جلیل، زہری، سائل، شوق، صفی، عزیز، نیاز۔

عطیہ حضرت ناطق لکھنوی

کیا دل سے مرے پوچھتے ہو شان تمنا — خود روح ہے سو جان سے قربان تمنا
ہر قطرۂ خوں دل کا نہ کیونکر ہو پریشاں — قالب تو ہیں سو اور ہے اک جان تمنا

عطیہ حضرت افضل لکھنوی

آفت کی بڑی حسرت و امید میں ہل چل (تعقید) — اُٹھا جو شب وصل میں طوفان تمنا
دل پر ہوا اثر وعدۂ وصلت کا تو کیا ہو — کب یاس سے خالی ہی بیابان تمنا
خواہش نکروں وصل کی امکان سے باہر — تجھکو نہیں معلوم یہ ہے جان تمنا
تم قول سے وصلت کے ذرا پھرکے تو دیکھو — ویراں نظر آجائے بیابان تمنا
ساتھ ایک کے دیکھو تو کہ کتنوں کا ہی احساں — سو خواہشیں ہیں شامل ارمان تمنا
کیوں صورت آئینہ ہوا آپ کو سکتا — کیا دیکھ لیا دیدۂ حیران تمنا
چھوڑے تری اُلفت کو اگر وہ دم محشر — ہو ہاتھ مرا اور گریبان تمنا
دیگا جو کوئی ہجر میں آہوں کی اجازت — اُڑ جائینگے اوراق پریشان تمنا

غزل

دشمن جاں جب سے یہ چرخ ستمگر ہو گیا
کونسا باقی ستم ہی جو نہ ہم پر ہو گیا

ختم آج افسانہ ترکِ ستمگر ہو گیا
سخت جانیں ذبح ٹکڑے ٹکڑے خنجر ہو گیا

کشتۂ نازِ تغافل کا ہی اب کیا پوچھنا
زندۂ جاوید تیری کھا کے ٹھوکر ہو گیا

وائے قسمت پہونچے ہیں کب سے ناکامِ ازل
ختم جب محفل میں دورِ جام و ساغر ہو گیا

اک نگاہِ یاس سے قاتل کے تیور بجھ گئے
ایک چھینٹے سے لہو کے کُند خنجر ہو گیا

دیکھ ظالم تیرے فریادی نے وقت بازپرس
وہ ہوا باندھی کہ سم میدان محشر ہو گیا

آہ ظالم ہو چکی اِک منتظر کی آنکھ بند
اب ترا آنا نہ آنا سب برابر ہو گیا

زاہد بد بین کی اُف ترسی نگاہوں کا اثر
شیشہ ٹپکا بیچ سے سو ٹکڑے ساغر ہو گیا

خاک اُڑائی تیرے دیوانے نے ایسی روزِ حشر
گرد جسکے سامنے آشوب محشر ہو گیا

ٹکڑے دل کرتا ہوا جھونکا نسیم صبح کا
بلبل نالاں کے حق میں تیز خنجر ہو گیا

اے سر شوریدہ تھوڑی اور ہمت چاہیے
شق ہوئی دیوار زنداں میں نیا در ہو گیا

ساتھ دیتا جا ذرا اے ضبط تھوڑی دیر اور
دم ادھر نکلا کہ میدان وفا سر ہو گیا

اب کہاں ہے وہ جوانی کا طلسم دلفریب
اِک تماشا تھا کہ جو اے شوق شب بھر ہو گیا

دشمن جاں جب سے یہ چرخ ستمگر ہو گیا — کونسا باقی ستم ہے جو نہ ہم پر ہو گیا

احسن — جب سے دشمن جان کا چرخ ستمگر ہو گیا — کیا ستم باقی رہا ہے جو نہ ہم پر ہو گیا

آرزو — مہرباں جس دن سے اک ترک ستمگر ہو گیا — کونسا ایسا ستم تھا جو نہ ہم پر ہو گیا

اطہر — جو نہ ہونا تھا ستم اب وہ بھی ہم پر ہو گیا

بزم — کونسا ایسا ستم ہے جو نہ ہم پر ہو گیا

بیخود دہلوی — کونسا ایسا ستم ہے جو نہ ہم پر ہو گیا

بیخود موہانی — دشمن اپنا جب سے یہ چرخ ستمگر ہو گیا — کونسا ایسا ستم ہے جو نہ ہم پر ہو گیا

جمیل — کونسا ایسا ستم ہے جو نہ ہم پر ہو گیا

ریاض — دشمن جاں لیکے دل ترک ستمگر ہو گیا — ہو گیا جو ظلم ہونا تھا وہ ہم پر ہو گیا

شاد — اے فلک کیوں اس طرح کا تو ستمگر ہو گیا — سچ بتا وہ ظلم کیا تھا جو نہ ہم پر ہو گیا

شفق — "یہ" کا لفظ بے ضرورت تھا دوسرے مصرع میں جو تصرف کیا گیا اُس نے مطلع کو اور
" — چمکا دیا۔ ستم کہنے کی ضرورت نہ رہی سب کچھ اشارہ میں ادا ہو گیا۔ شفق

" — دشمن جاں جب سے چرخ کینہ پرور ہو گیا — کیا بتائیں جو نہ ہونا تھا وہ ہم پر ہو گیا

شوق — بہت معمولی ہے۔ اور جذبات انسانی سے خالی۔ قلمزد۔ شوق

صفی شوق — تیرے ہاتھوں ظلم کیا کیا او ستمگر ہو گیا — جو نہ ہونا تھا وہ سب کچھ آج مجھ پر ہو گیا

عزیز صفی — دشمن جاں جب سے تو چرخ ستمگر ہو گیا — کونسا ظلم و ستم ہے جو نہ ہم پر ہو گیا

مضطر عزیز — کونسا ایسا ستم ہے جو نہ ہم پر ہو گیا

نوح مضطر — کیا بتائیں جو نہ ہونا تھا وہ ہم پر ہو گیا

وحشت نوح — جب سے دشمن جان کا چرخ ستمگر ہو گیا — ظلم ہم پر جو نہ ہونا تھا وہ ہم پر ہو گیا

وحشت — دشمن جاں جب سے وہ شوخ ستمگر ہو گیا

ص — بیباک، جگر

باقی، دل، فانی، سائل،

ختم آج افسانۂ ترکِ ستمگر ہو گیا — سخت جاں میں ذبح ٹکڑے ٹکڑے خنجر ہو گیا

حسن: ختم طومارِ ستم گیرو ستمگر ہو گیا — سخت جاں کام آ گیا بیکار خنجر ہو گیا

آرزو: ختم آج افسانۂ جورِ ستمگر ہو گیا — ہو کے بیدم خود زبانِ حال خنجر ہو گیا

اطہر: ختم آج افسانۂ جورِ ستمگر ہو گیا — ذبح بسمل ہو گیا بیکار خنجر ہو گیا

باقی: کیا ستم ہے میرے قاتل کی کہیں خفت نہ ہو — سخت جانی! دیکھ ٹکڑے ٹکڑے خنجر ہو گیا

بزم: ختم آج افسانۂ دستِ ستمگر ہو گیا

بیخود دہلوی: قلمزد

بیخود موہانی: ہو گیا ختم آج یوں افسانۂ ناز و نیاز — پرزے پرزے میں تو ٹکڑے ٹکڑے خنجر ہو گیا

جگر: ختم آج افسانۂ ظلمِ ستمگر ہو گیا

دل: یوں گلا کاٹا کہ ٹکڑے ٹکڑے خنجر ہو گیا

ریاض: میرے پہلو میں در آتے ہی یہ کیا عالم ہوا — ٹکڑے ٹکڑے میرے دل کی طرح خنجر ہو گیا

سائل: ختم یوں افسانۂ سعیِ ستمگر ہو گیا

شفق: یہ مطلع کئی وجہ سے ٹھیک نہیں بندش خراب ہے دوسرے مصرع میں "ذبح" کا لفظ
〃 "میں" کے بعد پھر ٹکڑے ٹکڑے عجب طرح کا ہے زیادہ تصرف کی ضرورت تھی اسلئے
〃 قلمزد کیا گیا۔ شفق

شوق: یہ بھی کچھ نہیں ہے۔ قلمزد۔ شوق

〃 تو ہی منکر قتل سے تو کیا میں یہ سب سے کہوں — خود بخود دامن کسی کا خون سے تر ہو گیا

صفی: ذبح کر کے مجھکو ٹکڑے ٹکڑے خنجر ہو گیا

عزیز: قلمزد

فانی: قلمزد

مضطر: ختم آج افسانۂ جورِ ستمگر ہو گیا — سخت جاں پر چلکے ٹکڑے ٹکڑے خنجر ہو گیا

نوح: فسانہ کے ہوتے ہوئے افسانہ قابلِ ترک۔ نوح

نوح	ختم اب یوں قصۂ عشقِ ستمگر ہو گیا	
وحشت	کھیل اے قاتل نہ تھا مجھ سخت جاں کا قتل کچھ	مفت اس زحمت میں ٹکڑے ٹکڑے خنجر ہو گیا

ص بیباک، شاد،

جلیل۔

کشتۂ ناز تغافل کا ہی اب کیا پوچھنا — زندۂ جاوید تیری کھا کے ٹھوکر ہو گیا

احسن	کشتۂ ناز تغافل بھی ہے کیا بیدار بخت	زندۂ جاوید کھا کر تیری ٹھوکر ہو گیا
آرزو	کشتۂ تیغ تبسم نا امیدِ زندگی	زندۂ جاوید کھا کر ایک ٹھوکر ہو گیا
اطہر		زندۂ جاوید کھا کے تیری ٹھوکر ہو گیا
باقی	اور ٹھکرائیں شہید ناز کو اپنے حضور	زندۂ جاوید کھا کر ایک ٹھوکر ہو گیا
"	پہلے مصرع میں "اور" کا لطف قابل ملاحظہ ہے۔ باقی	
بیخود دہلوی		زندۂ جاوید کھا کر تیری ٹھوکر ہو گیا
بیخود موہانی	اللہ اللہ کشتۂ تیغ تغافل کے نصیب	زندۂ جاوید کھا کر ایک ٹھوکر ہو گیا
جگر		زندۂ جاوید کھا کر تیری ٹھوکر ہو گیا
جلیل	کشتۂ تیغ تغافل کا ہی اب کیا پوچھنا	
دل	خستۂ طرز تغافل کا ہی اب کیا پوچھنا	زندۂ جاوید گویا کھا کے ٹھوکر ہو گیا
ریاض	کشتۂ ناز تغافل کا ترے کیا پوچھنا	زندۂ جاوید کھا کر تیری ٹھوکر ہو گیا
شاد	کشتۂ ناز تغافل کی ہے قسمت جائے رشک	
شفق	تعقید فاحش ہے۔ تیری ٹھوکر کھا کے زندۂ جاوید ہو گیا۔ شفق	
"	فتنۂ دوراں کہ جو مدت سے تھا سویا ہوا	اک قیامت وہ بھی کھا کر تیری ٹھوکر ہو گیا
شوق	تعقید کا عیب برا ہے۔ شوق	
"	خوب چمکا کشتۂ تیغ تغافل کا نصیب	زندۂ جاوید کھا کر تیری ٹھوکر ہو گیا
صفی	کشتۂ ناز تغافل کا بھلا کیا پوچھنا	زندۂ جاوید کھا کر ایک ٹھوکر ہو گیا

عزیز — کشتۂ طرزِ خرامِ یار کا کیا پوچھنا / زندۂ جاوید کھا کر ایک ٹھوکر ہوگیا

فانی — زندۂ جاوید کھا کر تیری ٹھوکر ہوگیا

مضطر — زندۂ جاوید گویا کھا کے ٹھوکر ہوگیا

نوح — کشتۂ طرزِ تغافل کا ہے اب کیا پوچھنا / زندۂ جاوید کھا کر تیری ٹھوکر ہوگیا

وحشت — کشتۂ جورِ تغافل کا ہے اب کیا پوچھنا

ص

بیباک

بزم، سائل۔

وائے قسمت پہونچے ہیں کب ہم سے ناکامِ ازل / ختم جب محفل میں دورِ جام و ساغر ہوگیا

آرزو — بزمِ عشرت میں نہ ہونگے ہم سے ناکامِ ازل / ختم جن کے آتے آتے دورِ ساغر ہوگیا

اطہر — ختم جب اُس انجمن میں دورِ ساغر ہوگیا

بزم — وائے قسمت ہم سے ناکامِ ازل پہونچے ہیں کب

مقدم موخر کردینے سے شعر میں کس قدر صفائی آگئی۔ بزم

بیباک — وائے ناکامی نگہہ ساقی کی ہم پر کب پڑی

بیخود دہلوی — ختم جب بزمِ طرب میں دورِ ساغر ہوگیا

بیخود موہانی — ہم سے ناکامِ ازل کے ساتھ "وائے قسمت" اور "کب پہونچے جب دور چل چکا" کچھ بے جوڑ سی بات ہی ہمیشہ اس کا خیال رہے کہ لفظوں میں تلواریں نہ کھنچ جائیں۔ بیخود موہانی

" — آہ جس محفل میں پہونچے ہم سے ناکامِ ازل / جھوٹے ساغر بول اُٹھے دورِ ساغر ہوگیا

جگر — وائے قسمت آئے کب پہونچے ہیں ناکامِ ازل

جلیل — ختم جب محفل میں اُن کی دورِ ساغر ہوگیا

دل — ختم جب بزمِ بتاں میں دورِ ساغر ہوگیا

ریاض — مے وہی میکش وہی محفل وہی ساقی وہی / ختم میرے آتے ہی کیوں دورِ ساغر ہوگیا

سائل — وائے قسمت پہونچے ہیں کس وقت ناکامِ سرور

شاد — ہم سے ناکام ازل حرماں نصیب آئے ہیں کب

شفق — وائے قسمت تشنہ کامانِ ازل پہونچے تو کب

صفی — وائے قسمت پہونچے بھی کس وقت ناکامِ ازل

فانی — ختم جب محفل میں اُنکی دَورِ ساغر ہو گیا

وحشت — ہم بھی دستانِ قسمت پہونچے ہیں کب دیکھنا

ط عزیز، مضطر، نوح،

احسن، باقی، شوق،

اک نگاہِ یاس سی قاتل کے تیور بجھ گئے ایک چھینٹے سے لہو کے کند خنجر ہو گیا

احسن — تیور بجھ جانا خاص لکھنؤ کا محاورہ ہے اگر آپ زبان دہلی کی تقلید کرتے ہیں تو اس کا استعمال

〃 — ناموزوں ہے۔ احسن

〃 — اِک نگاہِ یاس سے جلّاد کا دل بجھ گیا ایک آہِ گرم سے بے آب خنجر ہو گیا

آرزو — اے نگاہِ یاس بس قاتل کے تیور بجھ گئے خون میں تر ہوتے ہی بے آب خنجر ہو گیا

باقی — اِک نگاہِ یاس قاتل کو پشیمان کر گئی

بیباک — یہ شعر پسند نہیں۔ قلمزد۔ بیباک۔

بیخود دہلوی — اک نگاہِ یاس سے قاتل کا غصّہ مٹ گیا

〃 — ردیف کا تقابل جائز نہیں ہے لیکن یہ شعر دولخت ہے اور دولخت شعر کے لئے اساتذہ

〃 — نے تقابل جائز رکھا ہے۔ بیخود دہلوی

بیخود موہانی — بھئی! قاتل کے تیور بجھ گئے تو لہو کا چھینٹا آیا کہاں سے "قاتل کے تیور بجھ گئے" اس کا

〃 — مفہوم یہی تو ہوا کہ حوصلے پست ہو گئے۔ ہمت مُنہ موڑ گئی۔ جب یوں ٹھیری تو وار ہوا ہی کب۔

〃 — اگر یہ کہا جائے کہ ہم نگاہِ یاس ہی کو لہو کا چھینٹا قرار دیتے ہیں تو پوچھنے والا پوچھ نہ

〃 — بیٹھے گا کہ آخر کیوں؟ ہاں قاتل کی آنکھوں میں قتل کرتے وقت خون اُترآتا ہے اور نگاہ

〃 — قہر سے لہو برسنے لگتا ہے مگر یہاں اسباب کا کیا محل ہے۔ بیخود موہانی

بیخود موہانی — تیر رکھے رہ گئے بیکار خنجر ہو گیا

دل — ہاتھ کانپے قتل گہہ میں کند خنجر ہو گیا

ریاض — آب ہی جاتی رہی سرخی لہو کی دیکھکر — خون میرا چاٹتے ہی کند خنجر ہو گیا

سائل — چاٹ لینے سے لہو کے کند خنجر ہو گیا

شاد — کیا عمدہ شعر ہے۔ شاد

شفق — اُف رے قاتل پر نگاہ یاس بسمل کا اثر — ہاتھ چل کر رک گیا شرمندہ خنجر ہو گیا

مضطر — اِک نگاہ یاس سے قاتل کی نظریں پھر گئیں

نوح — تیور بجھ گئے اس میں مجھے شبہ ہے یہاں کوئی لغت موجود نہیں کہ دیکھوں۔ نوح

〃 — چند چھینٹوں سے لہو کے کند خنجر ہو گیا

ص — اطہر، بزم، جگر، عزیز۔

جلیل، شوق، صفی، فانی، وحشت۔

دیکھ ظالم تیرے فریادی نے وقت بازپرس — وہ ہوا باندھی کہ سم میدان محشر ہو گیا

احسن — سم ہو جانا بھی لکھنؤ کا محاورہ معلوم ہوتا ہے۔ احسن

〃 — وقت پرسش تیرے فریادی نے او بیداد گر — وہ ہوا باندھی کہ ٹھنڈا روز محشر ہو گیا

آرزو — چونک ظالم تیرے فریادی نے قبل از بازپرس

اطہر — سم۔ میں نے خاموش کے معنی میں نہیں سنا اگر لکھنؤ میں بولتے ہوں تو رہنے دیجے گم سم

〃 — تو سُنا ہے۔ اطہر

〃 — وہ ہوا باندھی کہ سُن میدان محشر ہو گیا

باقی — اس شعر کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا سم کیا؟ قلم زد۔ باقی

بزم — سم ہو گیا یہ محاورہ نہیں ہے۔ بزم

〃 — وہ ہوا باندھی کہ سُن میدان محشر ہو گیا

بیباک — یہ شعر پسند نہیں۔ بیباک

میدان حشر کو محشر کہتے ہیں۔ میدان کے ساتھ محشر نہیں لکھتے محشر اسم ظرف ہے۔ قلمزد — بیخود دہلوی

بیخود دہلوی — ؍؍

بیارسے شوق! تم نے یہ نہ دیکھا کہ بازپرس کا یہ محل ہے کہ نہیں۔ تعجب ہے۔ بازپرس — بیخود موہانی

قاتل سے ہوا کرتی ہے یا مقتول سے، قبل از بازپرس ہو تو صحیح ہے مگر خوبصورتی اس — ؍؍

میں کہاں۔ بیخود موہانی — ؍؍

کچھ خبر ہے تیرے فریادی نے رکھتے ہی قدم — ؍؍

دیکھ ظالم تیرے فریادی نے وہ فریاد کی   چاک داماں خود بخود میدان محشر ہوگیا — جگر

وہ ہوا باندھی کہ ساکت سارا محشر ہوگیا — جلیل

وہ ہوا باندھی کہ ساکت شور محشر ہوگیا — دل

وہ ہوا باندھی کہ پھیکا رنگ محشر ہوگیا — ؍؍

میری تربت میں ملی مجھکو جگہ پھر روز حشر   تنگ مجھ پر اس قدر میدان محشر ہوگیا — ریاض

وہ ہوا باندھی کہ صُم میدان محشر ہوگیا — سائل

سُم کیا ہے؟ شفق — شفق

ہر طرف اک دھوم ہے نالوں کی فریادوں کا شور   کوچۂ جاناں بھی اب میدان محشر ہوگیا — ؍؍

سُم یہاں کوئی معنی نہیں دیتا میدان محشر سم نہیں ہوسکتا مسموم ہو سکتا ہے، شوق — شوق

وہ ہوا باندھی کہ ساکت شور محشر ہوگیا — ؍؍

قلمزد — فانی

سُم۔ یہ لفظ پڑھا نہیں گیا۔ مضطر — مضطر

محشر خود جائے حشر کو کہتے ہیں اکثر اساتذہ نے اور خود میں نے پہلے عرصہ محشر اور — نوح

میدان محشر لکھا ہے۔ مگر تحقیقات سے اب غلط معلوم ہوتا ہے۔ نوح — ؍؍

حدت سوز محبت کا مری کیا پوچھنا   بڑھتے بڑھتے داغ دل خورشید محشر ہوگیا — ؍؍

وہ ہوا باندھی کہ صُم میدان محشر ہوگیا — وحشت

شاد، صفی، عزیز۔

آہ ظالم ہو چکی اک منتظر کی آنکھ بند — اب ترا آنا نہ آنا سب برابر ہو گیا

آرزو — اس سے پہلے ہو چکی اک منتظر کی آنکھ بند
اطہر — ✓ ولے حسرت ہو چکی اک منتظر کی آنکھ بند
بیخود موہانی — ✓ آنکھ میں آنسو بھرے کہتے ہیں میری لاش پر — میرا آنا اور نہ آنا سب برابر ہو گیا
ریاض — آہ ظالم ہو چکی مجھ منتظر کی آنکھ بند
شفق — ایک ہی آنکھ بند ہو گئی دوسری کیوں نہ ہوئی۔ شفق — اعتراض غلط۔ آنکھ بند ہونا محاورہ ہے اور مطلب دونوں آنکھیں بند ہو جانا۔ محمد عزیز
" — نزع میں ہوں تاب نظارہ کہاں او بیوفا — اب ترا آنا نہ آنے کے برابر ہو گیا
عزیز — یہ شعر روح غزل ہے۔ احسنت ! ۴ ۴ ۴ ۴ ۴ عزیز

ص — بزم، بیباک، جگر، سائل، شوق، مضطر، وحشت۔
احسن، باقی، بیخود دہلوی، جلیل، دل، شاد، صفی، فانی، نوح،

زاہد بدبیں کی اُف ترسی نگاہوں کا اثر — شیشہ چٹکا بیچ سے سو ٹکڑے ساغر ہو گیا

احسن — اُف تری بدبیں نگاہوں کا اثر اے محتسب — پارہ پارہ شیشہ ٹکڑے ٹکڑے ساغر ہو گیا
آرزو — نیت زاہد کا آئینہ ہے تاثیر نظر — شیشہ چٹکا خود بخود سو ٹکڑے ساغر ہو گیا
اطہر — کیا بُری نیت ہی زاہد کی کہ پڑتے ہی نظر
باقی — تھی نگاہ زاہد بدبیں کوئی پتھر مگر — شیشہ چٹکا اور ٹکڑے ٹکڑے ساغر ہو گیا
بزم — دیکھئے ترسی ہوئی زاہد کی نظروں کا اثر — شیشہ چٹکا ٹکڑے ٹکڑے مے کا ساغر ہو گیا
" — بیچ سے چٹکنا کوئی خوبی نہیں ہے۔ صرف ترسی نگاہیں کہنا ٹھیک نہیں تھا۔ بزم
بیباک — یہ شعر پسند نہیں۔ بیباک
بیخود دہلوی — زاہد بدبیں کی نظریں اور پھر ترسی ہوئی — شیشہ چٹکا مے گری بیکار ساغر ہو گیا
بیخود موہانی — الاماں زاہد تری ترسی نگاہیں الاماں — شیشہ چٹکا چور ٹکڑے ٹکڑے ساغر ہو گیا
ریاض — پڑ گئی زاہد کی شاید آنکھ للچائی ہوئی — ٹکڑے ٹکڑے ہاتھ میں ساقی کے ساغر ہو گیا

سائل — زاہد بدبیں کی دیکھی بھی نظر ہائے نگاہ

شاد — چو شیشہ بیچ سے دو ٹکڑے ساغر ہو گیا

شفق — "ترسی نگاہوں" خلاف محاورہ ترچھی نگاہوں صحیح۔ دوسرے مصرع میں بیچ سے چٹکا

" — کی قید اچھی نہیں۔ شفق

" — میکدے پر تھی کڑی ایسی نگاہ محتسب ۔۔۔ چکنا چور ٹکڑے ٹکڑے ساغر ہو گیا

شوق — بیچ بیٹا او زاہد بدبیں لگی کس کی نظر ۔۔۔ شیشہ چٹکا او ٹکڑے ٹکڑے ساغر ہو گیا

صفی — ✓ دیکھنا ترسی ہوئی نظروں کا زاہد کی اثر ۔۔۔ شیشہ چکنا چور ٹکڑے ٹکڑے ساغر ہو گیا

مضطر — قلمزد

ص جگر، عزیز،

جلیل، دل، فانی، نوح، وحشت۔

خاک اڑائی تیرے دیوانے نے ایسی روز حشر ۔۔۔ گرد جس کے سامنے آشوب محشر ہو گیا

آرزو — قبر سے اٹھا بگولہ بن کے یوں وحشی ترا

بیخود موہانی — کس قیامت کی اڑائی خاک وحشی نے ترے

ریاض — آستیں پر آج قاتل کے نہ دیکھی چھینٹ بھی ۔۔۔ سرخ میرے خون سے دامان محشر ہو گیا

شفق — خاک اڑائی تیرے دیوانوں نے اتنی حشر میں ۔۔۔ اک بگولا گرد کا میدان محشر ہو گیا

شوق — آسماں ایک اور پیدا آسماں پر ہو گیا

وحشت — جس کے آگے گرد خود آشوب محشر ہو گیا

ص اطہر، بزم، بیباک، جگر، عزیز و مضطر

احسن، باقی، بیخود دہلوی، جلیل، دل، سائل، شاد، صفی، فانی، نوح

ٹکڑے دل کرتا ہوا جھونکا نسیم صبح کا ۔۔۔ بلبل نالاں کے حق میں تیز خنجر ہو گیا

احسن — تیرا جھونکا بھی تھا اے باد خزاں خار اشگاف

ٹکڑے دل کرتا ہوا جھونکا نسیم صبح کا — بلبل نالاں کے حق میں تیز خنجر ہو گیا

آرزو — جس نے گل بکھرا دیے موجہ وہ باد تند کا — بلبل شیدا کے حق میں تیز خنجر ہو گیا

اطہر — قید میں صیاد کی جھونکا نسیم صبح کا — بلبل نالاں کے حق میں تیر و خنجر ہو گیا

باقی — دل کو ٹکڑے کر گیا جھونکا نسیم صبح کا — یعنی وہ میرے قفس میں آکے خنجر ہو گیا

بزم — یہ شعر غلط نہیں تھا مگر مجھے پسند نہ آیا کاٹ کر دوسرا بنا دیا۔ بزم

〃 — کیا دیا چیں بر جبیں ہونے نے وقت ذبح کام — اُن کو غصے میں جو دیکھا تیز خنجر ہو گیا

بیباک — جو گرا پتّا وہ تاثیر خزاں سے باغ میں

بیخود موہانی — یہ بھی قسمت جانفزا جھونکا نسیم صبح کا — بلبل حسرت زدہ کے حق میں خنجر ہو گیا

جلیل — دل کو ٹکڑے کر گیا جھونکا نسیم صبح کا

دل — گردش قسمت سے ہر جھونکا نسیم صبح کا

〃 — مختصر یہ ہے کہ ہر جھونکا نسیم صبح کا

ریاض — باڑھ دیکھا نہیں خنجر کو کوئی اس طرح — جب نگہ قاتل نے کی تیز اور خنجر ہو گیا

شاد — اے خزاں جھونکا کہاں تیرا۔ کہاں بلبل کا دل — اُس زبوں قسمت کے حق میں تیز خنجر ہو گیا

شفق — نسیم کا جھونکا بلبل کے لئے خنجر کیوں ہو گیا۔ اس کا ثبوت چاہئے بلبل کے لئے چھری

〃 — درکار ہے یا خنجر۔ بہرحال اس طرح مضائقہ نہیں۔ شفق

〃 — چل گیا صرصر کا اک جھونکا خزاں میں جب گھڑی — ذبح بلبل کے لئے اک تیز خنجر ہو گیا

شوق — بالکل فضول شعر ہے کوئی خوبی نہیں۔ قلمزد۔ شوق

〃 — کیا خطا میری جو وارفتہ کسی پر ہو گیا — حسن کو دیکھا تو دل قابو سے باہر ہو گیا

عزیز — قلمزد

مضطر — جب چلا گلزار میں جھونکا نسیم صبح کا

نوح — جو گرا پتّا خزاں میں شاخ گل سے ٹوٹ کر

ص — سائل، جگر

بیخود دہلوی، صفی، فانی، وحشت

اے سر شوریدہ تھوڑی اور ہمت چاہیے — شق ہوئی دیوار زنداں میں نیا در ہو گیا

احسن — اے سر شوریدہ ہمت کو تری صد مرحبا — کھل گئی دیوار زنداں میں نیا در ہو گیا

آرزو — اب گری دیوار اب پیدا نیا در ہو گیا

اطہر — اے سر شوریدہ کیا کہنا ہے ہمت کا تری

بزم — اے سر شوریدہ ہاں تھوڑی سی ہمت اور بھی

بیباک — شق ہوئی دیوار زنداں اب نیا در ہو گیا

بیخود موہانی — میری جان! جب دیوار شق ہو گئی اور زنداں کی دیوار در بن گئی تو اب سر شوریدہ غریب کیا کرے، کیوں اُس کے سر ہو رہے ہو کہیں نہ کہیں۔ کبھی کبھی رحم بھی کرتے ہیں، شق ہوئی کی جگہ کھل گئی بھی کہہ سکتے ہیں مگر شق ہوئی سے اس محل پر زور کلام بڑھتا ہے۔ بیخود موہانی

〃 — تیرے صدقے اے سر شوریدہ کیا کہنا ترا

ریاض — صدقے شوریدہ سری کے آج نکلی خوب راہ

سائل — اے سر شوریدہ تیری سعی و ہمت کے نثار

شاد — اے سر شوریدہ میرے۔ تیری ہمت کے نثار — سارا زنداں کانپ اُٹھا دیوار میں در ہو گیا

شفق — شق ہوئی دیوار زنداں اک نیا در ہو گیا

شوق — دیوار میں در تو ہو گیا اب زیادہ ہمت سے کام لینے کی ضرورت کیا رہی دیوار گرے یا نہ گرے در کافی ہے۔ شوق

〃 — اے سر شوریدہ اس شوریدگی پر آفریں

نوح — «تھوڑی سی» کی ضرورت تھی۔ نوح

〃 — اے سر شوریدہ کچھ تو اور ہمت چاہیے

باقی، بیخود دہلوی، جلیل، جگر، دل، صفی، عزیز، فانی، مضطر، وحشت

ساتھ دیتا جا ذرا اے ضبط تھوڑی دیر اور — دم ادھر نکلا کہ میدانِ وفا سر ہو گیا

آرزو — ساتھ دے کچھ دیر اور اے ضبط درد جانگزا
اطہر — المدد اے ضبطِ اُلفت اور تھوڑی دیر ہے
بزم — مرحبا اے ضبط آپہونچے ہیں مقصد کے قریب
بیباک — ساتھ دینا اک ذرا اے ضبط تھوڑی دیر اور
بیخود موہانی — تیرے صدقے ضبطِ غم تھوڑی سی تکلیف اور بھی — دم جہاں نکلا وفا کا معرکہ سر ہو گیا
سائل — ساتھ دیتا رہ ذرا اے ضبط تھوڑی دیر اور
شفق — تھم گئے نالے تو میدان وفا سر ہو گیا
شوق — ساتھ دیتا جا ذرا اے درد تھوڑی دیر اور
نوح — ساتھ دیتا جا ذرا دیر اور بھی اے ضبطِ غم

ص باقی، جگر، ریاض، عزیز، مضطر،
احسن، بیخود دہلوی، جلیل، دل، شاد، صفی، فانی، وحشت

اب کہاں ہے وہ جوانی کا طلسم دلفریب — اک تماشا تھا کہ جو اے شوق شب بھر ہو گیا

احسن — حضرت استادی نے شب بھر کو اسلئے متروک کر دیا کہ شپّر کا التباس ہوتا تھا، نیز کانوں
" — کو اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ کاف بیان کے بعد جو کا استعمال بھی غیر فصیح ہے لہذا ایک ساتھ
" — (کہ جو) نہ کہنا چاہیئے۔ احسن
" — اک تماشا تھا جو حسب شوق دن بھر ہو گیا
آرزو — خواب ہے اب تو جوانی کا طلسم دل فریب — شوق وہ بھی کیا تماشا تھا کہ شب بھر ہو گیا
اطہر — شوق وہ بھی اک تماشا تھا کہ شب بھر ہو گیا
بزم — ماشاء اللہ مقطع میں طلسم دلفریب کا لفظ خوب کہا ہے۔ بزم
بیخود موہانی — اب کہاں عہد جوانی کا طلسم دل فریب — شوق یہ بھی اک تماشا تھا کہ شب بھر ہو گیا

اب کہاں ہی وہ جوانی کا طلسم دلفریب — اک تماشا تھا کہ جو اے شوق شب بھر ہو گیا

پھر نہ دیکھو گے جوانی کا طلسم دل فریب — شوق وہ تو اک تماشا تھا جو شب بھر ہو گیا — سائل

شوق کیا کہیئے جوانی کا طلسم دل فریب — مختصر سا اک تماشا تھا جو دم بھر ہو گیا — شاد

صبح پیری خواب ہی گویا جوانی کا خیال — شوق جو نکو اک تماشا تھا جو شب بھر ہو گیا — شفق

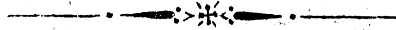
شوق وہ بھی اک تماشا تھا کہ شب بھر ہو گیا — فانی

شب بھر داغ صاحب نے کہیں نہیں لکھا اُن کا خیال تھا کہ رات بھر جاہیے۔ نوح — نوح

دیکھتے ہی دیکھتے اے شوق ابتر ہو گیا — ״

ص باقی، بیباک، جگر، ریاض، عزیز، مضطر، وحشت۔

بیخود دہلوی، جلیل، دل، شوق، صفی۔



غزل

زباں سے اُف نکرنا شمع ساں جل جل کے مرجانا
بالآخر رفتہ رفتہ حد ہستی سے گزر جانا

نہیں یہ ضبط آہ اے دلفگار آرزو اچھا
کریگا درد اور افزوں ہوا زخموں میں بھر جانا

غضب ہی پڑ گئے یہ دیدۂ تمیز پر پردے
لگائے جس نے سو نشتر اُسی کو بخیہ گر جانا

حیات و موت بیمار امید و بیم کی کیا ہے
نہ جینا سہل ہے جس کا نہ ہی آسان مرجانا

یہی دو حرف آہ سرد کے شرح غم دل ہیں
طویل اک داستاں ہی جسکو تم نے مختصر جانا

مآل کار اپنی ہستی موہوم کا یہ ہے
حیات چند روزہ وہ بھی غفلت میں گزر جانا

ستم ہی بڑھ کے گھٹنا ولولہ جوش محبت کا
قیامت ہی نظر پر چڑھ کے پھر دل سے اُتر جانا

ہماری دل کی ہستی نیستی کیا اک تماشا ہی
نگاہ لطف سے جینا نظر پھرتے ہی مر جانا

زباں پر ذکر، دلمیں یاد، اور سر میں ترا سودا
نظر کو جستجو تیری جہاں جانا جدھر جانا

دم آخر نگاہ یاس تیرا ہی سہارا ہے
وہ آتے ہیں اب ایسے وقت تو کچھ کام کر جانا

تیری بیداریاں اے شوق تھیں تمہید غفلت کی
وہ پردہ رات کا تھا جس کو آغاز سحر جانا

زباں سے اُف نکرنا شمع ساں جل جل کے مرجانا — بالآخر رفتہ رفتہ حد ہستی سے گزر جانا

آرزو: طریق شمع ہے اپنی جگہہ جل جل کے مرجانا — نہ بڑھنا اک قدم اور حد ہستی سے گزر جانا

اطہر: کمال عاشقی ہے اپنی ہستی سے گزر جانا

افضل: بہت دشوار تھا اس طرح ہستی سے گزر جانا

باقی: "بالآخر" سے ثابت ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ حد ہستی سے گزر جانا مرجانے کے معنی پر ہے جس کا ذکر آپ پہلے مصرع میں کر چکے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں اسکے علاوہ نحوی طریقے سے یہ شعر حد جہلیت کو پہونچا جا رہا تھا۔ پھر غور کیجئے۔ باقی

،، : وفاداروں میں اونا کام عاشق نام کر جانا

بزم: بالآخر رفتہ رفتہ اپنی ہستی سے گزر جانا

بیباک: مطلع دوسرا کہنا چاہیے۔ بیباک

بیخود دہلوی: زباں سے اُف نکرنا شمع ساں گھل گھل کے مرجانا — ترے عاشق کا آخر اپنی ہستی سے گزر جانا

بیخود موہانی: نہ کرنا اُف بھی دل کے سوز سے جل جلکے مرجانا — مآل زیست کیا۔ یوں اپنی ہستی سے گزر جانا

جگر: وہ عاشق کا ترے کوچے میں او بیداد گر جانا — پھر آخر رفتہ رفتہ حد ہستی سے گزر جانا

،، : مرے پروانہ دل نے تری محفل میں سیکھا ہے — زباں سے اُف نکرنا شمع ساں جل جل کے مرجانا

دل: کسی کا رفتہ رفتہ حد ہستی سے گزر جانا

دلبر: یونہیں اک روز ہم کو اپنی ہستی سے گزر جانا

ریاض: مثال شمع جلنا چپکے چپکے جل کے مرجانا — مراد رفتہ رفتہ اپنی ہستی سے گزر جانا

شہرت: محبت میں یہی لازم ہے ہستی سے گزر جانا

شفق: شمع جل کے بجھ جاتی ہے شمع کا بجھنا ہی اس کا مرنا ہے، مرنا کا لفظ شمع کے لئے نہیں یہ جاندار کے لئے ہے اور اس شعر میں یہ بات قابل غور ہے کہ کس کا حد ہستی سے گزر جانا یہ کچھ نہیں ہے،
(۲) بالآخر بروزن مفعولن آتا ہے یہاں فعولن کے وزن پر آگیا الف ممدودہ جب باقی نرہیگا تو آخر کس طرح ثابت رہے بلاخر ہو جاتا ہے بالآخر نہیں رہتا۔ شفق

زباں سے اُف نکرنا شمع ساں جل جل کے مرجانا — بالآخر رفتہ رفتہ حد ہستی سے گزر جانا

شفق — جیسے سب زندگی کہتے ہیں وہ ہی تجھ پہ مرجانا — عدم کہتے ہیں جسکو ہی وہ ہستی سے گزر جانا

شوق — تپ اُلفت چڑھے تو ہی نتیجہ اس کا مرجانا — یہ کیا دریا ہی جس کا سہل ہو چڑھ کر اُتر جانا

صفی — مآل زندگی ہے بزم ہستی سے گزر جانا

محشر — شمع ساں ۔ ساں کا لفظ اب متروک ہی ۔ محشر

〃 — مثال شمع جلنا اُف نکرنا اور مرجانا — حد ہستی سے ایدل ایکدن یونہیں گزر جانا

مضطر — تو ایدل اس طرح اس بزم ہستی سے گزر جانا — زباں سے اُف نکرنا شمع ساں جل جل کر مرجانا

نوح — اہل لکھنو مصدر کو اصلی صورت میں رکھنا جائز سمجھتے ہیں مگر اساتذۂ دہلی نے ایسا نہیں کیا

〃 — شمع شاں ۔ یہ ترکیب اب بُری معلوم ہوتی ہیں ۔ نوح

〃 — زباں سے کچھ نہ کہنا وہ مرا گھٹ گھٹ کے مرجانا

یکتا — بالآخر سر حد ہستی سے سر کے بل گزر جانا

جلیل، عزیز، کوثر، وحشت

نہیں یہ ضبط آہ اے دلفگار آرزو اچھا — کریگا درد اور افزوں ہوا زخموں میں بھر جانا

آرزو — جگر پہ تیر غم کھا کر نہیں یہ ضبط آہ اچھا

اطہر — خوب مضمون پیدا کیا ہے ۔ اطہر

〃 — نہیں اے دلفگار عشق ضبط آہ یہ اچھا — کریگا اور درد افزوں ہوا زخموں میں بھر جانا

افضل — تری اے چارہ گر مجروح سے اچھی نہیں غفلت — زمانے کی ہوا کا قہر ہے زخموں میں بھر جانا

بزم — یہ ضبط آہ کی کوشش ہی ناکام تمنا کیوں

بیخود دہلوی — نہیں اے دلفگار آرزو آہوں کا ضبط اچھا

〃 — دیکھیے آپ ہی کے الفاظ ہیں تقدیم و تاخیر میں بندش کتنی چست ہوگئی ۔ بیخود دہلوی

بیخود موہانی — نہ ضبط آہ ہو اے دلفگار رد ۔ ہو تو اتنا ہو — بنا دے موت زخموں کو ہوا زخموں میں بھر جانا

نہیں یہ ضبط آہ اے دلفگار آرزو اچھا — کریگا درد اور افزوں ہوا زخمو نہیں بھرجانا

جگر — دل بسمل یہ ضبط آہ کی عادت نہیں اچھی

دل — نہیں یہ ضبط آہِ سرد ایدل خوں فشاں ہوکر

دلیر — خلاف شیوۂ بیداد اے نوک مژہ ہوگا — ترے عہد تغافل میں مرے زخموں کا بھرجانا

ریاض — نہ ضبط آہ سے ہو درد افزوں دلفگاروں کا — قیامت ہی ہوا کا اس طرح زخموں میں بھرجانا

شفق — آہ کی ہائے ہوز اصلی گر گئی تو صرف آ رہ گیا آہ کی ہا کو ظاہر ہونا چاہیئے آیندہ سے

رر — یاد رکھیے حرف موقوف وہ گرایا جاتا ہے جو اصلی جزو کلمہ ہو۔ شفق

رر — ہوا زخموں میں بھرجانا چاہیئے اسلئے کہ اس سے پہلے کریگا ایک فعل ہے افزوں کریگا

رر — بھی محاورۂ فصحا کے خلاف ہے۔ شفق

رر — نظر بھر کر ذرا تو دیکھ لے ہم دلفگاروں کو — نہیں مشکل نگاہِ لطف سے زخموں کا بھرجانا

شوق — مضر ہے ضبط آہ اے دلفگار عشق زخموں کو — کریگا درد کو افزوں ہوا کا ان میں بھرجانا

صفی — نہ ضبط آہ کر اے دلفگار آرزو اتنا

عزیز — یہ ضبط آہ کیوں اے دلفگار آرزو کبتک

مظفر — ہوا اے کوئے جاناں دل کا گھر آباد کر جانا — کبھی آنا تو آ کر تو مرے زخموں میں بھرجانا

نوح — میں تقابل قوافی کو برا جانتا ہوں۔ نوح

رر — نہیں یہ ضبط آہ اے دلفگار آرزو بہتر

وحشت — کریگا اور درد افزوں ہوا زخمو نہیں بھرجانا

یکتا — ہوا ہی ٹیس کا باعث ہوا زخمو نہیں بھرجانا

ص بیباک، عزیز، محشر

باقی، جلیل، شہرت، کوثر

غضب ہے پڑگئے یہ دیدۂ تمیز پر پردے — لگائے جس نے سو نشتر آسی کو بخیہ گر جانا

غضب ہے پڑ گئے یہ دیدۂ تمیز پر پردے — لگائے جس نے سو نشتر اُسی کو بخیہ گر جانا

آرزو	بنایا درد کو بھی لذت آزار نے درماں	لگائے جس نے کچھ نشتر اسی کو بخیہ گر جانا
اطہر	یہ کیا ہے ایسے پردے کیوں پڑے چشم بصیرت پر	
افضل	کہاں تھا بیخودی میں امتیاز نیک و بد ہم کو	لگائے جس نے سو نشتر اسی کو بخیہ گر جانا
بزم	پڑے ہیں عشق میں یہ دیدۂ تمیز پر پردے	
بیباک	الٰہی پڑ گئے کیوں دیدۂ تمیز پر پردے	
بیخود موہانی	غضب ہے سادگی ان دلفگاران تمنا کی	
جگر	دل مجروح نے لذت یہ پائی زخم کھائیں	
دل	غضب ہے پڑ گئے یہ دیدۂ ادراک پر پردے	
دلیر	غضب ہے پڑ گئے یہ دیدۂ احساس پر پردے	
ریاض	جنوں میں کیسے پردے پڑ گئے تھے میری آنکھوں پر	
شہرت	غضب ہے پڑ گئے کیا دیدۂ تمیز پر پردے	
شفق	اُسی کو چارہ گر سمجھا لہو جس نے رلایا تھا	
شوق	غضب ہے عقل کی آنکھوں پہ کیسے پڑ گئے پردے	
محشر	محبت میں تمیز دوست و دشمن اُٹھ گئی آخر	لگائے جس نے نشتر دل پہ اُسکو بخیہ گر جانا
نوح	غضب اُلٹی سمجھ ہے دلفگار عشق و اُلفت کی	
وحشت	غضب ہے پڑ گئے ہیں دیدۂ تمیز پر پردے	
یکتا	محبت میں بگڑی یہ مت پڑے یہ عقل پر پردے	لگائے نشتر جس نے اُسی کو بخیہ گر جانا

ص عزیز، مضطر،

باقی، بیخود دہلوی، جلیل، صفی، کوثر،

حیات و موت بیمار امید و بیم کی کیا ہے — نہ جینا سہل ہے جس کا نہ ہے آسان مرجانا

آرزو — پہلا مصرع سوالیہ ہے اور دوسرا ایک دعوائے بے ثبوت ہے دونوں
〃 — میں ربط نہیں۔ آرزو
〃 — امید و بیم نے آخر کہیں کا بھی نہیں رکھا — نہ جینا سہل ہے اب تو نہ ہے آسان مرجانا
اطہر — حیات و موت بیمار فراق یار کی کیا ہے — نہ جینا سہل ہے اس کا نہ کچھ آسان مرجانا
افضل — کشاکش سی وہ مرگ و زیست کی چھوٹے تو کیا چھوٹے
باقی — ترا بیمار موت و زیست کی کس کشمکش میں ہے — نہ جینا سہل ہے اس کا نہ ہے آسان مرجانا
بزم — کہ جینا سہل ہے جس کا نہ کچھ آسان مرجانا
بیخود دہلوی — مریض عشق ہوں اس پر امید و بیم کے صدمے — نہ جینا سہل ہے میرا نہ ہے آسان مرجانا
بیخود موہانی — حیات و مرگ بیمار امید و بیم کیا کہئے — کہ جینا سہل ہے جس کا نہ ہے آسان مرجانا
جگر — نہ جینا سہل ہے اس کا نہ ہے آسان مرجانا
دل — نہ جینا سہل ہے جس کا نہ کچھ آسان مرجانا
دلیر — خدایا رحم کر تو اس مریض غم کی حالت پر
ریاض — حیات و موت اپنی ہے امید و بیم کی حالت — نہ جینا سہل ہے میرا نہ ہے آسان مرجانا
شرت — نہ جینا سہل ہے اس کا نہ ہے آسان مرجانا
شفق — سہل و آسان دونوں ایک ہی بات ہے۔ شفق
〃 — نہ جینا سہل ہو جس کا نہ ہو دشوار مرجانا
شوق — نہ جینا جس کا جینا ہے نہ مرجانا ہے مرجانا
صفی — حیات و موت بیمار امید و بیم کیا کہئے — نہ جینا سہل ہے جس کا نہ کچھ آسان مرجانا
فیح — نہ جینا سہل ہے جس کو نہ ہے آسان مرجانا

ص بیباک، عزیز، محشر، مضطر،
جلیل، کوثر، دہشت، یکتا۔

یہی دو حرف آہِ سرد کے شرح غم دل ہیں — طویل اک داستاں ہے جسکو تمنے مختصر جانا

آرزو: حقیقت میں دو حرف آہ اک شرح غمِ دل ہیں — طویل اک داستاں تھی جسکو تم نے مختصر جانا

افضل: یہی دو حرف آہِ سرد کے شرح غمِ دل تھے — بُرا کیا کیا اچھا اُسے گر مختصر جانا

باقی: یہی دو حرف اپنی آہ کے شرح غم دل ہیں

بزم: یہ آہ سرد کے دو حرف بھی شرح غم دل ہیں

بیخود موہانی: ہماری آہ کو تم کچھ جو سمجھے بھی تو کیا سمجھے — طویل اک داستان تھی جس کو تم نے مختصر جانا

ریاض: ہماری آہ کے دو حرف اک شرح غم دل ہیں — بڑی یہ داستاں ہے اسکو تم نے مختصر جانا

شہرت: پریشانی کا اک دفتر ہے صاحب اُلفت گیسو

شفق: سرد کی قید لگانے سے دو حرف نہیں باقی رہتے شفق

〃: یہی دو حرف میری آہ کے شرح غم دل ہیں

شوق: کہوں میں - تم جو میری عمر بھر کے واسطے بیٹھو

محشر: یہی دو حرف میری آہ کے شرح غم دل ہیں

نوح: فقط دو حرف آہ سرد کے شرح غم دل ہیں — وہ قصہ طول ہے جسکو کسی نے مختصر جانا

یکتا: یہی دو حرف تو آہِ رسا کے شرح ہیں غم کی — یہی تو داستاں ہے جس کو تم نے مختصر جانا

ص اطہر، بیباک، جگر، عزیز، مضطر۔

بیخود دہلوی، جلیل، دل، دلیر، صفی، کوثر، وحشت،

مآل کار اپنی ہستی موہوم کا یہ ہے — حیات چند روزہ وہ بھی غفلت میں گزر جانا

آرزو: حقیقت ہستی موہوم کی ہے کیف بے لذت

اطہر: مآل کار ہے کچھ اپنی ہستی کا تو اتنا ہے

افضل: شکایت اسکی کیا یوں ہی لکھا تھا میری قسمت میں

باقی: حیات چند روزہ ہستی موہوم کا مآل نہیں بلکہ اسکی حقیقت ہے اس کا مآل تو صرف فنا ہے - باقی

مآلِ کار اپنی ہستیِ موہوم کا یہ ہے — حیات چند روزہ وہ بھی غفلت میں گزر جانا

حقیقت ہستیِ موہوم کی اپنے فقط یہ ہے — باقی
دو روزہ زندگی اس کا بھی غفلت میں گزر جانا — بیخود دہلوی

مآلِ کار اپنی ہستیِ موہوم کا کیا ہے — بیخود موہانی
یہ کیسی نیند ہے نشہ ہے کیسا کچھ نہیں کھلتا — دو روزہ عمر کا اس طرح غفلت میں گزر جانا — ریاض
یہ شعر نظری ہے نحوی غلطی ہے غور فرما کر یہ خادم کو لکھیئے۔ شہرت — شہرت
حیات بے بقا کا خواب غفلت میں گزر جانا — شفق
وہ بھی غفلت میں گزر جانا خلاف محاورہ ہے۔ شوق — شوق
حیات عارضی اُس کا بھی غفلت میں گزر جانا — ؍؍
مآلِ کار عالم میں نہ پوچھو میری ہستی کا — محشر
حیات چند روزہ کا تردد میں گزر جانا — نوح

ص ۔ بزم، بیباک، جگر، دلیر، عزیز، مضطر،
جلیل، دل، صفی، کوثر، وحشت، یکتا۔

ستم ہی بڑھ کے گھٹنا ولولہ جوشِ محبت کا — قیامت ہے نظر پر چڑھ کے پھر دل سے اُتر جانا

وہ ذلت سخت ذلت ہے جو پہونچے بعد عزت کے — آرزو
سبحان اللہ بندش مضبوط ہے۔ اطہر — اطہر
سمجھ کر کوئی آنچل رخ سے سرکائے سرِ محفل — نظر پر چڑھ کے پھر دشوار ہے دل سے اُتر جانا — افضل
کس کا ولولہ گھٹ کے بڑھ گیا۔ کون کس کی نظر پر چڑھ کے پھر دل سے اُتر گیا۔ باقی — باقی
کہاں اب دونوں عالم میں ٹھکانا تیرے عاشق کا — ؍؍
اس شعر کا نتیجہ معنوی تنقیص جذبۂ شوق پر مبنی ہے اسلئے کاٹ دیا۔ بیباک — بیباک
ستم ہے بڑھ کے گھٹنا ولولہ جوشِ تمنا کا — بیخود موہانی

ستم ہی بڑھکے گھٹنا ولولہ جوشِ محبت کا — قیامت ہی نظر پر چڑھ کی پھر دل سی اُتر جانا

دلبر — قیامت ہی کسی کا بام پر چڑھکر اُتر جانا

ریاض — ترے تیروں کا وہ آنا نگاہِ قہر بن بن کر — اِدھر دل میں جگہہ کرنا اُدھر دل سی اُتر جانا

شہرت — واہ وا، مرحبا! مرحبا۔ شہرت

شفق — غضب ہے چڑھکے اُن نظروں پہ پھر دل سے اُتر جانا

شوق — ستم ہی بڑھ کے گھٹنا ولولہ کا جوش الفت میں

تقابل قوانی۔ نوح

نوع — ستم ہی بڑھ کے گھٹنا ولولہ جوش محبت میں

یکتا — ستم ہی بڑھ کے گھٹنا راہ ورسم عشق بازی کا

ص بزم، عزیز، مضطر،

بیخود دہلوی، جگر، جلیل، دل اصفی، کوثر، محشر، وحشت،

ہمارے دل کی ہستی نیستی کیا اِک تماشا ہی — نگاہِ لطف سی جینا نظر پھرتے ہی مر جانا

آرزو — دلِ شیدا کی ہستی نیستی اک موجِ طوفاں ہے — نگہ ملتے ہی جی اُٹھنا نظر پھرتے ہی مر جانا

اطہر — ہماری زندگی و موت بھی طرفہ تماشا ہے — نگہہ ملتے ہی جی جانا۔ نظر پھرتے ہی مرجانا

افضل — ہماری زندگی بھی زندگی ہی کوئی اوظالم

باقی — ترے عاشق کی ہستی نیستی کیا اِک تماشا ہی

بزم — ہمارے دل کی ہستی نیستی بھی اک تماشا ہی

بیخود دہلوی — ہمارے دل کا ہست و نیست بھی ظالم تماشا ہی

جگر — ہمارے چاہنے والے کی ہستی نیستی یہ ہے

دل — ہمارے دل کی ہستی و فنا بھی اک تماشا ہے

دلبر — یہ ہستی نیستی بھی طرفہ اک نیرنگِ الفت ہے — ہمیں دن رات میں سو بار جینا اور مر جانا

ہمارے دل کی ہستی نیستی کیا اک تماشا ہی	نگاہ لطف سے جینا نظر پھرتے ہی مرجانا
یہ ہستی نیستی تیری نظر کا کھیل ہے ظالم	نظر پڑتے ہی جی جانا نظر پھرتے ہی مرجانا — ریاض
ترے عاشق کی ہستی نیستی کیا اک تماشا ہی	— شہرت
ہمارے دل کی ہستی نیستی ہی دید کے قابل	— محشر
	نظر ملتے ہی جی اُٹھنا نظر پھرتے ہی مرجانا — نوح
بتائے دیتے ہیں لو اپنی ہستی نیستی تم کو	— یکتا

ص - بیباک - عزیز - مضطر -

بیخود موہانی - جلیل - شفق - شوق - صفی - کوثر - وحشت -

زباں پر ذکر - دل میں یاد - اور سر میں ترا سودا	نظر کو جستجو تیری جہاں جانا جدھر جانا
زباں پر ذکر - دلمیں یاد - آنکھوں میں ترا جلوہ	پہونچنا اپنی منزل پر جہاں جانا جدھر جانا — آرزو
زباں پر ذکر - دلمیں یاد - سر میں ترا سودا	— اطہر
اور کا "واؤ" دبانا غیر فصیح ہے - اطہر	— "
طریقہ تیرے دیوانوں کا عالم سے نرالا ہی	ملامت خلق کی لینا جہاں جانا جدھر جانا — فضل
زباں کو کام تیرے ذکر سے خلوت میں جلوت میں	— باقی
زباں پر ذکر - دلمیں یاد - آنکھوں میں ترا نقشہ	نظر کو جستجو تیری جہاں تھمنا جدھر جانا — بیخود دہلوی
زباں پر نام تیرا دلمیں تیری یاد رہتی ہی	— بیخود موہانی
زباں پر ذکر - دلمیں یاد - سودا عشق کا سر میں	— جگر
زباں پر ذکر - دلمیں یاد - سر میں عشق کا سودا	— دل
ارے او ڈھونڈنے والے وہ کعبہ ہو کہ بتخانہ	تجسس کی نظر رکھنا جہاں جانا جدھر جانا — ریاض
زباں پر نام - دلمیں یاد - اور سر میں ترا سودا	— شہرت
کسی کی یاد لیکر دلمیں آنا جس طرف آنا	کسی کی جستجو ہی میں جہاں جانا جدھر جانا — شفق

زباں پر ذکر - دل میں یاد - اور سر میں ترا سودا   نظر کو جستجو تیری جہاں جانا جدھر جانا

نوح   زباں پر ذکر - دلمیں یاد - اور سر میں یہی سودا

یکتا   زباں پر ذکر - دلمیں یاد - سر میں ہی ترا سودا

ص - بیباک - دلیر - عزیز - مضطر -

بزم - جلیل - شوق - صفی - کوثر - محشر - وحشت -

دم آخر نگاہ یاس تیرا ہی سہارا ہے   وہ آتے ہیں اب ایسے وقت تو کچھ کام کر جانا

آرزو   زباں ہی بند ایسے وقت تو کچھ کام کر جانا

اطہر   نگاہِ یاس تیرا ہی سہارا ہے دم آخر   وہ اب آتے ہیں ایسے وقت تو کچھ کام کر جانا

باقی   وہ آتے ہیں اب ایسے وقت میں کچھ کام کر جانا

بیخود دہلوی   وہ آتے ہیں عیادت کو ذرا دل میں اُتر جانا

بیخود موہانی   نگاہ یاس تیرا ہی سہارا تھا دم آخر   وہ آئے بھی - نہ آیا تجھکو اپنا کام کر جانا

ریاض   نقاب افگندہ آتے ہیں سر بالیں دم آخر   نہ رُکنا اے نگاہ یاس اپنا کام کر جانا

شہرت   تعریف نہیں ہو سکتی شعر کے مزے لیتا ہوں - شہرت

شفق   وہ آنے کو ہیں ایسے وقت تو کچھ کام کر جانا

"   "وہ اب" نکل گیا جس کی چنداں ضرورت نہ تھی - شفق

یکتا   نگاہ یاس تیرا ہی سہارا ہے دم آخر   وہ آتے ہیں اب ایسے وقت کچھ تو کام کر جانا

ص - افضل - بزم - بیباک - جگر - دلیر - شوق - عزیز - مضطر -

جلیل - دل - صفی - کوثر - محشر - نوح - وحشت -

تری بیداریاں اے شوق تھیں تمہید غفلت کی   وہ پردہ رات کا تھا جس کو آغاز سحر جانا

آرزو   تری اے شوق بیداری تھی یا تمہید غفلت کی   ستارہ شام کا وہ تھا جسے نجم سحر جانا

تری بیداریاں اے شوق تھیں تمہید غفلت کی — وہ پردہ رات کا تھا جس کو آغازِ سحر جانا

اطہر — بیداریاں بصیغہ جمع نے کچھ کام نہیں دیا۔ اطہر

〃 — بالآخر شوق بیداری تری تمہید غفلت تھی

〃 — بالآخر انجام کار کے معنی دے رہا ہے۔ اطہر

افضل — نظر میں کیوں نہ پھرتی شوق پھر تصویر محشر کی — کسی کا سر جھکا کر تھا غضب وقت سحر جانا

باقی — اس شعر کا مطلب میری سمجھ میں نہ آیا میرے خیال میں مہمل ہے۔ باقی

〃 — کہاں اُٹھ کر چلا اے شوق یہ وحشت یہ بیتابی — ارے یہ رات ہی نا داں جسے تونے سحر جانا

بیباک — یہ بیداری تری اے شوق تھی تمہید غفلت کی

بیخود دہلوی — وہ پردہ شام کا تھا جس کو آغاز سحر جانا

بیخود موہانی — وہ ظالم صبح کاذب تھی جسے تونے سحر جانا

〃 — یہ محل تو تھا مگر چاندنی کا مگر اس بحر نے اسے قبول ہی نہ کیا۔ بیخود

جلیل — وہ پردا رات کا تھا جس کو آثارِ سحر جانا

ریاض — جوانی کی گزاری رات ہمنے شوق غفلت میں — سپیدی دیکھی بالوں کی تو آغاز سحر جانا

شہرت — خوب فرمایا ہے۔ شہرت

شفق — "تھیں تمہید غفلت کی" ہوجاتا ہے اور بیداری کے دور ہونے پر تمہید کے قریب تھیں کا رہنا

〃 — اچھا نہیں اس لئے تصرف کردیا گیا۔ شفق

〃 — رہی اے شوق اک تمہید غفلت میری بیداری — وہ تھا پچھلا پہر شب کا جسے میں نے سحر جانا

شوق — یہاں جمع کی ضرورت ہے یعنی تمہیدیں اسلئے بیداریاں صیغہ جمع لایا گیا۔ شوق

〃 — تری بیداریاں غفلت کی تمہیدیں تھیں اے ساحل

یکتا — تری بیداریاں بھی شوق اک تمہید غفلت تھیں

ص۔ جگر۔ عزیز۔ مضطر۔

بزم۔ دل۔ دلیر۔ صفی۔ کوثر۔ محشر۔ نوح۔ وحشت۔

غزل

غضب ہوا دلِ صبر آزما نے لوٹ لیا
فریب دیکے مجھے رہنما نے لوٹ لیا

کبھی جو تھی وہ کہاں اب متاعِ استغنا
سرائے دہر کی حرص و ہوا نے لوٹ لیا

نہ پوچھو کوئے محبت کی واردات کا حال
کہ ایک دشمنِ جنسِ وفا نے لوٹ لیا

اگر یہ سچ ہے تو غارتگری کی حد نہ رہی
کہ دل کو خضرِ رہِ مدعا نے لوٹ لیا

حریمِ دل میں ہوئی تھی وفا پناہ گزیں
وہاں بھی آپ کی کافرادا نے لوٹ لیا

نہ زر بکف ہیں نہ بو ہے نہ رنگ باقی ہے
گلوں کے پاس تھا جو کچھ صبا نے لوٹ لیا

مسافرِ رہِ ہستی کو جائے حسرت ہے
اجل کے بھیس میں بیم و رجا نے لوٹ لیا

وہ کچھ ہوا کہ گئی جان عشق میں آخر
تغافل بت دیر آشنا نے لوٹ لیا

غریب شوق کو مارا تری نگاہوں نے
ستم ہوا ستم ناروا نے لوٹ لیا

غضب ہوا دل صبر آزما نے لوٹ لیا | فریب دیکے مجھے رہنما نے لوٹ لیا

دعویٰ ثبوت کا محتاج ہی - ۱۲ - آرزو

آرزو — متاع ہوش کو صبر آزما نے لوٹ لیا | بتا کے راہ مجھے رہنما نے لوٹ لیا

آزاد — متاع ہوش دل مبتلا نے لوٹ لیا | یہ قافلہ خضر رہنما نے لوٹ لیا

اطہر — شکیب و صبر سب اُن کی ادا نے لوٹ لیا | رہ وفا میں مجھے رہنما نے لوٹ لیا

افضل — یہ کیا کیا دل صبر آزما نے لوٹ لیا | غریب پا کے مجھے رہنما نے لوٹ لیا

صبر آزما سے اس مقام پر کیا مطلب - باقی

باقی — لٹے ہم - آہ دل مبتلا نے لوٹ لیا | دکھا کے اُس کی گلی رہنما نے لوٹ لیا

〃 — ارے غضب دل کافر ادا نے لوٹ لیا

بیخود موہانی — وفا نما تری طرزِ جفا نے لوٹ لیا

ریاض — دہائی عشق کی اس رہنما نے لوٹ لیا

شاد — صبر آزما دل کی صفت نہیں ہو سکتی - صبر کی آزمایش کرنا تغافل یا جفا کا کام ہی - شہرت

شہرت — متاع صبر کو عشق ادا نے لوٹ لیا

رہنما اور صبر آزما میں ایطا ہی - شفق

شفق — فریب دیکے مجھے بیوفا نے لوٹ لیا

یہ مصرع مطلب سے خاموش ہی کیا لوٹ لیا - اگر مصرعۂ ثانی کا خیال ہو کہ مجھے لوٹ لیا تو سوا اس کے کہ مجھے لوٹا لوٹنے کی کوئی شے نہیں ظاہر ہے - کیا فریب ؟ اس کا ذکر نہیں ہے - تو فریب دینے کا ادعا صحیح نہیں - شوق

شوق — قرار سب دل دردآشنا نے لوٹ لیا | ستم کیا کہ مجھے رہنما نے لوٹ لیا

〃 — سکون سب دل دردآشنا نے لوٹ لیا

صفی — غضب ہوا دل دردآشنا نے لوٹ لیا

فانی — غضب ہوا دل زود آشنا نے لوٹ لیا

غضب ہوا دل صبر آزما نے لوٹ لیا — فریب دیکے مجھے رہنما نے لوٹ لیا

مومن — دل کی صبر آزمائی کا اور دوسرے مصرع میں اُس کی رہنمائی اور فریب کاری کا کوئی ثبوت
〃 — نہ تھا مگر لطف بہ واسطہ توقع بہت رہ نمائی کرتا ہی اور بہت فریب دیتا ہی۔ مومن
〃 — کسی کے لطف توقع فزا نے لوٹ لیا
نوح — تمام اساتذہ کے دیوان میں اس کی مثال ہی لیکن حرف روی کے بعد وہی ایک حرف مجھے
〃 — بُرا معلوم ہوتا ہی۔ صبر آزما اور رہ نما کچھ اچھا نہیں معلوم ہوا۔ نوح
〃 — طریق عشق میں ایک آشنا نے لوٹ لیا
نیاز — "فریب دینے" کا کوئی ثبوت شعر میں نہ تھا اس لئے "غضب ہوا" بیکار تھا۔ نیاز
〃 — فریب سے دل صبر آزما نے لوٹ لیا — دکھا کے راہ مجھے رہنما نے لوٹ لیا
وحشت — دل صبر آزما کے لئے لُوٹنا کسی قدر بدیع ہی۔ وحشت
〃 — غضب ہوا نگہ آشنا نے لوٹ لیا
یکتا — جب دل صبر آزما ہی تو فریب دینا یعنی چہ۔ فافہم۔ یکتا
مجھی کو ہائے مرے رہنما نے لوٹ لیا

ص۔ بیباک۔ بیخود دہلوی۔ کوثر۔ مضطر۔
احسن۔ جلیل۔ دل۔ سائل۔ محشر۔

کبھی جو تھی وہ کہاں اب متاع استغنا — سرائے دہر کی حرص و ہوا نے لوٹ لیا

آرزو — سرا لٹنے کی جگہ نہیں۔ آرزو
〃 — نہ جنس صبر نہ اب ہے متاعِ استغنا — جو کچھ تھا پاس وہ حرص و ہوا نے لوٹ لیا
آزاد — سرائے دہر کی چلتی ہوا نے لوٹ لیا
۱ فضل — کیا تباہ ہمیں آرزوئے دنیا کی — متاعِ ہوش کو حرص و ہوا نے لوٹ لیا
بیخود موہانی — وہ رنگ و روپ کہاں رہے بے نیازی پر — دیارِ شوق کی آب و ہوا نے لوٹ لیا

کبھی جو تھی وہ کہاں اب متاعِ استغنا — سرائے دہر کی حرص و ہوا نے لوٹ لیا

دل — کہاں وہ جوشش توکل وہ رنگ استغنا

ریاض — گراں بہا تھی ہماری متاعِ استغنا — نہ بچ سکی۔ اسے حرص و ہوا نے لوٹ لیا

شاد — سرائے دہر میں تھی پاس جنس استغنا — اُسی کو گھیر کے حرص و ہوا نے لوٹ لیا

شفق — کہاں ہے دل میں وہ باقی متاعِ استغنا

شوق — متاع مؤنث لوٹ لیا فعل مذکر ردیف صحیح نہ تھی۔ شوق قدوائی

〃 — گیا دماغ سے سامان جوشش استغنا

محشر — عدم میں جو تھی۔ کہاں وہ متاعِ استغنا

مومن — آپ کے شعر میں بحیثیت گدائی دنیا کی حرص و ہوا کے لوٹنے سے متاع استغنا کا تلف ہونا

〃 — محض دعویٰ ہی ہے بے ثبوت مگر گدائے عشق کے لئے استغنا مسلم ہے۔ اور مردان خدا کا کوئی

〃 — رہزن ہے تو یہی حرص و ہوا لہذا ردیف چست اور معنی شعر واضح ہو گیا۔ مومن

〃 — جو پہلے تھی وہ کہاں اب متاع استغنا — گدائے عشق کو حرص و ہوا نے لوٹ لیا

نوح — وہ میرے دل میں کہاں اب متاع استغنا

نیاز — مصرعۂ اوّل کا اوّل حصّہ ذرا اُلجھا ہوا تھا اسلئے درست کیا گیا۔ مصرعۂ ثانی میں لوٹ لیا کا معقول

〃 — غائب تھا۔ اِس لئے اُس کا اظہار کر دیا گیا۔ نیاز

〃 — تھا اپنے پاس ہی کیا جز متاعِ استغنا — اُسے بھی دہر کی حرص و ہوا نے لوٹ لیا

وحشت — بغیر اُس کو کے ردیف "لوٹ لی" ہوگی۔ وحشت

〃 — کہ اُس کو دہر کی حرص و ہوا نے لوٹ لیا

یکتا — کہاں سے لائے کوئی اب متاع استغنا

ص۔ اطہر۔ بیباک۔ شہرت۔ کوثر۔ مضطر۔
باقی۔ بیخود دہلوی۔ جلیل۔ سائل۔ مغنی۔ فانی۔ احسن۔

	نہ پوچھو کوئے محبت کی واردات کا حال	کہ ایک دشمنِ جنس وفا نے لوٹ لیا
آرزو		غریب دل کو فریب وفا نے لوٹ لیا
آزاد	عجیب طرح لٹا ہیں کہ جائے عبرت ہے	
اطہر	نہ پوچھو کوئے محبت کی سرگزشت ہم سے	
افضل	رہی نہ دل میں تمنا مرے کوئی باقی	شبِ وصال کسی بیوفا نے لوٹ لیا
باقی	جنس کا لفظ یہاں حشو تھا۔ باقی	
"		کہ ایک دشمنِ مہر و وفا نے لوٹ لیا
بیباک	نہ پوچھو دشت محبت کی واردات کا حال	
بیخود موہانی	نہ پوچھ راہِ تمنا کی واردات نہ پوچھ	بچا کے سب سے مجھے رہنما نے لوٹ لیا
ذکی	تمام دل کی امیدوں کا ماحصل یہ ہے	
سائل		جو تھا وہ دشمنِ جنس وفا نے لوٹ لیا
شاد	نہ پوچھو کوئے محبت میں دل کی ویرانی	کسی عدوئے متاع وفا نے لوٹ لیا
شفق	واردات ہوگئی تو پھر حال کیا۔ شفق	
"	نہ پوچھ دل کو کہاں اب ہی میرے پہلو میں	
شوق	محبت کی واردات مونث۔ محبت خود مونث اور لوٹ لیا فعل مذکر ردیف صحیح نہ تھی۔ شوق	
"	نہ پوچھئے مرے سرمایۂ امید کا حال	
فانی	نہ پوچھ کوئے محبت کی واردات کا حال	
محشر		کہ اک عدوئے متاع وفا نے لوٹ لیا
مضطر	مری تباہی کا احوال مختصر یہ ہے	
مومن	لفظ جنس اور دشمن دونوں بیکار تھے اب دیکھئے رہزن نے ردیف "لوٹ لیا" کو کیسا ثابت کردیا۔ مومن	
"		کہ ایک رہزنِ راہ وفا نے لوٹ لیا

نہ پوچھو کوئے محبت کی واردات کا حال کہ ایک دشمن جنس وفا نے لوٹ لیا

نیاز — کہ آشنا کو وہاں آشنا نے لوٹ لیا

〃 — اس میں بھی لوٹ لیا کا مفعول ظاہر نہیں تھا۔ علاوہ اسکے واردات میں کسی نئی بات کا اظہار

〃 — نہ تھا کہ اس پر حیرت ہو سکے۔ آشنا کا آشنا کو لوٹ لینا بیشک تعجب خیز ہو سکتا ہے یا سے

〃 — کہ دل کو ایک عدوئے وفا نے لوٹ لیا

وحشت — وفا شعار دل اپنا رہا نہ اپنے پاس

یکتا — نہ پوچھو مجھ سے محبت کی واردات کا حال کہ ایک دشمن مہر و وفا نے لوٹ لیا

〃 — لوٹنا یا لوٹ لینا باعتبار اصل لغت غارتگری کرنا۔ تاراج کرنا ہے مگر تباہ کرنا۔ برباد کرنا۔ اُجاڑنا

〃 — ویران کرنا۔ اپنے اوپر فریفتہ کرنا۔ اڑانا حاصل کرنا کے معنی میں بھی دست فرسودہ فصحا ہے،

〃 — یہاں غالباً لوٹ لیا برباد کرنے کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ گو لفظ جنس۔ غارتگری کے

〃 — لحاظ سے مناسب مقام ہے لیکن چونکہ مقصود محبت کی واردات کا بیان کرنا ہے۔ اسلئے مہر و

〃 — وفا کچھ اچھا معلوم ہوتا ہے۔ کَمَا لَا یَخْفٰی عَلٰی مَنْ لَهٗ طَبْعٌ سَلِیْمٌ وَّفِکْرٌ مُّسْتَقِیْمٌ کیا

ص۔ شہرت۔ کوثر۔

احسن۔ بیخود دہلوی۔ جلیل۔ ریاض۔ صفی۔ نوح۔

اگر یہ سچ ہے تو غارت گری کی حد نہ رہی کہ دل کو خضر رہِ مدعا نے لوٹ لیا

آرزو — اگر یہ سچ ہے تو دنیا سے اعتبار گیا

اطہر — بھروسا کون کسی پر کرے زمانے میں

باقی — اس شعر کا مطلب ہی سمجھ میں نہیں آیا۔ خضر رہ مدعا کیا چیز ہے جس نے دل کو لوٹ لیا پھر

〃 — دل کے لٹنے میں شبہ ہی جیسا کہ "اگر یہ سچ ہی" سے ظاہر ہوتا ہے۔ بیساختہ ایک شعر موزوں

〃 — ہو گیا اُسے میں نے لکھدیا۔ اگر کوئی ہرج نہ ہو تو اس خط کشیدہ شعر کا معاوضہ سمجھئے۔ باقی

〃 — متاع ہوش و خرد ساتھ لیگیا ظالم مجھے بھی لُٹ کے دل مبتلا نے لوٹ لیا

اگر یہ سچ ہے تو غارتگری کی حد نہ رہی　　کہ دل کو خضرِ رہِ مدعا نے لوٹ لیا [1]

بیخود موہانی　　کہ دل سے خضرِ رہِ مدعا نے لوٹ لیا

ریاض　　نہ مدعا مرے دل میں نہ دل ہے پہلو میں　　مجھے تو خضرِ رہِ مدعا نے لوٹ لیا

شوق　　آپ کے شعر میں خضرِ رہِ مدعا کون تھا۔ کوئی نہیں۔ شعر کا لطف یہ ہے کہ الفاظ سے معنی پیدا

〃　　ہوں ادعائے غیر مفہوم ٹھیک نہیں۔ شوق

〃　　مٹائیں لاکھ تمنائیں دل کی ظالم نے　　اسے تو خضرِ رہِ مدعا نے لوٹ لیا

فانی　　نہ راہزن کی شکایت نہ مدعی کا گلہ　　ہمیں تو خضرِ رہِ مدعا نے لوٹ لیا

محشر　　خوب مصرعہ لگایا ہے۔ محشر۔

مومن　　محض دعویٰ تھا اب یہ دیکھئے کہ خضرِ رہ مدعا امید ہوتی ہے یا نہیں یہ اصلاح بھی ویسے ہی

〃　　ہی جیسی مطلع میں ہے۔ مومن

〃　　جواب دیدیا امید نے ہزار افسوس　　غضب ہی خضرِ رہِ مدعا نے لوٹ لیا

نیاز　　خضرِ رہ مدعا سے مقصود کیا ہے؟ یہ ظاہر نہیں ہوتا۔ نیاز

〃　　کہ مدعا کو مرے خود دعا نے لوٹ لیا

احسن۔ آزاد۔ افضل۔ بیباک۔ بیخود دہلوی جلیل۔ دل۔ سائل۔ شاد۔ شہرت
شفق۔ صفی۔ کوثر۔ محشر۔ مضطر۔ نوح۔ وحشت۔ یکتا

حریم دل میں ہوئی تھی وفا پناہ گزیں　　وہاں بھی آپ کی کافر ادا نے لوٹ لیا

آرزو　　حریم دل میں ہوئی تھی حیا پناہ گزیں

اطہر　　حریم کعبۂ دل میں وفا نے لی تھی پناہ

افضل　　عبث ہی طور پہ تم کو تلاش مایۂ ضبط　　کلیم جلوۂ برقِ ادا نے لوٹ لیا

باقی　　کہاں رہے تری اب یاد خانماں برباد　　حریم دل کو تو تری ادا نے لوٹ لیا

〃　　کہتے ہیں کہ مجھ میں وفا ہے تم میں وفا ہے یہ نہیں کہتے کہ میرے دل میں وفا ہے پھر وفا کو لوٹنے

حریمِ دل میں ہوئی تھی وفا پناہ گزیں　　　وہاں بھی آپ کی کافر ادا نے لوٹ لیا

کا گیا مطلب، کیا اس کا مطلب یہ ہی کہ میں بے وفا ہوگیا۔ باقؔی　معلوم تو یہی ہوتا ہے۔　　باقی

پناہ لی حرمِ دل میں بے نیازی نے　　بیخود موہانی

دریغ جان سے ایمان سے نہ دل سے اُسے　　کہ جو ملا تری کافر ادا نے لوٹ لیا　　ریاض

وہاں بھی یار کی کافر ادا نے لوٹ لیا　　محشر

وفا کا چھپ کر بیٹھنا وفا کے لئے عیب ہی اور جب وفا کو لوٹ لیا تو اب وفا نہ رہی یا ناقص　　مومن

ہوگئی ہاں! آپ کی کافر ادا کی غارت گری کا یہ اثر ہے کہ اب دل میں عافیت و اطمینان کا　　〃

پتہ تک نہیں۔ مؔومن　　〃

حریمِ دل میں تھی جو عافیت پناہ گزیں　　اُسے بھی آپ کی کافر ادا نے لوٹ لیا　　〃

حریمِ دل میں وفا نے پناہ لی تھی　مگر　　یہاں بھی آپ کی کافر ادا نے لوٹ لیا　　نوح

وفا لٹ جانے کے بعد عاشق بے وفا رہ جاتا ہے جو معیوب ہی اسلئے آرزو مناسب ہی۔ نیؔاز　　نیاز

حریمِ دل میں ہوئی آرزو پناہ گزیں　　〃

وفا کا لوٹنا کسی قدر غیر مانوس معلوم ہوتا ہی۔ وحؔشت　　وحشت

مجال تھی کہ نکل جاتا بچ کے دل میرا؟　　حیا نے چھوڑا تو آ کر ادا نے لوٹ لیا　　〃

وہاں بھی تو اُسے کافر ادا نے لوٹ لیا　　یکتا

اب کافر ادا کی ترکیب کا لطف کچھ اور ہی ہوگیا اور تو نے تو مصرع میں جان ڈالدی۔ یکتؔا　　〃

ص - آزاد۔ بیباک۔ سائل۔ شہرت۔ شوق۔ کوثر۔ مضطر۔

احسن۔ بیخود دہلوی۔ جلیل۔ دل۔ شاد۔ شفق۔ صفی۔ فانی۔

نہ زر بکف ہیں نہ بو ہی نہ رنگ باقی ہے　　گلوں کے پاس تھا جو کچھ صبا نے لوٹ لیا

اُمنگ دل کی تھی غارت گر جمالِ شباب　　آرزو

کھلے خزانے گلوں کو صبا نے لوٹ لیا　　آزاد

نہ زر بکف ہیں نہ بو ہی نہ رنگ باقی ہے گلوں کے پاس تھا جو کچھ صبا نے لوٹ لیا

افضل — چمن میں ڈھونڈھ نہ اب رنگ و بو کو بلبل زار
باقی — گلوں کے پاس جو کچھ تھا صبا نے لوٹ لیا
بیخود موہانی — نہ زر بکف ہیں نہ بو در قبا نہ رنگ برخ - زر کے ساتھ الفاظ کی یہ صورت ہونی چاہئے مگر
〃 — دوسرا مصرع تھا بہت صاف اسلئے یہ انداز نظر انداز کیا گیا۔ بیخود موہانی
〃 — کہاں کا زر - نہ ہے بو نہ رنگ باقی ہے گلوں کے پاس جو کچھ تھا ہوا نے لوٹ لیا
جلیل — گلوں کو ہائے خزاں کی ہوا نے لوٹ لیا
دل — اُداس کیوں نہ ہوں وہ بو نہ رنگ باقی ہے
ریاض — گرہ میں زر ہے نہ بو ہے نہ رنگ پھولوں میں انہیں چمن کی مخالف ہوا نے لوٹ لیا
سائل — گلوں کے پاس جو کچھ تھا صبا نے لوٹ لیا
شاد — نہ رنگ و بو نہ غریبوں کے ہاتھ میں زر ہے گلوں کو آکے خزاں کی ہوا نے لوٹ لیا
شہرت — شعر خوب ہے "خزاں" چاہئے۔ صبا گل کھلاتی ہے۔ شہرت
شفق — "جو کچھ خزاں نے لوٹ لیا" ہوجاتا ہے اس لئے اس طرح بدل دیا گیا شفق
〃 — نہ رنگ ہے نہ وہ بو ہے اُڑا کے لے ہی گئی گلوں کو صحن چمن میں صبا نے لوٹ لیا
شوق — صبا کہتے ہیں پُروا ہوا کو وہ تو پھولوں کو کھلاتی ہے لوٹ نہیں سکتی - یوں ہی نسیم بھی - جو
〃 — پچھوا ہوا کو کہتے ہیں وہ بھی پھولوں کو کھلاتی ہے - شوق
〃 — گلوں کا مال خزاں کی ہوا نے لوٹ لیا
فانی — نہ زر بکف ہے نہ اب جنس رنگ و بو باقی متاع گل کو خزاں کی ہوا نے لوٹ لیا
محشر — نہ وہ شگفتگیٔ رُخ نہ رنگ کی شوخی
نوح — نہ تازگی ہے نہ بو ہے نہ رنگ باقی ہے
نیاز — اس شعر میں کوئی جدید بات ظاہر نہیں کی گئی اور رنگ تغزل کے کسی قسم میں نہیں آتا۔ البتہ
〃 — مثنوی کا ایک شعر ہو سکتا ہے اگر بحر بدل دیجائے۔ اسلئے درست کیا گیا۔ نیاز

نہ زر بکف ہیں نہ بو ہے نہ رنگ باقی ہے　　گلوں کے پاس تھا جو کچھ صبا نے لوٹ لیا

فریبِ حس تھا فقط رنگ و بو، سو گل کے رہا　　گلوں کے پاس تھا کیا، جو صبا نے لوٹ لیا　نیاز

ص۔ اطہر۔ بیباک۔ شہرت۔ کوثر۔ مضطر۔

احسن۔ بیخود دہلوی۔ صفی۔ مومن۔ وحشت۔ یکتا۔

مسافرِ رہِ ہستی کو جائے حسرت ہے　　اجل کے بھیس میں بیم و رجا نے لوٹ لیا

بیم و رجا دو متضاد چیزیں ہیں اگر ایک کا استعارہ اجل سے کیا جائے تو دوسرے کا　آرزو

زندگی سے لہذا دونوں کا ایک عمل نہیں ہو سکتا۔ آرزو　"

مسافرِ رہِ ہستی کو راہزن بن کر　　فریبِ منزلِ حسرت فضا نے لوٹ لیا　"

مسافرِ رہِ ہستی کو کیا تماشا ہے　آزاد

مریضِ ہجر کی سنتے ہیں جنسِ ہستی کو　　جہاں میں رہزنِ بیم و رجا نے لوٹ لیا　افضل

مسافرِ رہِ ہستی پہ رد ہی جس کو　باقی

مسافرِ رہِ ہستی پہ جائے حسرت ہے　بیباک

نہ پوچھ منزلِ آخر میں دل پہ کیا گزری　بیخود موہانی

متاعِ دل کو سرِ بزم جائے حیرت ہے　　کرشمۂ نگہِ فتنہ زا نے لوٹ لیا　دل

لٹا شباب ہمارا ہزار ہاتھوں سے　　ہمیں تو شوخیِ رنگِ حنا نے لوٹ لیا　ریاض

مسافرِ رہِ ہستی پہ کیسی چال ہوئی　سائل

مسافرِ رہِ ہستی کو حیف اے حسرت　شاد

بیم و رجا کا لوٹ لینا کچھ مناسب حال نہ تھا اب ملاحظہ فرمائیے۔ شفق　شفق

رہی نہ جسم میں اک جانِ زار تک باقی　　مسافرانِ عدم کو قضا نے لوٹ لیا　"

یہ شعر کوئی معنی نہیں دیتا بے معنی ہے۔ شوق　شوق

کھلی جو زلف تو ہوش و حواس کچھ نہ رہے　　اندھیری رات میں مجھکو بلا نے لوٹ لیا　"

مسافر رہِ ہستی کو جائے حسرت ہے اجل کے بھیس میں بیم و رجا نے لوٹ لیا

کوثر جائے حسرت بے معنی و بے محل ہے اس شعر کا مفہوم صاف نہیں دوسرے مصرع میں بیم و
〃 رجا کا اجل کے بھیس میں لوٹ لینا صحیح نہیں اجل کی شکل سراپا بیم ہے رجا کہاں ہے۔ کوثر
مومن مسافرانِ عدم کو سرائے فانی میں فنا سے پہلے ہی بیم و رجا نے لوٹ لیا
نوح مسافر رہِ ہستی پہ حسرت آتی ہے
〃 مسافر رہِ ہستی کا حال کیا کہئے
نیاز معلوم ہوتا ہے آپ نے خود اجل کو بیم و رجا سے تعبیر کیا ہے پھر جائے حسرت ہونا کیوں؟
〃 علاوہ اس کے شعر کی ترکیب خوبصورت نہ تھی غالباً اصلاح آپ پسند فرمائینگے۔ نیاز
〃 مسافر رہِ الفت کی عافیت معلوم بچا جو بیم سے کوئی رجا نے لوٹ لیا
یکتا مسافر رہِ ہستی محل عبرت ہے کہ اس غریب کو بیم و رجا نے لوٹ لیا

ص اطہر۔ شہرت۔ مضطر

احسن۔ بیخود دہلوی۔ جلیل۔ صفی۔ فانی۔ محشر۔ وحشت

وہ کچھ ہوا کہ گئی جان عشق میں آخر تغافل بتِ دیر آشنا نے لوٹ لیا

آرزو بس اب مریض غم انتظار میں کیا ہے
آزاد نہ آیا رحم گئی جان عشق میں آخر
افضل خدا کو ہم دل ویراں دکھا کے کہہ دینگے
باقی وہی ہوا کہ گئی جان ہجر میں آخر
بیخود دہلوی نظر بھی مل نہ سکی عمر کٹ گئی آخر
بیخود موہانی زباں بند ہوئی ہے کسی کی یہ کہکر
ریاض نہ تابِ ضبط نہ اب طاقتِ شکیبائی ترے تغافل صبر آزما نے لوٹ لیا
سائل یہی ہوا کہ گئی جان عشق میں آخر

وہ کچھ ہوا کہ گئی جان عشق میں آخر تغافل بت دیر آشنا نے لوٹ لیا

نہیں ہم آپ میں باقی گزر گئے مہ و سال شاد
اُمید لطف میں عشاق لُٹ گئے آخر شفق
ہجوم شوق کا سرمایہ جتنا تھا دل میں شوق
یہی ہوا کہ گئی جان عشق میں آخر کوثر
آپ کے مصرع میں بظاہر ابہام ہے اور ردیف کا ثبوت بھی کم ہے۔ مومن مومن
وہ ولولے نہ رہے جان بھی چلی آخر "
وہ کچھ ہوا کہ گئی جان اہل اُلفت کی نوح
مری تو جان محبت نے لی یہ کیسے کہوں نیاز

ص۔ اطہر۔ بیباک۔ محشر۔ مضطر۔
احسن۔ جلیل۔ دل۔ شہرت۔ صفی۔ فانی۔ وحشت۔ یکتا۔

غریب شوق کو مارا تری نگاہوں نے ستم ہوا ستم ناروا نے لوٹ لیا

نگاہِ معشوق ستم ناروا نہیں ہوسکتی۔ آرزو آرزو
غریب شوق کو مارا ترے تغافل نے ارے اِسی ستم ناروا نے لوٹ لیا "
غریب شوق کو پالا پڑا تغافل سے آزاد
کسی کو شوق کیا ظلم و جور نے تاراج کسی کو ہاں ستم ناروا نے لوٹ لیا فضل
معشوق کی نگاہ کو ستم ناروا کیسے کہہ سکتے ہیں یہ تو کرم ہے۔ ع۔ ادا سے دیکھ لو جاتا باقی
رہے گلہ دل کا (قلق) یہ اور بات ہے کہ ہم اُس نگاہ کی تاب نہ لا سکیں۔ ہاں نگاہ قہر "
البتہ ستم ہے۔ باقی "
غریب شوق کو مارا ترے تغافل نے "
غریب شوق کا دل ہے وہ اے وفا دشمن جسے ترے ستم ناروا نے لوٹ لیا بیباک

غریب شوق کو مارا تری نگاہوں نے — ستم ہوا ستم ناروا نے لوٹ لیا

بیخود دہلوی	غریب شوق کا چھینا ہی دل نگاہوں نے	
بیخود موہانی	غریب شوق کو مارا ترے تغافل نے	
ریاض	غریب شوق کی بھی جاں نذر عشق ہوئی	تغافل بت دیر آشنا نے لوٹ لیا
شہرت	غریب شوق کو مارا ترے تغافل نے	
شفق	بھلا ہو شوق نگاہ بت ستمگر کا	
شوق	لوٹ لینے کا کوئی اشارہ نہیں ہے ردیف صحیح نہیں رہی مصرعہ اولیٰ میں مارا کہا گیا ہے تو اس کا	
"	مفہوم معنوی وہیں ختم ہو گیا لوٹنے کا اطلاق کیونکر ہوا۔ شوق	
"	جگر نہ شوق کے پہلو میں ہے نہ دل باقی	
کوثر	متاع صبر و وفا بھی رہی نہ شوق کے پاس	اسے بھی تو ستم ناروا نے لوٹ لیا
مومن	غریب شوق کو تیری نگاہ نے مارا	ترے کرشمہ و ناز و ادا نے لوٹ لیا
"	تری نگاہ نے بیچارے شوق کو مارا	غریب کو ترے ناز و ادا نے لوٹ لیا
"	ترے کرشمہ کے تقابل کے لئے (تیری نگاہ) کی ترکیب چست ہے بیچارے اور غریب کا	
"	تقابل بھی پُر لطف ہے اگر پسند آئے تو دوسری طرح رکھئے۔ مومن	
نوح	غریب شوق کو مارا اسی نے اُلفت میں	
نیاز	ستم ناروا نے اگر لوٹ لیا تو ستم کیا ہوا ہمیشہ یہی ہوا کرتا ہے۔ نیاز	
"		روا ہوا ستم ناروا نے لوٹ لیا
یکتا	غریب شوق کو مارا ہے کم نگاہی نے	
"	کم نگاہی۔ بے التفاتی۔ بے پروائی کے معنی میں آیا ہے۔ ظفر دہلوی ؎	
"	تمام عمر کرے شکوہ کم نگاہی کا	

ص۔ اطہر۔ سائل۔ مضطر۔

احسن جلیل۔ دل۔ شاد صفی۔ فانی۔ محشر۔ وحشت۔

عطیہ حضرت باقی

متاعِ ہوش و خرد ساتھ لے گیا ظالم　　مجھے بھی لُٹ کے دل مبتلا نے لوٹ لیا

عطیہ حضرت ریاضؔ

متاع ہوش کو زلفِ دوتا نے لوٹ لیا　　متاع صبر کو اُس شوخ ادا نے لوٹ لیا
جو سر اُٹھا کے چلا کوئے زلف میں اے دل　　کمند ڈال کے زلف دوتا نے لوٹ لیا
لُٹا شباب ہمارا ہزار ہاتھوں سے　　ہمیں تو شوخیِ رنگِ حنا نے لوٹ لیا

عطیہ حضرت شفق

رہی نہ جسم میں اک جان زار تک باقی　　مسافران عدم کو قضا نے لوٹ لیا

عطیہ حضرت شوق قدوائی

کھُلی جو زلف تو ہوش و حواس کچھ نہ رہے　　اندھیری رات میں مجھکو بلا نے لوٹ لیا

عطیہ حضرت محشر

ہمارے گلشنِ ہستی کو پائمال کیا　　ادائے آمد پیک قضا نے لوٹ لیا

عطیہ حضرت وحشت

مجال تھی کہ نکل جاتا بچ کے دل میرا؟　　حیا نے چھوڑا تو آ کر ادا نے لوٹ لیا

غزل

خندہ زن مجھ پہ مری خوبیِ تقدیر نہو
منتشر پھر کہیں شیرازہ تدبیر نہو

کیوں الجھتے ہو سنورنے کی نہیں زلف دراز
کہیں یہ بھی مری بگڑی ہوئی تقدیر نہو

عشق کی ہی یہ کرامت مجھے ساکت پاکر
اُن کو دھوکا ہو کہ یہ بھی مری تصویر نہو

سادگی میں یہ کہاں لطف خلش دلکو نصیب
خط بھی وہ خط ہے اگر شوخیِ تحریر نہو

کوچۂ یار کا پابند بھلا جائے کہاں
قید سمجھو مجھے گو پاؤں میں زنجیر نہو

اُس سے دشوار نہیں عشق کی کڑیاں اُٹھنا
کچھ جسے رنج گرانباریِ زنجیر نہو

دل سے ہوتی ہی تو خالی بھی کہیں جاتی ہی
تم یہ چاہو کہ مرے قلب پہ تاثیر نہو

نگہہ یاس کی تاثیر نہیں مٹنے کی
دل سے باہر جو کچھ آئے یہ ترا تیر نہو

شوق چاہے گا کہ تیرا دل نازک دُکھ جائے
نالہ کش ہو بھی تو کیا۔ طالب تاثیر نہو

خندہ زن مجھ پہ مری خوبیِ تقدیر نہو   منتشر پھر کہیں شیرازہ تدبیر نہو

کسی پر ہنسنا دشمن کا فعل ہوتا ہے۔ اگر خوبی طنزاً ہے یعنی تقدیر کی بدی مجھ پر نہ ہنسے تو دوسرا مصرع موجودہ حالت کو بُرا نہیں بتاتا۔ ورنہ شیرازہ تدبیر کے منتشر ہونے کا اندیشہ ظاہر کرنا کیا معنی۔ موجودہ حالت میں مطلع بے معنی ہے۔ ۱۲ آرزو

خندہ زن جوش میں لے خوبیِ تقدیر نہو — آرزو
خندہ زن مجھ پہ الٰہی مری تقدیر نہو — بیخود دہلوی
خندہ زن اور بھی مجھ پر مری تقدیر نہو — بیخود موہانی
منتشر پھر کہیں شیرازہ تدبیر نہو   خندہ زن اور بھی مجھ پر مری تقدیر نہو — ریاض
کارگر پھر بھی وہی نسخہ تقدیر نہو — شاد

ص۔ اطہر۔ بزم۔ سائل۔ شہرت۔ شفق۔ ناطق۔ وحشت۔
احسن مارہروی جلیل۔ دل۔ شوق۔ صفی۔ عزیز۔ نوح۔

کیوں اُلجھتے ہو سنورنے کی نہیں زلف دراز   کہیں یہ بھی مری بگڑی ہوئی تقدیر نہو

پہلا مصرع یقین ظاہر کرتا ہے اور دوسرا احتمال بتاتا ہے۔ آرزو — آرزو
کیوں اُلجھتے ہو سنورتی نہیں گر زلف دراز — "
کیوں اُلجھتے ہو سنورتی جو نہیں زلف دراز — احسن
زلف پیچاں تو سنوارے سے سنورتی ہی نہیں — اطہر
دور شانے سے خم زلف گرہ گیر نہو! — بیخود موہانی
کیوں اُلجھتے ہو سنورتی جو نہیں زلف دراز — جلیل
بگڑی ہوئی اپنی تقدیر سے زلف معشوق کو تشبیہ دینا شعرا پسند کریں گے میں کردہ سمجھتا ہوں — شاد
شانہ کا توصین مقصود ہے کہ زلف میں بسر کیا کرے۔ شاد — "
اس میں شامل کہیں کنگھی کی بھی تقدیر نہو — "

کیوں اُلجھتے ہو سنورنے کی نہیں زلف دراز کہیں یہ بھی مری بگڑی ہوئی تقدیر نہ ہو

شہرت — کہیں یہ بھی مری اُلجھی ہوئی تقدیر نہ ہو

شفق — کیوں اُلجھتی ہے سنور کر تری زلف پُر خم

شوق — نہیں بنتی جو بنانے سے تمہاری کاکل

نوح — وہ اُلجھتے ہیں سنورتی ہی نہیں زلف دراز

وحشت — ہے شکن در شکن آج آپ کی زلفِ برہم

ص - بزم - عزیز -

بیخود دہلوی - دل - ریاض - سائل - صفی - ناطق -

عشق کی ہی یہ کرامت مجھے ساکت پاکر اُن کو دہوکا ہے کہ یہ بھی مری تصویر نہ ہو

احسن — دیکھنا جذب محبت مجھے ساکت پا کر

آرزو — شعر میں عیب نہ تھا مگر شاید اب کچھ بہتر ہو گیا ہو - آرزو

" — اپنے پر تو کے اثر سے مجھے ساکت پاکر

" — حُسن پر تو کے اثر سے مجھے ساکت پاکر

اطہر — اثر عشق تو دیکھو مری حیرانی پر

بزم — اُن کو دھوکا ہے کہ یہ بھی کوئی تصویر نہ ہو

بیخود موہانی — دیکھنا عشق کا اعجاز لگی چپ جو مجھے اُن کو دھوکا ہے کہیں یہ مری تصویر نہ ہو

دل — واہ رے کیف تصور مجھے ساکت پاکر

ریاض — مجھ میں ہی ضعف نے کی اُنکی نزاکت پیدا

شاد — کہہ دو مجنوں سے کہ لیلےٰ کے مرقع کو ہٹا

شہرت — مرحبا، جزاک اللہ۔

شوق — اتحاد اتنا بڑھا ہے کہ مجھے چپ پا کر

عشق کی ہے یہ کرامت مجھے ساکت پا کر — اُن کو دھوکا ہے کہ یہ بھی مری تصویر نہو

خامشی ہے مری آئینۂ جذبِ اُلفت — ناطق
شکلِ آئینہ جو ساکت ہوں تو ساکت پا کر — نوح
ہوں مرقعِ اثرِ آئینہ حُسن کا میں — وحشت

بیخود دہلوی۔ جلیل۔ سائل۔ شہرت۔ شفق۔ صفی۔ عزیز۔

سادگی میں یہ کہاں لطفِ خلش دلکو نصیب — خط بھی وہ خط ہے اگر شوخیِ تحریر نہو

خط وہ کیا خط ہے اگر شوخیِ تحریر نہو — احسن
یہ نہیں پایا جاتا کہ خط کس کا ہے۔ آرزو — آرزو
چھبتے فقروں ہی میں ہی شانِ مزاجِ معشوق — خط کوئی خط ہے۔ اگر شوخیِ تحریر نہو — 〃
سادگی اچھی بناوٹ کی ادا خوب نہیں — اطہر
خط کوئی خط ہے۔ اگر شوخیِ تحریر نہو — بزم
سادگی میں بھی ہوا لطفِ خلش دلکو نصیب — اُن کا خط ہے۔ نہ سہی شوخیِ تحریر نہو — بیخود دہلوی
ایک اک لفظ کلیجے میں چبھی جاتی ہے — خط میں خط ہے کوئی گر شوخیِ تحریر نہو — بیخود موہانی
خط وہ کیا خط ہے۔ اگر شوخیِ تحریر نہو — دل
خط کوئی خط ہے اگر شوخیِ تحریر نہو — ریاض
سادگی میں یہ کہاں لطفِ خلش سمجھو تو — دل نہ بےچین ہو گر شوخیِ تحریر نہو — سائل
سچ ہی بےلطف وہ فقرے وہ عبارت پھیکی — کچھ بھی نامے میں اگر شوخیِ تحریر نہو — شاد
خط وہ کیا جس میں کوئی شوخیِ تحریر نہو — شفق
خط پہ سو حرف اگر شوخیِ تحریر نہو — شوق
قلمزد — ناطق
کیا ہی تقریر نہو کچھ بھی اگر حسنِ کلام — کیا ہے تحریر۔ اگر شوخیِ تحریر نہ ہو — نوح

سادگی میں یہ کہاں لطف خلش دلکو نصیب — خط بھی وہ خط ہے اگر شوخیِ تحریر نہو

وحشت — قلمزد

جلیل - ریاض - شہرت - صفی - عزیز

کوچۂ یار کا پابند بھلا جائے کہاں — قید سمجھو مجھے گو پاؤں میں زنجیر نہو

آرزو — کوچۂ یار کا پابند کہاں جائیگا

اطہر — کوچۂ یار کا پابند وفا جائے کہاں

بیخود موہانی — کوچۂ یار کے پابند کہیں جاتے ہیں — قید ہوں قید میں گو پاؤں میں زنجیر نہو

شاد — اک قدم ہی مجھے اس در سے کھسکنا ہی محال — میں بھی قیدی ہوں - نہو پاؤں میں زنجیر نہو

شہرت — کوچۂ یار کا پابند کہاں جاتا ہے

شفق — "بھلا" یہاں پر بھرتی کی طرح پر تھا اب مصرع صاف ہو گیا - شفق

〃 — کوچۂ یار کا پابند ہوں جاؤں گا کہاں

نوح — کوچۂ یار سے پابند وفا جائے کہاں

وحشت — سمجھو قیدی مجھے گو پاؤں میں زنجیر نہو

ص - بزم - شوق قدوائی - عزیز -

احسن - بیخود دہلوی - جلیل - دل - ریاض - سائل - صفی - ناطق -

اُس سے دشوار نہیں عشق کی کڑیاں اُٹھنا — کچھ جسے رنج گرانباریِ زنجیر نہو

احسن — سخت کیا اُسکے لئے عشق کی کڑیاں ہونگی

آرزو — جس کو پروائے گرانباریِ زنجیر نہو

اطہر — جس کو کچھ رنج گرانباریِ زنجیر نہو

بیخود دہلوی — اُس سے دشوار نہیں عشق کی کڑیاں سہنی — جس کو کچھ رنج گرانباریِ زنجیر نہو

اُس سے دشوار نہیں عشق کی کڑیاں اُٹھنا — کچھ جسے رنج گرانباری زنجیر نہو

اے مری جاں وہی عشق کی کڑیاں جھیلے		بیخود موہانی
	جس کو کچھ رنج گرانبارِی زنجیر نہو	سائل
جھیل جائیگا وہی عشق کی کڑیاں ناصح		شاد
ایسا دیوانہ ہو۔ افسوس تُنک نظروں میں		شوق
	جس کو احساس گرانبارِی زنجیر نہو	عزیز
	جسے کچھ رنج گرانبارِی زنجیر نہو	ناطق
وہی کڑیاں غم اُلفت کی سہے اور اُٹھائے		نوح

ص۔ بزم۔ شہرت۔

جلیل۔ دل۔ ریاض۔ شفق۔ صفی۔ وحشت۔

دل سے ہوتی ہی تو خالی بھی کہیں جاتی ہی — تم یہ چاہو کہ مرے قلب پہ تاثیر نہو

دل سے ہوتی ہی تو جاتی نہیں خالی فریاد	غیر ممکن ہے کہ تم پر کوئی تاثیر نہ ہو	احسن
بے معنی۔ قلزم۔ آرزو		آرزو
دل سے ہوتی ہی تو خالی نہیں جاتی ہرگز	غیر ممکن ہے دعا میں مرے تاثیر نہو	اطہر
	لاکھ چاہو کہ مرے قلب پہ تاثیر نہو	بزم
	یہ تو ہونی ہی نہیں آہ میں تاثیر نہو	بیخود دہلوی
آہ نکلی جو مرے دل سے تو پھر خیر نہیں	تم یہ چاہا کرو! دل پر مرے تاثیر نہو	بیخود موہانی
دل سے ہو آہ تو خالی بھی کہیں جاتی ہے	لاکھ تم چاہو کہ دل پر مرے تاثیر نہو	جلیل
دل سے ہو آہ تو خالی بھی کہیں جاتی ہے		دل
	آپ پر اور مری آہ کی تاثیر نہو	ریاض
نالۂ دل تو بُری دل پہ بنا دیتا ہے	لاکھ تم چاہو کہ دل پر مرے تاثیر نہو	سائل

دل سے ہوتی ہے تو خالی بھی کہیں جاتی ہے — تم یہ چاہو کہ مرے قلب پہ تاثیر نہو

شاد — دل سے نکلا ہے اثر چاہیے گا نالہ دل پر — تم کو یہ ضد کہ مرے قلب پہ تاثیر نہو

شہرت — نہیں ممکن کہ ترے قلب پہ تاثیر نہو

شفق — نہو کا پہلو اچھا نہیں ہے۔ شفق

شوق — یہاں اثر کا پہلو ہے۔ شعر ہی بندش سے اُلجھ گیا ہے۔ شوق

" — اُس پہ امید اثر آہ کی نادانی ہے — جس کے گھر زہر بھی کھالوں میں تو تاثیر نہو

صفی — دل سے نکلی ہے ترے آہ یہ ناممکن ہے — تم جو چاہو کہ مرے قلب پہ تاثیر نہو

عزیز — غیر ممکن ہے مرے قلب پہ تاثیر نہو

ناطق — قلمزد

نوح — میں یہ چاہوں کہ فغاں نکلے تو دل ہی میں رہے

وحشت — قلمزد

نگہ یاس کی تاثیر نہیں مٹنے کی — دل سے باہر جو کچھ آئے یہ ترا تیر نہو

آرزو — دل سے باہر نکل آئے یہ نہیں ممکن ہے — نگہ یاس کی تاثیر ترا تیر نہو

اطہر — خار حسرت مرے سینے سے نہ نکلیگا کبھی

بیخود موہانی — حشر تک اس کا ترے دل سے نکلنا معلوم — نگہ یاس ہے قائل یہ ترا تیر نہو

جلیل — نہو کا موقع نہیں بلکہ نہیں کا۔ جلیل

دل — دل سے باہر جو کچھ آئے وہ ترا تیر نہو

ریاض — نگہ یاس کبھی چبھ کے نکلتی ہی نہیں

سائل — دل سے باہر جو کچھ آئے تو مرا تیر نہو

شہرت — "نہیں" چاہئے۔ شہرت

شفق — نہیں کا پہلو غالب ہے۔ شفق

نگہ یاس کی تاثیر نہیں مٹنے کی — دل سے باہر جو کچھ آئے یہ ترا تیر نہو

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
نہو کا محل نہیں، یہاں نہیں کا محل ہے۔ شوق		شوق
نہ ملائی جو نگاہ اُس نے تو پوچھا میں نے	شہر ایسا ہی کوئی ہوگا جہاں تیر نہو	״
قلمزد		صفی
قلمزد		عزیز
آرزو ہے کہ دکھائے مرا نالہ تاثیر	دل سے باہر جو کچھ آئے تو ترا تیر نہو	نوح
نہیں ؟ وحشت		وحشت

احسن - بزم - بیخود دہلوی - ناطق -

شوق چاہیگا کہ تیرا دل نازک دکھ جائے — نالہ کش ہو بھی تو کیا۔ طالب تاثیر نہو

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
دیکھ اے شوق ہے دلبر نازک کا خیال	ہو فغاں سنج مگر طالب تاثیر نہو	احسن
شوق دیکھو نہ کسی کا دلِ نازک دکھ جائے	نالہ کش شوق سے ہو طالب تاثیر نہو	آرزو
	نالہ کش ہونے سے کیا۔ طالب تاثیر نہو	بیخود موہانی
شوق سے کہدو کہ اُن کا دل نازک نہ دکھے	نالہ کش ہونے کو ہو۔ طالب تاثیر نہو	ریاض
	اُس کے نالے میں الٰہی کبھی تاثیر نہو	سائل
نالہ کش شوق ہی واقف ترے نازک دل سے	مر بھی جائے تو کبھی طالب تاثیر نہو	شاد
نہوگا یا نہیں چاہیئے ذرا ترکیب پر غور فرمایئے۔ شہرت		شہرت
شوق اُس کا دل نازک نہ کہیں دکھ جائے	نالہ و آہ بھی کر طالب تاثیر نہ ہو	״
شوق اُسکے دل نازک کا ہی جب پاس تجھے	نالہ کش ہوکے بھی تو طالب تاثیر نہو	شفق
	نالہ کش ہو بھی تو وہ طالب تاثیر نہو	شوق
	نالہ کش دل سے ذرا طالب تاثیر نہو	صفی
شوق کے دل سے نہوگا کہ ترا دل دکھ جائے		نوح

شوق چاہیگا کہ تیرا دل نازک دکھ جائے — نالہ کش ہو بھی تو کیا طالب تاثیر نہو

وحشت — شوق اُس کا دل نازک نہ کہیں دُکھ جائے — نالہ کش ہو جو کبھی طالب تاثیر نہو

ص- اطہر- عزیز-

بزم- بیخود دہلوی- جلیل- دل- ناطق-

عطیۂ حضرت شوق قدوائی

اُسکے گھر جانے کو درکار ہے صورت ایسی — حال کھُل جائے مگر حاجت تقریر نہو

اُس پہ اُمید اثر آہ کی نادانی ہے — جسکے گھر زہر بھی کھاؤں میں تو تاثیر نہو

نہ ملائی جو نگاہ اُس نے تو پوچھا میں نے — شہر ایسا بھی کوئی ہوگا جہاں تیر نہو

غزل

ہماری خاک جو آوارہ کوے یار میں ہی — مزاج موج ہوا طرفہ انتشار میں ہی
چمن کی سیر سے کیا خاک اپنا جی بہلے — کہ ہم یہاں ہیں مگر دل تو کوی یار میں ہی
پس فنا بھی مری بے قراریاں نہ گئیں — تڑپ مٹے یہ بھی ہر ذرہُ غبار میں ہی
ہواے سرد نے ٹھنڈا کیا اسیروں کو — پیام موت نہاں مژدہُ بہار میں ہی
زباں نہیں کہ تجھے سوز عشق دوں میں دعا — عجب مزے کی تپش قلب بیقرار میں ہی
ہزار کام میں لوں ضبط و احتیاط کے ساتھ — کھلے نہ راز یہ سب اُنکے اختیار میں ہی
ہماری خاک اُڑاتی ہے پیچ دیکے ہوا — ہنوز رنگ اثر عشق زلف یار میں ہی
وہ دل کہ چین نہ لینے دیا کبھی جس نے — غضب کہ ساتھ ہی دفن ایک ہی مزار میں ہے

جدھر نگاہ پھری سامنے وہ شکل تھی شوق
یہ رنگ آنکھ کا اب جوش انتظار میں ہی

ہماری خاک جو آوارہ کوی یار میں ہے — مزاج موج ہوا طرفہ انتشار میں ہے

آرزو	ہماری خاک پریشاں جو کوی یار میں ہے	تو کچھ مزاج ہوا کا بھی انتشار میں ہے
ریاض	یہ کیوں غبار سا کچھ آج راہ یار میں ہے	ضرور خاک مری دامن غبار میں ہے
شاد		تو ذرّہ ذرّہ وہاں طرفہ انتشار میں ہے
شوق		دماغ موج ہوا کا کچھ انتشار میں ہے
مضطر	ہماری خاک جو برباد کوی یار میں ہے	
ناطق		مزاج موج صبا طرفہ انتشار میں ہے

ص - اطہر - بزم - بیباک - دلیر - عزیز - وحشت -
باقی - دل - سائل - شفق - صفی - فانی -

چمن کی سیر سے کیا خاک اپنا جی بہلے — کہ ہم یہاں ہیں مگر دل تو کوی یار میں ہے

آرزو		کہ ہم یہاں دل دیوانہ کوی یار میں ہے
اطہر	شگفتہ طبع ہو کیا سیر لالہ و گل سے	چمن میں ہم ہیں مگر دل تو کوی یار میں ہے
"	چمن کی ضرورت سے شگفتہ طبع بنا دیا - اطہر	
دلیر		کہ ہم یہاں ہیں مگر روح کوی یار میں ہے
شاد	چمن کی سیر سے کیا خاک دل کو بہلائیں	کہ ہم یہاں دل آوارہ کوی یار میں ہے
شفق	چمن کی سیر سے کیا خاک دل کو ہو تسکیں	ہمارا جسم یہاں جان کوی یار میں ہے
شوق		کہ ہم یہاں ہیں مگر دل ہوای یار میں ہے
فانی		کہ ہم چمن میں ہیں دل اپنا کوی یار میں ہے
مضطر	چمن کی سیر سے کیا خاک دل مرا بہلے	کہ میں یہاں ہوں مگر جان کوی یار میں ہے

ص - بیباک - عزیز - وحشت -
باقی - بزم - دل - ریاض - سائل - صفی - ناطق -

پس فنا بھی مری بیقراریاں نہ گئیں — تڑپ مٹے پہ بھی ہر ذرّہ غبار میں ہی

پس فنا ہوئیں کچھ بے قراریاں افزوں — تڑپ مٹے پہ ہر اک ذرّہ غبار میں ہے — آرزو

پس فنا تو پہلے ہی کہہ چکے ہو پھر مٹے پہ کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ اطہر — اطہر

کہ برق طور ہر اک ذرّہ غبار میں ہے — ״

پس فنا کہنے کے بعد مٹے پہ کہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ باقی — باقی

تڑپ ہنوز ہر اک ذرہ غبار میں ہے — ״

قلمزد — بیباک

"مٹے" متروک۔ دلگیر — دلگیر

تڑپ وہی مرے ہر ذرّہ غبار میں ہے — ״

ہوئے بھی خاک مگر ہائے درد دل نہ گیا — چمک سی درد کی ہر ذرّہ غبار میں ہے — ریاض

اِک اضطرار سا ہر ذرّہ غبار میں ہے — سائل

ہزار خاک ہوئے بے قراریاں نہ گئیں — ہر ایک ذرّہ طپاں دامن غبار میں ہے — شاد

پس فنا بھی مری بے قراریاں ہیں وہی — وہی تڑپ مرے ہر ذرّہ غبار میں ہے — شفق

پس فنا بھی ہے کچھ سوز کچھ تڑپ باقی — چمک سی برق کی ہر ذرّہ غبار میں ہے — شوق

ہوا میں خاک مگر بے قراریاں نہ گئیں — عزیز

کہ مضطرب ہے جو ذرّہ مرے غبار میں ہے — فانی

ص۔ مضطر۔ وحشت۔

بزم۔ دل۔ صفی۔ ناطق۔

ہوائے سرد نے ٹھنڈا کیا اسیروں کو — پیام موت نہاں مژدۂ بہار میں ہے

اسیر عام تھا اسیر قفس کہہ کر محدود کر دیا ہے۔ اطہر — اطہر

ہوائے سرد سے ٹھنڈے ہوئے اسیر قفس — ״

ہوائے سرد نے ٹھنڈا کیا اسیروں کو — پیام موت نہاں مژدۂ بہار میں ہے

باقی — جب "مژدہ بہار میں تھا"، ہوتا تب پہلے مصرع کے فعل سے مطابقت ہوتی۔ باقی

〃 — ہوائے سرد سے ٹھنڈے ہوں قفس کے اسیر

بزم — ہوائے سرد نہ ٹھنڈا کرے اسیروں کو

دلیر — ہوائے گل سے بچائے جنوں اسیروں کو — پیام مرگ نہاں مژدۂ بہار میں ہے

ریاض — ہوائے سرد نہ ٹھنڈا کرے اسیروں کو

سائل — پیام موت مگر مژدۂ بہار میں ہے

شاد — ہوائے سرد سے ٹھنڈے ہوں اسیر کہیں

شوق — پیام مرگ نہاں مژدۂ بہار میں ہے

فانی — ہوائے باغ نے ٹھنڈا کیا اسیروں کو

ص - بیباک - عزیز - مضطر - وحشت -
آرزو - دل - شفق - صفی - ناطق -

زباں نہیں کہ تجھے سوز عشق دوں میں دعا — عجب مزے کی تپش قلب بیقرار میں ہے

آرزو — فکر کی پستی نمایاں ہوتی ہے۔ آرزو

〃 — یہی ہے عنصر آتش یہی ہے جزو حیات — تپش سی جو دل بیتاب و بے قرار میں ہے

اطہر — "میں"، متکلم کا دبتا تھا یہ خلاف فصاحت ہی۔ اطہر

〃 — زباں نہیں کہ دعا سوز عشق دوں تجھکو

باقی — بڑے مزے کی تپش قلب بیقرار میں ہے

بزم — زباں نہیں کہ تجھے سوز عشق دے وہ دعا

دل — زباں نہیں کہ تجھے سوز عشق دے یہ دعا

دلیر — یہ منہ کہاں کہ تجھے سوز عشق دوں میں دعا

ژباں نہیں کہ تجھے سوزِ عشق دوں میں دعا — عجب مزے کی تپش قلب بیقرار میں ہے

دعائیں سوزِ دروں کیوں نہ دوں تجھے دن رات — ریاض

بڑے مزے کی تپش قلب بیقرار میں ہے — سائل

میں کس زباں سے تجھے سوزِ دل دعائیں دوں — شاد

دعائیں دوں تجھے اے سوزِ عشق کس منہ سے — شفق

یہ شعر بہت ہلکا تھا (قلمزد) شوق قدوائی — شوق

ڈرے نہ حشر کے الزام قتل سے قاتل — ذراسی جان ہماری یہ کس شمار میں ہے — ؍؍

زبان نہیں کہ تجھے دردِ عشق دوں میں دعا — عجب مزے کی خلش قلب بیقرار میں ہے — فانی

قلب عربی لفظ ہے لہٰذا اس کی صفت مضطرب و حزین وغیرہ مناسب ہے۔ وحشت — وحشت

خدا دراز کرے عمر تیرِ مژگاں کی — عجب مزے کی خلش جان بیقرار میں ہے — ؍؍

ص۔ بیباک۔ عزیز۔ مضطر۔

صفی۔ ناطق۔

ہزار کام میں لوں ضبط و احتیاط کیساتھ — کھلے نہ راز یہ سب اُنکے اختیار میں ہے

اثر ہے ایک یہاں ضبط و بے قراری کا — کھلے نہ راز یہ بات اُنکے اختیار میں ہے — آرزو

اختیار کی رعایت سے جبر بنا دیا ہے۔ اطہر — اطہر

ہزار جبر کروں ضبط آہ میں دل پر — ؍؍

کھلے نہ راز یہ سب دل کے اختیار میں ہے — باقی

ہزار عشق میں لوں ضبط و احتیاط سے کام — دل

ہزار عشق میں لوں ضبط و احتیاط سے کام — دلیر

وہ لاکھ ضبط کروں جبر بھی کروں دل پر — ریاض

: تنافر پیدا ہوتا ہے۔ سائل — سائل

ہزار کام میں لوں ضبط و احتیاط کے ساتھ — کھلے نہ راز یہ سب اُنکے اختیار میں ہے

سائل — ہزار ضبط کروں احتیاط کو برتوں — کھلے نہ راز یہ کب میرے اختیار میں ہے
شاد — ہمارے ضبط و تحمل نے کچھ بنا نہ لیا
شوق — میں خامشی سے تو لوں کام ضبط کا لیکن — کھلے نہ راز یہ اشکوں کے اختیار میں ہے
عزیز — ہزار ضبط کروں لاکھ احتیاط کروں — کھلے نہ راز یہ بات اُنکے اختیار میں ہے
فانی — ہزار ضبط سے میں کام لُوں محبت میں
مضطر — کھلے نہ راز یہ بات اُنکے اختیار میں ہے
ناطق — ہزار کام لوں میں ضبط و جبر سے لیکن
وحشت — احتیاط سے کام لینا کیساتھ خلاف محاورہ ہے۔ وحشت
〃 — مجھے تو ضبط ہے منظور۔ ہو اگر ممکن — کھلے نہ راز یہ صرف اُنکے اختیار میں ہے
بزم۔ بیباک۔ شفق۔ صفی۔

ہماری خاک اُڑاتی ہے پیچ دیکے ہوا — ہنوز رنگ اثر عشق زلف یار میں ہے

آرزو — ہوا میں اُڑتی ہی پیچیدہ ہوکے خاک مری — وبال اب بھی یہ سودائے زلفِ یار میں ہے
اطہر — ہماری خاک ہی جمتی نہیں ہے دامن پر — ابھی یہ رنگ اثر عشق زلف یار میں ہے
〃 — پہلے مصرع کی بندش سست تھی اسلئے بدل دیا۔ جمتی نہیں یعنی پریشان رہتی ہے۔ اطہر
دل — ہماری خاک اُڑی گرد باد بن بن کر
دلیر — یہ امتیاز اُسے عشق زلف یار میں ہے
ریاض — ہوا بھی حلقہ بگوشان زلف یار میں ہے
سائل — ہماری خاک ہی اور دوش ہیں بگولوں کے — اسیر ابھی دل مرحوم زلف یار میں ہے
شاد — ہوا اُڑاتی ہے خاک اپنی پیچ دے دیکر
شفق — ہماری خاک ہی موج ہوا میں سرگرداں

ہماری خاک اُڑاتی ہے پیچ دیکے ہوا ہنوز رنگ اثر عشق زلف یار میں ہے

بنوٹ سے بندش بہت اُلجھ گئی۔ شوق — شوق

جنوں کی خلشوں سے کہاں میسّر چین کہ رونگٹوں سے مرا جسم خار زار میں ہے — ״

مسترد — عزیز

ص۔ بزم۔ بیباک۔ مضطر۔ وحشت۔
باقی۔ صفی۔ فانی۔ ناطق۔

وہ دل کہ چین نہ لینے دیا کبھی جس نے غضب کہ ساتھ ہی دفن ایک ہی مزار میں ہے

غضب کہ ساتھ ہی دفن اور اک مزار میں ہے — آرزو
غضب ہی دفن مرے ساتھ اک مزار میں ہے — اطہر
پس فنا بھی تڑپتا ہوا مزار میں ہے — بزم
وہ دفن ساتھ ہی میرے مرے مزار میں ہے — بیباک
غضب کہ دفن مرے ساتھ وہ مزار میں ہے — دلیر
کہیں کا بھی مجھے رہنے دیا نہ جس دل نے وہ دفن ساتھ مرے ایک ہی مزار میں ہے — ریاض
وہ پاس دفن نہیں ایک ہی مزار میں ہے — سائل
وہ دل کہ دشمن جانی تھا اپنا اپنے ساتھ ہزار حیف کہ دفن ایک ہی مزار میں ہے — شاد
وہ دل کہ جس نے مجھے عمر بھر تھا تڑپایا غضب ہی دفن وہی ساتھ اب مزار میں ہے — شفق
غضب۔ کہ دل۔ نہ ملا چین عمر بھر جس سے وہ مرے ساتھ ہی دفن ایک ہی مزار میں ہے — شوق
غضب کا لفظ یہاں اچھا نہ تھا خصوصاً میرے کا لفظ جب نہ ہو تب ساتھ کا لطف نہ تھا۔ شوق — ״
غضب تو یہ ہے کہ دفن ایک ہی مزار میں ہے — صفی
غضب تو یہ ہے مرے ساتھ پھر مزار میں ہے — عزیز
غضب کی بات ہے دفن ایک ہی مزار میں ہے — فانی

وہ دل کہ چین نہ لینے دیا کبھی جس نے — غضب کہ ساتھ ہی دفن ایک ہی مزار میں ہے

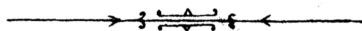
مضطر — غضب یہ ہے کہ وہ دفن ایک ہی مزار میں ہے
ناطق — پس فنا ہو سکون کس طرح مجھے اے شوق — کہ دفن ساتھ مرے دل مرا مزار میں ہے
وحشت — قیامت آئی کہ دفن ایک ہی مزار میں ہے

جدھر نگاہ پھری سامنے وہ شکل تھی شوق — یہ رنگ آنکھ کا اب جوش انتظار میں ہے

آرزو — کمال جذب اثر چشم انتظار میں ہے
اطہر — جدھر نگاہ گئی سامنے وہ شکل تھی شوق — یہ رنگ آنکھ کا اب فرط انتظار میں ہے
〃 — جوش کا محل نہیں تھا فرط کا موقع تھا۔ اطہر
دلیر — جدھر نگاہ کرو سامنے وہ شکل ہے شوق — یہ کس بلا کی کشش جوش انتظار میں ہے
ریاض — وہ آئے شوق نہ آئے مجھے نہیں پروا — کسی کی شکل مرے چشم انتظار میں ہے
سائل — جدھر نگاہ پھری سامنے وہی تھے شوق
شاد — جدھر نگاہ پھرے سامنے وہی ہیں شوق — یہ بات انہیں کے فقط جوش انتظار میں ہے
شوق — یہ رنگ آنکھوں کا اب جوش انتظار میں ہے
〃 — اس محل پر انتظار کے لئے دونوں آنکھوں کی ضرورت ہے مقطع بہت اچھا ہے۔ شوق
عزیز — جدھر نگاہ اٹھی سامنے وہ شکل تھی شوق — یہ رنگ جوش تصور اب انتظار میں ہے
ناطق — جدھر نگاہ پھرے سامنے ہے وہ تصویر

ص۔ بیباک۔ مضطر۔ وحشت۔

باقی۔ بزم۔ دل۔ شفق۔ صفی۔ فانی۔



عطیۂ حضرت دلیر مارہروی

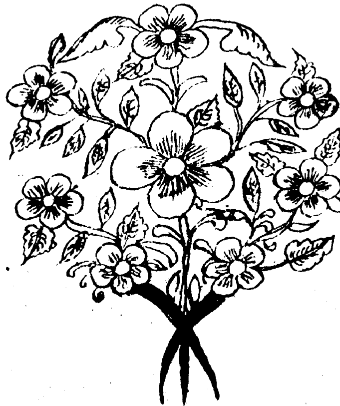
اُلجھ گیا دل وحشی کہاں گلستاں میں — گلوں میں ہو کہ وہ غنچوں میں ہو کہ خار میں ہے

عطیۂ حضرت ریاض خیرآبادی

مۓ نشاط کی اک موج ہے جو آئی گئی — ثبات کو نسا اس موسم بہار میں ہے

عطیۂ حضرت شوق قدوائی

ڈرے نہ حشر کے الزام قتل سے قاتل — ذراسی جان ہماری یہ کس شمار میں ہے
جنوں کی خلشوں سے کہاں میسّر چین — کہ رونگٹوں سے مرا جسم خار زار میں ہے



غزل

پھر اُسکی یاد لائی ساتھ شدّت دردِ فرقت کی
بڑھیں بیچینیاں اُٹھنے لگیں ہوکیں قیامت کی

ازل سے دیکھکر ناسازگاری اپنی قسمت کی
مری نظروں میں تھی تصویر انجام محبت کی

خدا جانے اثر کیسا تھا خنجر ہاتھ سے چھوٹا
نظر قاتل کے چہرے پر جو بسمل نے بحسرت کی

جو آنا ہو تو آکر دیکھ جاؤ وقت آخر ہے
ہوا جاتا ہی دم بھر میں کوئی تصویر عبرت کی

ہمیشہ کے لئے خواب اجل کو سونپ دینا تھا
جبھی تو اُس نہ آنیوالے نے تھوڑی سی غفلت کی

سُنا موج ہوا سے تیرا دیوانہ اُلجھتا ہے
اگر سچ ہی تو بس حد ہو گئی اب جوش وحشت کی

محبت کی نگاہوں سے ادھر دیکھا تھا جب اُس نے
معاذ اللہ! وہ کیسی گھڑی تھی دل پہ آفت کی

کوئی رہ رہ کے ذوق بیخودی میں دل سے کہتا ہے
کہ کچھ تو پردہ داری چاہیے راز محبّت کی

تلاش دامن محبوب میں پھرتی ہی سرگرداں
ہوائے شوق میں اے شوق خاک اُڑ اُڑ کی تربت کی

پھر اُسکی یاد لائی ساتھ شدت درد فرقت کی — بڑھیں بیچینیاں اُٹھنے لگیں ہوکیں قیامت کی

آرزو — پھر اُسکی یاد شدت ہنکے آئی درد فرقت کی

اطہر — پھر اُس کی یاد آئی- پھر ہی شدت درد فرقت کی

بیخود موہانی — پھر اُسکی یاد نے- بڑھی ہی صورت درد فرقت کی

جگر — پھر اُسکی یاد آئی- پھر ہی شدت درد فرقت کی — بڑھیں بیچینیاں دل میں اُٹھیں ہوکیں قیامت کی

ریاض — پھر اُسکی یاد لیکر آئی شدت درد فرقت کی — قیامت ہی کہ دل میں ہوک سی اُٹھی قیامت کی

شاد — جگر پانی کیے دیتی ہے شدت درد فرقت کی — ہمیں زندہ نہ رکھیں گی یہی ہوکیں قیامت کی

شوق — مطلع بالکل ہلکا ہی رکھنے کے قابل نہیں- شوق

״ — مری ہیئت بدل کر عشق کے غم نے یہ حالت کی — کہ خود مجھکو ہے اب پہچان مشکل اپنی صورت کی

فانی — پھر اُن کی یاد کو ہمراہ لائی شام فرقت کی — دل مہجور سے اُٹھنے لگیں ہوکیں قیامت کی

ناطق — قلمزد

نوح — ہوک اہل لکھنؤ تو لکھتے ہیں لیکن مؤلف فرہنگ آصفیہ کے خیال میں یہ عورتوں کی زبان کا لفظ ہے- نوح

״ — بڑھی جاتی ہی شدت دمبدم درد محبت کی — نفس کی آمد و شد سے خبر پائی قیامت کی

بیخود دہلوی- دل- صفی- عزیز- وحشت-

ازل سے دیکھکر ناسازگاری اپنی قسمت کی — مری نظروں میں تھی تصویر انجام محبت کی

آرزو — کیا انجام کی تصویر اب نظروں میں باقی نہیں جو "تھی" استعمال کیا- آرزو

״ — مری نظروں میں ہی تصویر انجام محبت کی

اطہر — ازل میں دیکھکر ناسازگاری اپنی قسمت کی

جگر — ازل میں دیکھکر برگشتگی برگشتہ قسمت کی — نظر آئی ہیں تصویر انجام محبت کی

دل — ازل سے دیکھکر حالت دل برگشتہ قسمت کی

ازل سے دیکھکر ناسازگاری اپنی قسمت کی — مری نظروں میں تھی تصویر انجام محبت کی

ریاض: ازل سے ساتھ آئی تھی بُرائی میری قسمت کی — خبر تھی مجھکو پہلے ہی سے انجام محبت کی

〃 مصرع خوب تھا مگر انجام کی تصویر قابل تامل ہے۔ ریاض

شاد: کہیں مخفی نہ تھی ناسازگاری اپنی قسمت کی — نظر میں پھرتی تھی تصویر انجام محبت کی

شوق: نگاہوں میں جمی تصویر انجام محبت کی

نوح: نگاہِ شوق میں تصویر تھی انجام اُلفت کی

بیخود دہلوی۔ بیخود موہانی۔ صفی۔ عزیزؔ۔ فانی۔ ناطق۔ وحشتؔ۔

خدا جانے اثر کیسا تھا خنجر ہاتھ سے چھوٹا — نظر قاتل کے چہرے پر جو بسمل نے بحسرت کی

آرزو: خدا جانے ہوئی کیا بات خنجر ہاتھ سے چھوٹا

اطہر: یہ تاثیر محبت تھی کہ خنجر ہاتھ سے چھوٹا — سوئے قاتل جو بسمل نے نگاہ چشم حسرت کی

بیخود موہانی: لرزتے ہاتھ سے خنجر گرا کب۔ یہ نہیں دیکھا — یہ دیکھا تھا کہ بسمل نے نظر ڈالی تھی حسرت کی

دل: خدا جانے اثر کیا تھا کہ خنجر ہاتھ سے چھوٹا

ریاض: خدا جانے اثر کیا تھا کہ خنجر ہاتھ سے چھوٹا

شاد: بھر آئے اشک بدلا رنگ خنجر ہاتھ سے چھوٹا — نظر کیوں چہرۂ قاتل پہ اے بسمل بحسرت کی۔

فانی: اثر کی سعی آخر کا وہ ہنگامہ ارے توبہ

ناطق: خدا جانے اثر کیا تھا کہ خنجر ہاتھ سے چھوٹا

بیخود دہلوی۔ شوق۔ صفی۔ عزیز۔ نوح۔ وحشت۔

جو آنا ہو تو آکر دیکھ جاؤ وقت آخر ہے — ہوا جاتا ہی دم بھر میں کوئی تصویر عبرت کی

آرزو: جو آنا ہو تو آکر دیکھ لو بیمار فرقت کو — یہ بجھتی شمع بن جانے کو ہی تصویر عبرت کی

اطہر: کہ مٹنے والی ہی دم بھر میں یہ تصویر عبرت کی

جو آنا ہو تو آکر دیکھ جاؤ وقت آخر ہے
ہوا جاتا ہے دم بھر میں کوئی تصویر عبرت کی

بنا جاتا ہے دم بھر میں کوئی تصویر عبرت کی — بیخود دہلوی
مٹا جاتا ہے دم بھر میں مرقع شوق وحسرت کا
بنا جاتا ہے پل بھر میں کوئی تصویر عبرت کی — بیخود موہانی
کہ آنکھیں بند ہونے پر ہیں اب بیمار فرقت کی — جگر
نگاہوں میں بھرے گی مدتوں تصویر عبرت کی — ریاض
جو آنا ہو تو بالیں پر مرے ایسے میں ہو جاؤ
کوئی دم میں بنا جاتا ہوں میں تصویر عبرت کی — شاد
تذکیر و تانیث کا تقابل اچھا نہ تھا۔ قلمزد شوق — شوق
دل صفی۔ عزیز۔ فانی۔ ناطق۔ نوح۔ وحشت۔

ہمیشہ کے لئے خواب اجل کو سونپ دینا تھا
جبھی تو اُس نہ آنیوالے نے تھوڑی سی غفلت کی

جس کا نتیجہ موت بتایا جاتا ہے وہ تھوڑی غفلت تو نہ ہوئی۔ آرزو — آرزو
جو اک قسمت جگانیوالے نے غفلت پہ غفلت کی — ״
ہمیشہ کے لئے دست اجل میں سونپ دینا تھا
یہیں تو اُس نہ آنیوالے نے آنے میں غفلت کی — اطہر
جبھی تو اک نہ آنیوالے نے تھوڑی سی غفلت کی — بیخود موہانی
اجل کو سونپنے آنا ذرا دشوار تھا اُس سے — ریاض
قیامت تک مجھے خواب اجل کو سونپ دینا تھا
جبھی تو اُس ستم پرداز نے تھوڑی سی غفلت کی — شاد
جبھی تو اُس تغافل کیش نے آنے میں غفلت کی — شوق
ہمیشہ کے لئے خواب اجل کو سونپتے جاؤ
تلافی بھی تو کرتے جاؤ تاخیر عیادت کی — فانی
ص۔ جگر۔ عزیز۔ وحشت۔
بیخود دہلوی۔ دل۔ صفی۔ ناطق۔ نوح۔

سُنا موجِ ہوا سے تیرا دیوانہ اُلجھتا ہے — اگر سچ ہی تو بس حد ہو گئی اب جوش وحشت کی

آرزو — جھجھکنا سائے سے لڑتا ہوا سے تیرے وحشی کا — اگر سچ ہی تو بس یہ انتہا ہی جوش وحشت کی
اطہر — ترا دیوانہ اب موج ہوا سے بھی اُلجھتا ہے — یہ سچ ہی تو بس اب حد ہو گئی ہی جوش وحشت کی
جگر — اگر سچ ہی تو حد کہتے ہیں اس کو جوش وحشت کی
دل — سُنا ہی بوئے گُل سے ترا دیوانہ پریشاں ہے
شاد — ہوا سے بھی ترا دیوانہ اب ناحق اُلجھتا ہے — جو یہ سچ ہی تو بس اب انتہا ہی جوش وحشت کی
شوق — جو آندھی خاک اُڑاتی آگئی تو مجھسے بولا وہ — اُدھر دیکھو او سڑی ہی چال اس میں تیری وحشت کی
فانی — سُنا ہی اب ہوا سے ترا دیوانہ اُلجھتا ہے — جو یہ سچ ہی تو حد بھی ہو رہیگی جوش وحشت کی
نوح — جو یہ سچ ہی تو بس حد ہو گئی اب جوش وحشت کی

ص - ریاض - ناطق - وحشت -
شوق - قلمزد
بیخود دہلوی - بیخود موہانی - صفی - عزیز -

محبت کی نگاہوں سے اُدھر دیکھا تھا جب اُس نے — معاذاللہ! وہ کیسی گھڑی تھی دلپہ آفت کی

آرزو — معاذاللہ! پناہ مانگنے کے وقت بولتے ہیں اور جس وقت معشوق محبت کی نگاہوں سے دیکھ
" — رہا تھا وہ تو بہت اچھی گھڑی تھی اور بُری بہ لحاظ انجام تھی لہذا دونوں پہلو سنبھالنا چاہیئے۔ آرزو
" — وہی اچھی گھڑی تھی سچ اگر پوچھو تو آفت کی
اطہر — معاذاللہ! مرے حق میں گھڑی تھی وہ قیامت کی
بیخود موہانی — ادھر دیکھا تھا جب اُس نے محبت کی نگاہوں سے
جگر — عنایت کی تھی جب مجھ پر اُدھر دیکھا تھا جب اُس نے
دل — معاذاللہ! وہ ظالم گھڑی تھی کس قیامت کی
ریاض — گھڑی تھی وہ کس آفت کی مصیبت کی قیامت کی

محبت کی نگاہوں سے ادھر دیکھا تھا جب اُس نے — معاذ اللہ! وہ کیسی گھڑی تھی دل پہ آفت کی

شاد: ادھر پہلے پہل دیکھا تھا جب اُس نے محبت سے — معاذ اللہ! اے دل وہ گھڑی کیسی تھی آفت کی

فانی: لگاوٹ کی نگاہوں سے جب اُس نے دلکو دیکھا تھا — معاذ اللہ! وہ بھی اک گھڑی تھی کس قیامت کی

ص - ناطق - وحشت

بیخود دہلوی - شوق - صفی - عزیز - نوح -

کوئی رہ رہ کے ذوق بیخودی میں دل سے کہتا ہے — کہ کچھ تو پردہ داری چاہیے راز محبت کی

آرزو: ذوق کا کوئی خاص فائدہ نہیں اور کہنے والا ظاہر نہیں ہے اسلئے "جیسے" بجائے "ذوق"

": مناسب معلوم ہوتا ہے - آرزو

": کوئی رہ رہ کے جیسے بیخودی میں دل سے کہتا ہے

اطہر: کوئی رہ رہ کے محو بیخودی سے اپنی کہتا ہے

بیخود موہانی: کہا کرتا ہے اکثر شوق کا دل جوش وحشت میں

جگر: خیال یار ذوق بیخودی میں دل سے کہتا ہے

دل: ذرا تو پردہ داری چاہیے راز محبت کی

شاد: ارے! کچھ پردہ داری بھی تو کر راز محبت کی

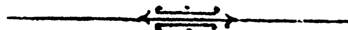
شوق: دبا کر حلق اپنا حشر میں دل سے میں کہتا ہوں

فانی: مری وحشت سے ذوق بیخودی رہ رہ کے کہتا ہے

وحشت: ذرا اب ضبط سے بھی کام لے اے ذوق نظارہ

ص - ریاض

بیخود دہلوی - صفی - عزیز - ناطق - نوح -



تلاشِ دامنِ محبوب میں پھرتی ہی سرگرداں ہوائے شوق میں اے شوق خاک اُڑ اُڑ کی تربت کی

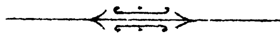
آرزو — شوق کے بعد خاک کا لفظ تنافر پیدا کر رہا ہے۔ آرزو

ہوائے شوق میں اُڑا اُڑ کے خاک اے شوق تربت کی

بیخود موہانی — ہوائے دامنِ محبوب سے صحرائے محشر میں اڑا کی خاک اک آوارہ دشتِ محبت کی

ص - اطہر - جگر - ریاض - ناطق

بیخود دہلوی - دل - شاد - شوق صفی - عزیز - فانی - نوح - وحشت -



عطیہ حضرت شوق قدوائی

مری ہیئت بدل کر عشق کے غم نے یہ حالت کی — کہ خود مجھکو ہے اب پہچان مشکل اپنی صورت کی

سمجھکر دامن اپنا نوچتا ہے اپنے سایے کو — ترے دیوانے کی دیوانگی ہے کس قیامت کی

عجب کیا ہے اگر آئے وہ دہوکا کھا کے میت کا — کہ جو صورت اجل کی ہو وہی ہے میری حیرت کی

بڑا ہے بیدلی سے کام اپنا دل تجھے دے کر — سزا اے بیمروت مل گئی مجھکو مروّت کی

نہ کچھ کہتا نہ سُنتا اُس سے تو جاتا ہی کیوں آخر — ضرورت پڑ گئی مجھکو کلام بے ضرورت کی

جو آندھی خاک اُڑاتی آگئی تو مجھ سے بولا وہ — ادھر دیکھ اوسڑی ہی چال اسمیں تیری وحشت کی



غزل

یہ دل کے بہلنے کی تدبیر نظر آئی
بند آنکھ جو کی تیری تصویر نظر آئی

بیمار نے دنیا سے جانے میں بھی عجلت کی
جب آپ کے آنے میں تاخیر نظر آئی

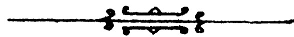
یہ جذب تصوّر ہے یہ عالمِ محویت
ہر چیز میں تیری ہی تصویر نظر آئی

اے جوش بہارِ گل اب خیر نہیں اپنی
دم بھر جو پلک جھپکی زنجیر نظر آئی

کھتی ہے یہ راز اُن کی آنکھوں کی پریشانی
بیمار کی حالت کچھ تغیُّر نظر آئی

ظالم کی محبت تھی تمہید جفا یعنی
وہ خواب تھا اب جس کی تعبیر نظر آئی

اے شوق مبارک ہو پوچھا تجھے آج اُس نے
ضبطِ غمِ اُلفت کی تاثیر نظر آئی



یہ دل کے بہلنے کی تدبیر نظر آئی　　بند آنکھ جو کی تیری تصویر نظر آئی

آرزو　کیا سو کے پلٹ جاتے تقدیر نظر آئی

〃　یہ تغیر کوئی اصلاح خرابی نہیں بلکہ اک منزل ہے ترقی فکر کی۔ آرزو

ریاض　کیا دل کے بہلنے کی تدبیر نظر آئی

عزیز　جب غور کیا تیری تصویر نظر آئی

نیاز　کیا دل کے بہلنے کی تدبیر نظر آئی

ص - اطہر - جگر

بیخود دہلوی - بیخود موہانی - جلیل - دل - شوق - صفی - فانی - وحشت -

بیمار نے دنیا سے جانے میں بھی عجلت کی　　جب آپ کے آنے میں تاخیر نظر آئی

آرزو　بیمار نے دنیا سے جانے میں بھی جلدی کی

اطہر　بیمار نے دنیا سے تعجیل کی جانے میں

بیخود موہانی　بیمار نے جلدی کی۔ دنیا سے گزرنے میں

جگر　بیمار نے کی عجلت دنیا سے اٹھا آخر

دل　بیمار نے دنیا سے اٹھ جانے میں عجلت کی

شوق　"بھی" یہاں حشو ہے - شوق

〃　بیمار کو دنیا سے جانے کی ہوئی عجلت

نیاز　بیمار محبت نے جانے میں بھی عجلت کی

وحشت　کچھ جلد قضا پہونچی کچھ میں نے بھی عجلت کی

ص - ریاض - عزیز -

بیخود دہلوی - جلیل - صفی - فانی -

یہ جذب تصور ہے یہ عالم محویت — ہر چیز میں تیری ہی تصویر نظر آئی

آرزو — اک محو تصور نے دیکھا بھی تو کیا دیکھا
اطہر — یہ عالم محویت یہ جذب تصور ہے
بیخود موہانی — اک مست تصور کی اللہ رے محویت — ہر چیز جسے تیری تصویر نظر آئی
دل — یہ لطف تصور ہے یہ عالم محویت
فانی — یہ جوش تصور ہے یہ عالم محویت
نیاز — "آئی" سے "آتی ہے" کا مفہوم پیدا ہوتا ہے۔ نیاز
〃 — کیا جذب تصور تھا کیا عالم محویت — ہر شے میں مجھے تیری تصویر نظر آئی

ص - جگر - عزیز - وحشت -
بیخود دہلوی - جلیل - ریاض - شوق - صفی -

اے جوش بہار گل اب خیر نہیں اپنی — دم بھر جو پلک جھپکی زنجیر نظر آئی

آرزو — یا یہ شعر اچھا نہیں یا میرا دماغ اس کی خوبی سمجھنے سے قاصر ہے۔ آرزو
اطہر — اس فصل بہاری میں اب خیر نہیں اپنی
بیخود موہانی — اب خیر کہاں اپنی لے موجۂ بوئے گل
دل — یہ جوش بہار گل پیغام ہے زنداں کا — ہر موج ہوا ہم کو زنجیر نظر آئی
ریاض — گھر آکے یہ ہاتھ آیا زنداں مرے ساتھ آیا — جو موج ہوا آئی زنجیر نظر آئی
عزیز — دم بھر کو پلک جھپکی زنجیر نظر آئی
فانی — اے موج بہار گل اب خیر نہیں اپنی
نیاز — وہ جوش بہار گل ہے یاد مجھے اب تک — جب آنکھ ذرا جھپکی زنجیر نظر آئی
〃 — "آئی" سے "آتی ہے" کا مفہوم پیدا ہوتا تھا اس لئے ردوبدل ضروری تھا۔ نیاز

ص - جگر - عزیز - وحشت - بیخود دہلوی - جلیل - شوق - صفی -

کھتی ہے یہ راز اُن کی آنکھوں کی پریشانی — بیمار کی حالت کچھ تغیُّر نظر آئی

آرزو — کہتا ہی یہ راز اُن کی آنکھوں کا بدل جانا
بیخود موہانی — کہتے ہیں یہ ہر اک سے قاتل کے نجھے تیور — مجروح کی حالت کچھ تغیُّر نظر آئی
جگر — کہتی ہے یہ راز اُن کی آنکھوں کی نمی سب سے
جلیل — کہتی ہے یہ در پردہ ان آنکھوں کی حیرانی
دل — ظاہر ہے یہ راز اُن کے انداز پریشاں سے
ریاض — تغیُّر اچھا نہیں۔ قلمزد
〃 — صدقے ترے ابرو کے جنبش ترے ابرو کی — چلتی ہوئی ہم کو تو شمشیر نظر آئی
شوق — کیا غمزدہ حالت ہی آج اُس نے نہ پہچانا — ایسی مری صورت میں تغیُّر نظر آئی
عزیز — کہتی ہے یہ راز اُن کے چہرے کی پریشانی
فانی — کچھ راز ندامت اب اُن آنکھوں سے کھلتا ہی — بیمار کی حالت کیا تغیُّر نظر آئی
نیاز — یہ شعر نکال ڈالیے حالت تغیُّر نہیں ہوتی بلکہ حالت میں تغیر ہوتا ہے۔ نیاز

ص۔ اطہر۔
بیخود دہلوی۔ صفی۔ وحشت۔

ظالم کی محبت تھی تمہید جفا یعنی — وہ خواب تھا اب جس کی تعبیر نظر آئی

آرزو — اُس خواب کی آج اُلٹی تعبیر نظر آئی
اطہر — اُلفت تھی ستمگر کی تمہید جفا یعنی
بیخود موہانی — ظالم کی وفائیں تھیں تمہید جفا یعنی
نیاز — وہ خواب تھا جس کی یہ تعبیر نظر آئی

ص۔ جگر۔ ریاض۔ عزیز۔
بیخود دہلوی۔ جلیل۔ دل۔ شوق۔ صفی۔ فانی۔ وحشت۔

اے شوق مبارک ہو پوچھا تجھے آج اُس نے　　ضبطِ غمِ اُلفت کی تاثیر نظر آئی

آرزو　اے شوق مبارک ہو پوچھا تو مزاج اُس نے
بیخود موہانی　اے شوق مبارک ہو پوچھا تھا مزاج اُس نے
دل　اے شوق مبارک ہو پوچھا تو مزاج اُس نے
ریاض　اے شوق مبارک ہو پوچھا تو تجھے اُس نے　　بارے غمِ اُلفت کی تاثیر نظر آئی

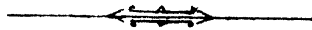
ص۔ اطہر۔ جگر۔ ریاض۔ عزیز۔
بیخود دہلوی۔ جلیل۔ شوق صفی۔ فانی۔ وحشت۔

عطیہ حضرت اطہر

ہر پھول میں تیری ہی بو مجھکو دکھائی دی　　ہر شمع میں تیری ہی تنویر نظر آئی
محشر کدۂ دل میں انبوہِ تمنّا سے　　میدان قیامت کی تصویر نظر آئی

عطیہ حضرت ریاض

گھر آکے یہ ہاتھ آیا زنداں مرے ساتھ آیا　　جو موج ہوا آئی زنجیر نظر آئی
صدقے ترے ابرو کے جنبش تیری ابرو کی　　چلتی ہوئی ہم کو تو شمشیر نظر آئی



غزل

کچھ ایسی وہ نگاہِ ناز حسرت آفریں نکلی　　کہ یاں حسرت نکل جانے پہ بھی حسرت نہیں نکلی

مُنہ اپنا پھیر کر رونے لگے سب دیکھنے والے　　مرقعِ نا اُمیدی کا نگاہِ واپسیں نکلی

وہی ہے کُنج مرقد میں بھی شدّتِ دردِ فرقت کی　　دلِ ایذا نصیب آرام کی صورت کہیں نکلی

رواں رکھتا ہی اپنا فیض جوشِ اشک کا دریا　　وہ آنکھوں میں بجھی جو دل سے آہِ آتشیں نکلی

نہ تم آئے تو کیا ہاں رہ گئی اِک بات کہنے کو　　نکلنے کو تو نکلی جان مایوس و حزیں نکلی

یہ ہنسکر منہ چھپا لینے نے تیرے ذبح کر ڈالا　　ارے میٹھی چھری ظالم ادائے شرمگیں نکلی

مقامِ افسوس کا ہی تجھ پہ دیدی جس نے جان آخر　　نہ اُس کے واسطے دل سے ترے دو گز زمیں نکلی

بالآخر بے زبانی پر دہانِ زخمِ بسمل کی　　زبانِ تیغِ قاتل سے صدائے آفریں نکلی

نہ کام آئیگی ناداں ضبطِ اُلفت کی عرق ریزی　　کہ رسوائی پسینہ بن کے بالائے جبیں نکلی

یہ آخر رنگ لائی بیقراری دستِ وحشت کی　　اِدھر دامن تک آیا ہاتھ اُدھر خود آستیں نکلی

نگاہِ شوق کی گرمی سے اُڑ جاتا ہی رنگ اُس کا
تری تصویر تجھ سے بھی زیادہ نازنیں نکلی

کچھ ایسی وہ نگاہِ ناز حسرت آفریں نکلی — کہ یاں حسرت نکل جانے پہ بھی حسرت نہیں نکلی

آرزو — ایک فعل میں اثبات و نفی دونوں کا اجتماع محال ہے۔ آرزو

〃 — کہ جیسے دل سے اب تک ایک بھی حسرت نہیں نکلی

اطہر — کہ حسرت دل سے نکلی اور کچھ حسرت نہیں نکلی

بزم — یہ کیسی وہ نگاہِ ناز حسرت آفریں نکلی

بیباک — نکل جانے پہ میری وصل میں حسرت نہیں نکلی

بیخود دہلوی — کہ دھو کے دل کو دیتی ہی ابھی حسرت نہیں نکلی

بیخود موہانی — کہ حسرت کے نکل جانے پہ بھی حسرت نہیں نکلی

جلیل — بہت خوب جلیل

دل — کہ ہر حسرت نکل جانے پہ بھی حسرت نہیں نکلی

ریاض — نکلنے پر بھی حسرت کے مری حسرت نہیں نکلی

سائل — کہ حسرت کے نکل جانے پہ بھی حسرت نہیں نکلی

عزیز — مطلع کا دوسرا مصرع اچھا نہیں اگر فکر ہو تو دوسرا مطلع کہئے ورنہ رہنے دیجیے کچھ سقم

〃 — سوائے اس کے نہیں ہے کہ حسرت کی تکرار ہے۔ عزیز

نوح — یاں متروک ہے۔ نوح

〃 — کہ حسرت بھی نکلنے پر مری حسرت نہیں نکلی

وحشت — نگاہ ناز کو حسرت آفریں نہیں کہہ سکتے وہ شوق آفریں ہے۔ خواہش آفریں ہی حسرت میں

〃 — اور آرزو میں فرق ہے۔ حسرت نکل جانے پہ بھی حسرت نہیں نکلی اس میں بھی کلام ہے

〃 — کیونکہ حسرت جب نکل گئی نکل گئی۔ وحشت

〃 — ہماری آرزو بھی سخت حسرت آفریں نکلی — کہ نکلی دل کی حسرت اس طرح گویا نہیں نکلی

شفق۔ شوق۔ صفی۔ فانی۔ نیاز۔

	منہ اپنا پھیر کر رونے لگے سب دیکھنے والے	مرقع ناامیدی کا نگاہِ واپسیں نکلی
آرزو	منہ اپنا پھیر کر رونے لگے منہ دیکھنے والے	
اطہر	جو آیا دیکھنے منہ پھیر کر رونے لگا آخر	
بزم	بہت روئے منہ اپنا پھیر کر سب دیکھنے والے	
بیخود دہلوی	بنا بیٹھا ہے بالیں پر کوئی تصویر حیرانی	
بیخود موہانی	مرقع بن گئے بیتابیوں کا دیکھنے والے	جنازہ حسرت دل کا نگاہ واپسیں نکلی
جلیل	ماشاء اللہ۔	
دل	رُخ اپنا پھیر کر رونے لگے سب دیکھنے والے	
سائل	مرے انجام پر رونے لگے سب دیکھنے والے	
شوق	رُخ اپنا پھیر کر رونے لگے سب دیکھنے والے	
صفی		مرقع بن کے حسرت کا نگاہ واپسیں نکلی
فانی	جو اُٹھا میرے بالیں سے کلیجہ تھام کر اُٹھا	
نوح	کلیجہ تھام کر رونے لگے سب دیکھنے والے	

ص ۔ بیباک ۔ ریاض ۔ شفق ۔ عزیز ۔ وحشت ۔ نیاز ۔

	وہی ہے کنج مرقد میں بھی شدت درد فرقت کی	دل ایذا نصیب آرام کی صورت کہیں نکلی
آرزو		دل بیتاب راحت کی جگہہ یہ بھی نہیں نکلی
اطہر	وہی عالم ہے اب بھی اضطراب دل کا مرقد میں	یہاں بھی آکے راحت کی کوئی صورت نہیں نکلی
بیخود موہانی	بڑھا دی قبر کی وحشت نے شدت درد فرقت کی	دل آفت نصیب آرام کی صورت کہیں نکلی
جلیل	خوب !	
ریاض		دل ایذا نصیب آرام کی صورت نہیں نکلی
سائل		نکلنی تھی نہ کچھ آرام کی صورت کہیں نکلی

دل ایذا نصیب آرام کی صورت کہیں نکلی   وہی ہے کنج مرقد میں بھی شدّتِ درد فرقت کی

صفی — نہ اس دل کے لئے آرام کی صورت کہیں نکلی

نوح — (کہیں) کہاں کا پہلو زیادہ ہے۔ قلمزد۔ نوح

وحشت — فرقت کا لفظ مضمون کو محدود کر دیتا ہے شکل صورت کے مقابل میں جو مصرع ثانی میں ہے

〃 — موزوں تر ہے۔ وحشت

〃 — وہی ہے کنج مرقد میں بھی تیری شکل بیتابی

ص - بیباک - جلیل - عزیز - فانی -

نرم - بیخود دہلوی - دل شفق - شوق -

وہ آنکھوں میں بھی جو دل سے آہ آتشیں نکلی   رواں رکھتا ہے اپنا فیض جوش اشک کا دریا

آرزو — فیض کے ساتھ جاری رکھنا مستعمل ہے اور رواں رکھنا خلاف استعمال اہل زبان ہے۔ آرزو

〃 — تصادم گرم سرد عشق کا ہے وجہ ناکامی

اطہر — وہ آنکھوں سے بھی جو دل سے آہ آتشیں نکلی

بیباک — رواں رکھتا ہے فیض عشق ایسا اشک کا دریا   بجھی وہ آنکھ سے جو دل سے آہ آتشیں نکلی

بیخود موہانی — تجھے اے آبشار گریہ حسرت خدا رکھے   کہ آنکھوں میں بجھی - دل سے جو آہ آتشیں نکلی

دل — رواں رکھتا ہے اپنا فیض جوش گریۂ پیہم

ریاض — بنی کچھ اور ہی - بڑھ کر مرے اشکوں کے طوفانیں   وہ آہ سرد تھی - دل سے جو آہ آتشیں نکلی

ص - سائل - شوق - عزیز - وحشت -

بزم - بیخود دہلوی جلیل شفق صفی - فانی - نوح -

نکلنے کو تو نکلی جان مایوس و حزیں نکلی   نہ تم آئے تو کیا ہاں رہ گئی اک بات کہنے کو

آرزو — بدن سے بیکسی میں جان مایوس و حزیں نکلی

مقام افسوس کا ہی تجھپہ دیدی جس نے جان آخر — نہ اُسکے واسطے دل سے ترے دوگز زمین نکلی

ریاض	نہ دی اس کو جگہہ کوچے میں جس نے جان دی اپنی	نہ تیرے دل سے اُسکے واسطے دوگز زمین نکلی
سائل	مقام افسوس کا ہی تجھپہ دیدی جس نے جان اپنی	نہ اُسکی قبر کو تیری گلی بھر میں زمیں نکلی
شفق	بلا سے جان دیکر ہم ہوے دفن اُسکے کوچے میں	ہمارے کام کی آخر وہاں دوگز زمین نکلی
"	دل سے زمین نکلنا اچھا نہ تھا شفق	
شوق		ترے دل سے نہ اُسکے واسطے دوگز زمین نکلی
صفی	مقام افسوس کا ہی تجھپہ دیدی جس نے جان اپنی	نہ کوچہ میں ترے اُس کے لیے دوگز زمین نکلی
فانی	مقام افسوس کا ہی تجھپہ دیدی جس نے جان اپنی	
نوح		ترے کوچے میں کب اُسکے لیے دوگز زمین نکلی

ص - عزیز   نیاز فلزد (بے معنی)

بزم - بیخود دہلوی - جلیل - وحشت -

بالآخر بے زبانی پر دہانِ زخم بسمل کی — زبان تیر قاتل سے صدائے آفرین نکلی

اطہر	دہان زخم سے بسمل نے دی جب داد قاتل کو	زبان تیغ قاتل سے صدائے آفرین نکلی
بیباک		زبان تیغ قاتل سے صدائے آفرین نکلی
بیخود موہانی	خموشی پر دہان زخم کی پیار آگیا آخر	
دل	دل درد آشنا کو وقف ایذا پا کے مقتل میں	
"	لب زخم جگر سے مدح قاتل سن کے مقتل میں	
ریاض	لیا کام اسطرح قاتل نے اپنے دست نازک سے	دہان زخم بسمل سے صدائے آفرین نکلی
سائل	سکوت و بے زبانی پر دہانِ زخم بسمل کی	
شفق	دہان زخم بسمل بے زباں تھا واہ کیا کہنا	زبان تیغ قاتل سے صدائے آفرین نکلی
شوق	ترے عاشق نے تیرا تیر کھا کر آہ کی ناحق	نہ کیوں کمبخت کے منہ سے صدائے آفرین نکلی

بالآخر بے زبانی پر دہان زخم بسمل کی — زبان تیر قاتل سے صدائے آفریں نکلی

ادائے بے زبانی پر دہان زخم بسمل کی — فانی
صلہ میں نے یہ پایا قتل گہ میں جان دینے کا — زبان تیغ قاتل سے صدائے آفریں نکلی — نوح
قلمزد (بے ثبوت) — نیاز
زبان تیغ قاتل سے صدائے آفریں نکلی — وحشت

ص - عزیز

بزم - بیخود دہلوی - جلیل - صفی

نہ کام آئیگی ناداں ضبط الفت کی عرقریزی — کہ رسوائی پسینہ بنکے بالائے جبیں نکلی

دونوں مصرعوں میں زمانہ کا فرق پڑتا ہے۔ آرزو — آرزو
نہ کچھ بھی کام آئی ضبط الفت کی عرق ریزی — ؍؍
نہ آئی کام کچھ ضبط محبت کی عرق ریزی — اطہر
گئی بیکار ناداں ضبط الفت کی عرق ریزی — بزم
نہ آئی کام آخر ضبط الفت میں عرق ریزی — بیباک
نہ کیوں ہو پانی پانی ضبط الفت کی عرقریزی — بیخود موہانی
اس نازک خیالی کی کیا تعریف ہو۔ جلیل — جلیل
نہ آئی کام آخر ضبط الفت کی عرق ریزی — دل
قلمزد — ریاض
نتیجہ یہ عرق ریزی ضبط عشق کا دیکھا — سائل
"در بالائے جبیں نکلی" نہیں بلکہ آئی کا پہلو ہے۔ قلمزد۔ شفق — شفق
نہ آئی کام آخر ضبط الفت کی عرق ریزی — فانی
چھپی کب ضبط الفت کی عرق ریزی نہیں دیکھو — نوح

نہ کام آئیگی ناداں ضبط الفت کی عرقریزی — کہ رسوائی پسینہ بنکے بالائے جبیں نکلی

نیاز: عبث تھی ضبط الفت کی عرقریزی، کہ رسوائی — پسینہ موت کا بن بن کے بالائے جبیں نکلی

وحشت: کہاں کام آئی اپنے ضبط الفت کی عرق ریزی

ص۔ شوق۔ عزیز

بیخود دہلوی۔ جلیل۔ صفی۔

یہ آخر رنگ لائی بیقراری دست وحشت کی — اِدھر دامن تک آیا ہاتھ اُدھر خود آستیں نکلی

آرزو: یہ بڑھکر رنگ لائی بیقراری دست وحشت کی — اِدھر دامن سے اُلجھا ہاتھ اُدھر خود آستیں نکلی

اطہر: ہمارے دست وحشت کی صفائی رنگ یہ لائی — اِدھر ہاتھ آیا دامن تک اُدھر خود آستیں نکلی

بیباک: نہ آخر رنگ لائی بیقراری جوشش وحشت کی

بیخود موہانی: نہ بھولی ہے نہ بھولیگی کرامت دست وحشت کی

دل: عجب جوش آفریں ہے بیقراری دست وحشت کی

ریاض: کوئی دیکھے جنوں میں کارسازی دست وحشت کی

سائل: چلا دامن اگر ایک ہاتھ دو ہاتھ آستیں نکلی

شفق: دکھایا پھر جنوں کا زور میرے دست وحشت نے — گلے ملنے کو پھر دامن سے میری آستیں نکلی

فانی: یہاں تک رنگ لائی بیقراری دست وحشت کی

نوح: کوئی دیکھے تو یہ اعجاز میرے دست وحشت کا

ص۔ عزیز

برزم۔ بیخود دہلوی۔ جلیل۔ شوق۔ صفی۔ نیاز۔ وحشت۔

نگاہ شوق کی گرمی سے اُڑجاتا ہے رنگ اسکا — تری تصویر تجھسے بھی زیادہ نازنیں نکلی

بیخود موہانی: تری تصویر تو۔ تجھ سے بھی بڑھ کر نازنیں نکلی

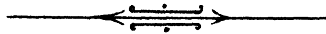
نگاہِ شوق کی گرمی سے اُڑ جاتا ہی رنگ اُسکا　　تری تصویر تجھسے بھی زیادہ نازنیں نکلی

جلیل
ماشاء اللہ جلیلؔ

شفق
کہے کیا شوق چپکے چپکے یہ کہہ جاتی ہی سب کچھ　　تری تصویر تجھ سے بھی سوا ناز آفریں نکلی

ص - اطہر - بیباک - ریاض - شوق - عزیز - وحشت

آرزو - بزم - بیخود دہلوی - دل - سائل - صفی - فانی - نوح - نیاز -



عطیہ حضرت بیخود موہانی

چھلکتا ہے ترے جلووں سے پیمانہ تمنا کا　　جسے سنتے تھے جنت تیرے کوچے کی زمیں نکلی

عتاب ناز ہی ٹھہرا نوشتہ میری قسمت کا　　مرا خطِ جبیں ظالم تری چینِ جبیں نکلی

عطیہ حضرت ریاض خیرآبادی

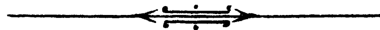
تصرف دیکھیے پیرِ مغاں کا اس تعلق پر　　جسے ہم خشتِ خُم سمجھے تھے زاہد کی جبیں نکلی

عطیہ حضرت شوق قدوائی

ترے عاشق نے تیرا تیر کھا کر آہ کی ناحق　　نہ کیوں کمبخت کے مُنہ سے صدائے آفریں نکلی

عطیہ حضرت نوح ناروی

رہا عالم یہ بحرِ غم میں میری کشتیِ دل کا　　کہیں بیٹھی کہیں اُبھری کہیں ڈوبی کہیں نکلی



غزل

اُس شے پہ ناز کیا جو نہو اختیار کی
بنیاد دیکھ ہستیِ بے اعتبار کی

ہی اُس کی شان اور سوا اِسکے کیا کہوں
گنجائش ایک دل میں غم روزگار کی

آئینہ خیال کی صورت نمائیاں
تصویر کھینچتی ہیں شباب بہار کی

پروا نہیں کسی کو بھی جلتا ہوں نامراد
تصویر بن گیا ہوں چراغ مزار کی

تابندہ ذرّے خاک کے ابتک ہیں چشم شوق
اللہ کوئی حد ہے مرے انتظار کی

ابتک ہوائے شوق میں اُٹھتا ہی بار بار
ہمّت بلند ہے مرے مشت غبار کی

کِس کو دماغ سیرِ چمن اے صبا یہاں
سر میں بھری ہوئی ہی ہوا کوئے یار کی

حسرت کے ساتھ خون شکایت بھی کر گئیں
یہ دلفریبیاں نگہہِ شرمسار کی

اللہ رے طبع شوق کی مشکل پسندیاں
دشوار تھی جو راہ وہی اختیار کی

اُس شے پہ ناز کیا جو نہ ہو اختیار کی — بنیاد دیکھ ہستیِ بے اعتبار کی

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
قبضہ میں زندگی ہے نہ موت اختیار کی	پھر کیا خوشی ہو ہستیِ بے اعتبار کی	اطہر
ہے زندگی کا آمد و رفتِ نفس پہ حصر	اوقات کیا ہے ہستیِ بے اعتبار کی	افضل
	ہستی سمجھ لے ہستیِ بے اعتبار کی	بزم
	بنیاد دیکھ ہستیِ ناپائیدار کی	بیباک
	ہستی مٹے گی ہستیِ ناپائیدار کی	جگر
	بنیاد دیکھ ہستیِ ناپائیدار کی	جلیل
کل کائنات ہستیِ بے اعتبار کی	چند آتی جاتی سانسیں ہیں وہ بھی شمار کی	ریاض
وہ شکل دم میں مٹ گئی جو اختیار کی		شاد
	ہستی ہی کیا ہے ہستیِ بے اعتبار کی	شفق

″ — دیکھ کا مخاطب بھی نہ تھا اور "بنیاد دیکھ" سے یہ ٹکڑا جو لگایا گیا ہے غالباً بہتر ہے۔ شفق

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
مؤخر	مقدم	مضطر
موقع غرور کا نہ جگہ انکار کی	بنیاد کیا ہی ہستیِ بے اعتبار کی	ناطق
	ہستی کھلی ہے ہستیِ بے اعتبار کی	نواب

″ — بدیہیات کا پہلو اختیار کرنے سے دلیل زبردست اور لطف دوبالا ہو گیا۔ نواب

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
	ہستی ہی کیا ہے ہستیِ بے اعتبار کی	نیاز
	ہستی ہے کوئی ہستیِ بے اعتبار کی	وحشت
ہو اُس پہ ناز کیا جو نہ ہو اختیار کی	ہستی ہی کیا ہے ہستیِ ناپائیدار کی	یکتا

ص - محشر

احسن - باقی - بیخود دہلوی - بیخود موہانی - دل - زہری - شوق - صفی
نظم طباطبائی۔

ہی اُس کی شان اور سوا اسکے کیا کہوں — گنجائش ایک دل میں غم روزگار کی

احسن	شان اُس کی ہی وسیع سوا اسکے کیا کہوں	
اطہر	اللہ رے حسن وعشق کی قدرت نمائیاں	
افضل	قدرت خدا کی شان ہے پروردگار کی	وسعت ہو ایک دل میں غم روزگار کی
باقی	شان خدا ہے اور سوا اس کے کیا کہوں	
بیباک	یہ بھی ہے ایک شعبدہ افسون عشق کا	
بیخود موہانی	پھر کیا ہیں گر نہیں ہیں یہ قدرت نمائیاں	
جگر	دنیا میں پھر کہیں نہ ٹھکانا ملے اُسے	دل میں جگہ نہو جو غم روزگار کی
زہری	دل شوق وصل یار سے اتنا بھرا کہ بس	گنجائش اب نہیں ہے غم روزگار کی
شاد	قلمزد	
"	دل کی بساط کیا یہ بھرے ہیں امید و یاس	تو بھی ابھی کھپت ہی غم روزگار کی
شفق	گنجائش کی شین معجمہ اصلی ہے اور حرف موقوف نہیں اس لئے گرانا درست نہیں ایک کا الف	
"	بھی گرایا نہیں جاسکتا وہ بھی اُردو ہونے کے سبب نہیں گرسکتا۔ شفق	
"	وسعت کچھ اور دے تو مرے دلمیں اے خدا	اس میں جگہ نہیں ہے غم روزگار کی
حشر	اعجاز عشق سے یہ ہوئی وسعت خیال	
مضطر		چھوٹے سے دل میں بھیڑ غم روزگار کی
ناطق	سست شعر ہے۔ قلمزد۔ ناطق	
نیاز	کہیئے کہ شان حق کے سوا اس کو کیا کہوں	
وحشت	قلمزد	
یکتا	یہ بھی جناب عشق کا اعجاز ہے کہ ہے	

بزم۔ بیخود دہلوی۔ جلیل۔ دل۔ ریاض۔ شوق۔ صفی۔ نظم طباطبائی۔ نواب۔

آئینہ خیال کی صورت نمائیاں ‌ ‌ ‌ تصویر کھینچتی ہیں شباب بہار کی

	تصویر کھینچتی ہیں عروس بہار کی	افضل
چند الفاظ ہیں جس کے کوئی معنی نہیں ۔ باقی		باقی
	تصویر کھینچتی ہیں خزان و بہار کی	بزم
	تصویر کھینچتا ہوں شباب بہار کی	بیباک
اللہ یہ خیال کی صورت نمائیاں	تصویر کھینچ دی ہے شباب بہار کی	بیخود موہانی
آئینے میں وہ رنگ جوانی کا دیکھ کر		جگر
	تصویر کھینچتی ہیں خزاں میں بہار کی	دل
	تصویر کھینچتی ہیں خزاں میں بہار کی	ریاض
	تصویر کھینچتی ہیں خزان و بہار کی	زہری
شباب بہار کی ترکیب خوش نما نہیں اور بہار کی قید اسلئے مناسب نہیں کہ اس کے لوازم		شفق
پہلے مصرع میں نہیں ہیں ۔ شفق		"
	تصویریں کھینچتی ہیں سراپائے یار کی	"
آئینہ جمال کی صورت نمائیاں		شوق
اے کلک شوق اُف تری صورت نمائیاں	تصویر کھینچتا ہے شباب بہار کی	محشر
	تصویر کھینچتا ہوں نمود بہار کی	مضطر
	تصویریں کھینچتی ہیں شباب بہار کی	ناطق
رنگینیاں تصور آئینہ دار کی		وحشت
	تصویر کھینچتی ہیں زمان بہار کی	یکتا

ص ۔ اطہر

احسن ۔ بیخود دہلوی ۔ جلیل ۔ شاد ۔ صفی ۔ نظم طباطبائی ۔ نواب ۔ نیاز ۔

پروا نہیں کسی کو بھی جلتا ہوں نامراد   تصویر بن گیا ہوں چراغ مزار کی

اطہر — جلتا ہوں سوزِ غم سے نہیں کوئی دردمند
〃 — جلنے کا کوئی ثبوت نہیں تھا اس لئے سوزِ غم بنا دیا۔ اطہر
افضل — آئیں ہزار گورِ غریباں میں آندھیاں   تصویر کیا بجھے گی چراغ مزار کی
باقی — جلتا ہوں سوزِ غم سے وہ حسرت نصیب ہوں
〃 — چونکہ چراغ مزار سے حسرت ٹپکتی ہے اسلئے پہلے مصرع میں حسرت نصیبی کے وصف نے
〃 — اس تشبیہ کو کامل کر دیا اور کمی جاتی رہی۔ باقی
بیباک — احوال دل یہ بعد فنا بھی ہے عشق میں
بیخود موہانی — پرساں کہاں سے آئے مرے حال زار کا   قسمت مجھے ملی ہے چراغ مزار کی
جگر — دل جل رہا ہے سینۂ سوزاں میں اس طرح   تصویر بن گیا ہے چراغ مزار کی
دل — جلتا ہوں بزم یار میں کس بیکسی کے ساتھ
ریاض — افسردہ شمع جیسے کسی کے مزار کی
زہری — یہ شعر درست ہے۔ میں نے (جلتا) کو (جیتا) پڑھا اس وجہ سے تصرف کیا خیر ایک قافیہ
〃 — زیادہ ہوگیا۔ رکھو چاہو نکال دو۔ زہری
〃 — جیتا ہوں نامراد ولیکن ہزار شکر   منت نہیں ہے مجھ پہ کسی غمگسار کی
شاد — پروا نہیں کسی کو جلوں یا یونہیں بجھوں   ہوں اے صبا شبیہ چراغ مزار کی
شفق — خاموش جل رہا ہوں کچھ ایسا پس فنا
〃 — یہ مصرع چسپاں ہے اور اس مصرع سے بہتر ہے غور سے دیکھئے کتنا اچھا ہوگیا ہے۔ شفق
شوق — مدفن ہے گھر مرا کہ میں سوزِ فراق سے
محشر — سوزِ وفا میں اتنی مری ہست و بود رہی
مضطر — ہوتا نہیں انہیں مرے جلنے کا کچھ قلق
یکتا — پرساں نہیں کوئی مرے سوز و گداز کا

احسن ۔ بزم ۔ بیخود دہلوی ۔ جمیل ۔ صفی ۔ ناطق ۔ نظم طباطبائی ۔ نواب ۔ نیاز ۔ وحشت ۔

تابندہ ذرے خاک کے اب تک ہیں چشمِ شوق   اللہ! کوئی حد ہے مرے انتظار کی

ہر ذرّہ اپنی خاک کا ہے شکلِ چشمِ شوق   ہم مٹ گئے مٹی نہ ہوس انتظار کی   احسن

ہر ذرّہ میری خاک کا اب تک ہے چشمِ شوق   اللہ! کوئی حد بھی ہے اس انتظار کی   اطہر

تابندہ بیکار تھا اور بندش بھی مضطرب تھی اس لئے اس کو چست کر دیا۔ اطہر   〃

ہاں یہ سمجھ کے کوئی کرے آرزوئے وصل   ہر ہر گھڑی بلا ہے شبِ انتظار کی   افضل

خاک کے ذروں میں تابندگی کا سبب ظاہر نہیں کیا گیا۔ باقی   باقی

ہر ذرہ میری خاک کا اب تک ہی چشمِ شوق   آخر ہی کوئی حد بھی مرے انتظار کی   〃

خوب ہے۔ بزم   بزم

ایک ایک ذرّہ خاک کا میری ہے چشمِ شوق   بیباک

ذرّے بھی میری خاک کے بیتاب ہی رہے   بیخود موہانی

ذرّے جو میری خاک کے ہیں چشمِ شوق ہیں   جگر

ہر ذرّہ خاکِ دل کا ہے تصویرِ چشمِ شوق   دل

ہر ذرہ میری خاک کا اب تک ہے چشمِ شوق   ریاض

تکتے ہی تکتے راہ کو آنکھیں ہوئیں سپید   زہری

ہر ذرّہ میری خاکِ لحد کا ہے چشمِ شوق   شفق

ہر ذرّہ میری خاک کا اب تک ہے چشمِ شوق   شوق

ہر ذرہ خاکِ قبر کا اِک چشمِ شوق ہے   محشر

ذرّے بھی چشمِ شوق بنے ہیں فنا کے بعد   مضطر

ہر ذرہ میری خاک کا اب تک ہی چشمِ شوق   نواب

تابانی اور ذرہ ملحوظ ہے علاوہ اس کے خاک کی تفہیم بھی ٹھیک نہ تھی۔ نواب   〃

ذرّوں میں خاکِ قبر کے ہے نورِ چشمِ شوق   نیاز

تابندہ ذرے خاک کے اب تک ہیں چشم شوق — اللہ! کوئی حد ہے مرے انتظار کی

یکتا — ہر ذرّہ میری خاک کا اب تک ہے چشم شوق

ص - بزم -

بیخود دہلوی - جلیل - شاد - صفی - نظم طباطبائی - وحشت -

ابتک ہوائے شوق میں اُٹھا ہی بار بار — ہمت بلند ہے مرے مشت غبار کی

افضل — آئے تو رُخ پہ ڈال کے آئے کوئی نقاب

بزم — "اُٹھا ہے بار بار" اس میں پہلو اچھا نہیں - بزم

" — اب تک ہوائے شوق کا اکلیل فرق ہے

بیباک — رہ رہ گیا پہنچکے بھی داماں یار تک — ہمت تو دیکھئے مرے مشت غبار کی

بیخود موہانی — بازیچۂ ہوائے تمنا ہے آج تک

جگر — پہنچیگا بام یار تلک ایک دن ضرور

دل — پس پس کے راہ عشق میں اُٹھا ہے بار بار

ریاض — اُٹھ کر تری گلی سے نہ چھا جائے چرخ پر

شاد — آنکھوں میں خاک - اُٹھ کے کہاں تک پہونچ گیا — ہمت تو دیکھئے مرے مشت غبار کی

شفق — پہونچے گا اُڑ کے گوشۂ داماں یار تک

شوق — اب تک ہوائے شوق میں اُڑتا ہے بار بار

مضطر — جاتا ہے جستجوئے تجلی میں سوئے عرش — ہمت تو دیکھئے مرے مشت غبار کی

وحشت — قلمزد

یکتا — اب تک ہوائے شوق میں ہے گرم جستجو

گرم بمعنی مستعد - تیار - آمادہ - مصروف بھی آیا ہے - ذوق فرماتے ہیں ؎

کونسا سوختہ جاں صبح سی ہی گرم فغاں — کہ ہوا آتی ہی کوچہ سے ترے گرد گرم

ص - اطہر - زہری - محشر -
احسن - باقی - بیخود دہلوی - جلیل - صفی - ناطق - نظم طباطبائی - نواب - نیاز -

کس کو دماغ سیر چمن اے صبا یہاں
سر میں بھری ہوئی ہے ہوا کوئے یار کی

افضل — ہوتا ہے جا کے خلد میں کیا حشر دیکھیے
باقی — سیر چمن کا کس کو یہاں اے صبا دماغ
جگر — گلزار خلد میں بھی دل اپنا اداس ہی
زہری — کس کو ہوائے سیر چمن اے صبا یہاں
شاد — کس کو دماغ سیر چمن - اے صبا نہ چھیڑ — سر میں یہاں بھری ہے ہوا کوئے یار کی
شفق — سر میں ہوا سمائی ہے جب کوئے یار کی
یکتا — اب وہ دماغ سیر چمن اے صبا کہاں
" — دماغ اُردو میں بمعنی تاب برداشت بھی مستعمل ہے - غالب ؎
مجھے دماغ نہیں خندہ ہائے بیجا کا

ص - اطہر - بیباک - ریاض - محشر - مضطر -
احسن - بزم - بیخود دہلوی - بیخود موہانی - جلیل - دل - شوق - صفی - ناطق
نظم طباطبائی - نواب - نیاز - وحشت -

حسرت کے ساتھ خون شکایت بھی کر گئیں
یہ دلفریبیاں نگہ شرمسار کی

آرزو — دامن سمیٹے لیتی ہیں بے چین کر کے ہاتھ
اطہر — حسرت کے ساتھ سارے گلے بھی مٹا گئیں
افضل — دل برگرا رہی ہیں قیامت کی بجلیاں — بیباکیاں تری نگہ شرمسار کی
باقی — کیا شکوۂ فراق کہ کچھ کہنے بھی تو دیں
بزم — : کیا خوب شعر کہا ہے ماشاء اللہ - بزم

حسرت کے ساتھ خون شکایت بھی کر گئیں — یہ دلفریبیاں نگہہ شرمسار کی

بیخود موہانی — شکوے کے ساتھ حسرت دل کا بھی خون ہوا — اُف۔ دل فریبیاں نگہہ شرمسار کی

جگر — وہ۔ دل فریبیاں نگہہ شرمسار کی

جلیل — وہ۔ دل فریبیاں نگہہ شرمسار کی

دل — یہ شکوہ سنجیاں نگہہ شرمسار کی

〃 — یہ عذر خواہیاں نگہہ شرمسار کی

〃 — آپ کے مصرعہ میں غور کے بعد۔ ترمیم شدہ لفظ سے۔ یہ دل فریبیاں نگہہ شرمسار کی مناسب

〃 — معلوم ہوا۔ یہی رکھئے گا۔ دلؔ

ریاض — صبح شب وصال۔ مری جان۔ لینگی جان

شاد — شکوؤں کا بھی نہ خون کریں حسرتوں کے ساتھ

شفق — صبح شب وصال۔ مرے دل سے پوچھئے

〃 — بات مزے کی نہیں نکلتی تھی۔ معشوق کی نگہہ شرمسار کا لطف اب دیکھئے۔ شفقؔ

محشر — خوب شعر ہے۔ محشرؔ

نظم طباطبائی — کرتی ہیں آرزوئے شکایت کا خون بھی

نیاز — یہ جاں ستائیاں نگہہ شرمسار کی

〃 — "جاں ستائی" میں "دلفریبی" کا مفہوم بھی موجود ہے۔ اور خون کرنے کی استعداد بھی

〃 — ظاہر ہوتی ہے۔ اچھا شعر ہے۔ نیازؔ

وحشت — کرنے نہ دینگی شکوۂ جور و جفا مجھے

یکتا — وہ دل فریبیاں نگہہ شرمسار کی

ص۔ بیباک۔ محشر۔ مضطر۔

احسن۔ بیخود دہلوی۔ زہری۔ شوق۔ صفی۔ ناطق۔ نواب۔

اللہ رے طبع شوق کی مشکل پسندیاں — دشوار تھی جو راہ وہی اختیار کی

جاتے ہیں بتکدہ کو حرم کی طرف سے شوق — اطہر

مقطع میں اصلاح کی ضرورت نہ تھی محض شعر کو عاشقانہ و رندانہ رنگ میں — "
لانے کے لئے مصرع بدل دیا ہے جو مصرع آپ کو پسند ہو وہ رہنے — "
دیجئے ۔ اطہر — "

دشوار جو زمیں تھی وہی اختیار کی — جگر

جانا تھا کوئے زلف سے اس کو الگ الگ — اے شوق دل نے راہ غلط اختیار کی — ریاض

جو سب سے سخت تھی وہی راہ اختیار کی — شاد

عشق کمر میں ہو گیا مشکل پسند میں — شوق

عشق دہن میں ہو گیا مشکل پسند میں — "

ص ۔ افضل ۔ بیباک ۔ مضطر ۔ وحشت ۔ یکتا ۔

احسن ۔ باقی ۔ بزم ۔ بیخود دہلوی ۔ بیخود موہانی ۔ جلیل ۔ دل ۔ زہری ۔ شفق
صفی ۔ محشر ۔ ناطق ۔ نظم طباطبائی ۔ نواب ۔ نیاز ۔



مقام افسوس کا ہی تجھپہ دیدی جس نے جان آخر — نہ اُسکے واسطے دل سے ترے دو گز زمین نکلی

ریاض	نہ دی اس کو جگہہ کوچے میں جس نے جان دی اپنی	نہ تیرے دل سے اُسکے واسطے دو گز زمین نکلی
سائل	مقام افسوس کا ہی تجھپہ دیدی جس نے جان اپنی	نہ اُسکی قبر کو تیری گلی بھر میں زمیں نکلی
شفق	بلاسے جان دیکر ہم ہوے دفن اُسکے کوچے میں	ہمارے کام کی آخر وہاں دو گز زمین نکلی
"	دل سے زمین نکلنا اچھا نہ تھا شفق	
شوق		ترے دل سے نہ اُسکے واسطے دو گز زمین نکلی
صفی	مقام افسوس کا ہی تجھپہ دیدی جس نے جان اپنی	نہ کوچہ میں ترے اُس کے لئے دو گز زمین نکلی
فانی	مقام افسوس کا ہی تجھپہ دیدی جس نے جان اپنی	
نوح		ترے کوچے میں کب اُسکے لئے دو گز زمین نکلی

ص - عزیز   نیاز   قلزم (بے معنی)

بزم - بیخود دہلوی - جلیل - وحشت -

بالآخر بے زبانی پر دہانِ زخم بسمل کی — زبان تیر قاتل سے صدائے آفرین نکلی

اطہر	دہان زخم سے بسمل نے دی جب داد قاتل کو	زبان تیغ قاتل سے صدائے آفرین نکلی
بیباک		زبان تیغ قاتل سے صدائے آفرین نکلی
بیخود موہانی	خموشی پر دہان زخم کی پیار آگیا آخر	
دل	دل درد آشنا کو وقف ایذا پا کے مقتل میں	
"	لب زخم جگر سے مدح قاتل سن کے مقتل میں	
ریاض	لیا کام اسطرح قاتل نے اپنے دست نازک سے	دہان زخم بسمل سے صدائے آفرین نکلی
سائل	سکوت و بے زبانی پر دہانِ زخم بسمل کی	
شفق	دہان زخم بسمل بے زباں تھا واہ کیا کہنا	زبان تیغ قاتل سے صدائے آفرین نکلی
شوق	ترے عاشق نے تیرا تیر کھاکر آہ کی ناحق	نہ کیوں کمبخت کے منہ سے صدائے آفرین نکلی

غزل

ہستی کا کچھ آسرا نہیں ہے
یہ نقش تو دیرپا نہیں ہے

پیہم ناکامیوں کے ہاتھوں
دل میں کوئی مدعا نہیں ہے

ہر ذرّے سے کہتی ہے حقیقت
تجھسا کوئی دوسرا نہیں ہے

اندازۂ شوق کیا بتاؤں
بس حد ہی کہ انتہا نہیں ہے

دل پھینک کے یہ کہا بصد ناز
کچھ پھول یہ خوش نما نہیں ہے

ہم حرم وفا کے ہیں گنہگار
جو ظلم ہو نا روا نہیں ہے

دل اور طریق عشق ہشیار
رہزن ہے یہ رہنما نہیں ہے

ہی اُس کا فراق جان لیوا
جینے کا کوئی مزا نہیں ہے

دل میرا مجھی کو پھیرتا جا
ظالم ترے کام کا نہیں ہے

اب دیکھو نہ ہاتھ رکھ کے دل پر
بیمار میں کچھ رہا نہیں ہے

کشتی کا خدا تو ہی نگہبان
کیا ڈر ہے جو ناخدا نہیں ہے

بیجا ہے ہزار اُن کا شکوہ
یہ کون کہے بجا نہیں ہے

ہر قطرہ بجائے خود ہے دریا
کیا جانے جو آشنا نہیں ہے

اللہ! ہی اک ترا سہارا
اب کوئی بھی آسرا نہیں ہے

دل کھو کے بھی باز عشق سے آ
نادان ابھی کچھ گیا نہیں ہے

دوزخ ہے بہار ہشت جنت
ہم سے وہ کہیں جدا نہیں ہے

اے شوق تم اپنے دلکو سمجھاؤ
اِس درد کی کچھ دوا نہیں ہے

ہستی کا کچھہ آسرا نہیں ہے — یہ نقش تو دیرپا نہیں ہے

آرزو — ہستی کے لئے بقا نہیں ہے — بنیاد یہ دیرپا نہیں ہے

آزاد — فانی کو کبھی بقا نہیں ہے

〃 — ناحق کو مٹا ہوا ہے اِس پر

اطہر — ہستی کے لئے بقا نہیں ہے — اس گل میں بوِ وفا نہیں ہے

باقی — دوسرے مصرعہ میں "تو" حشو ہے اس کا سمجھنا ذوق سلیم پر موقوف ہے۔ باقی

〃 — ہستی کی طرف نظر نہ ڈالو

جگر — ہستی کو تری بقا نہیں ہے — کچھہ نقش یہ دیرپا نہیں ہے

دلیر — کچھہ نقش یہ دیرپا نہیں ہے

شاد — یہ نقش بھی دیرپا نہیں ہے

شفق — بغیر کچھہ کے بھی مصرعہ موزوں ہو جاتا ہے اگر ہستی کی یائے تحتانی پر ذرا زور دیکر پڑھئے

〃 — آپ کا جی چاہے تو کچھہ کو رہنے دیجئے۔ اختیار ہے۔ شفق

صفی — بنیاد یہ دیرپا نہیں ہے

مضطر — ہستی میں کوئی مزا نہیں ہے — اور ہے بھی تو دیرپا نہیں ہے

ص۔ شوق۔ یکتا

احسن۔ بزم۔ بیباک۔ بیخود دہلوی۔ بیخود موہانی۔ ثاقب جلیل۔ دل۔ ریاض
سائل۔ عزیز۔ فانی۔ نواب۔ نوح۔ وحشت۔

پیہم ناکامیوں کے ہاتھوں — دل میں کوئی مدعا نہیں ہے

آزاد — پیہم ناکامیوں کے خاطر

اطہر — مدت ہوئی ترک آرزو کو

جگر — ناکامیِ عشق تیرے ہوتے

پیہم ناکامیوں کے ہاتھوں — دل میں کوئی مدعا نہیں ہے

دلیر — پیہم ناکامیوں کے باعث
شاد — باقی کوئی مدعا نہیں ہے
شوق — ایسا خاموش ہوں کہ گویا — کچھ بھی مرا مدعا نہیں ہے
نوح — ناکامیِ بخت کے سبب سے

ص۔ ریاض۔ صفی۔ وحشت

احسن۔ آرزو۔ باقی۔ بزم۔ بیباک۔ بیخود دہلوی۔ بیخود موہانی۔ ثاقب جلیل
دل۔ سائل۔ شفق۔ عزیز۔ فانی۔ مضطر۔ نواب۔ یکتا۔

ہر ذرے سے کہتی ہے حقیقت — تجھ سا کوئی دوسرا نہیں ہے

آزاد — ہر ذرّہ ہے خود نمائے ہستی — مجھ سا کوئی دوسرا نہیں ہے
بیخود موہانی — ہر ذرے سے کہہ گیا ہے کوئی
جگر — ذرے میں چھپا ہے جھرتا ہاں — ذرّہ کوئی دوسرا نہیں ہے
دل — ہر ذرے سے کہہ رہی ہے نخوت
دلیر — حقا! کہ یہ کھل گئی حقیقت
ریاض — اگر ہمہ اوست کی بنا پر ہے تو یوں بنا دیجئے۔ ریاض
" — ہر شے سے یہ کہتی ہے حقیقت
" — یا ذرّہ رہنے دیجئے اس سے زیادہ میں نہیں سمجھ سکا۔ ریاض
شاد — ہر ذرے کی ہے صدا چمک کر — مجھ سا کوئی دوسرا نہیں ہے
شوق — آپ کا شعر بہت ہی معمولی ہے کوئی بات نہیں۔ شوق
نوح — کہتا ہے یہ ایک ایک ذرّہ — مجھ سا کوئی دوسرا نہیں ہے
یکتا — ہر ذرہ سے آتی ہے یہ آواز

ص۔ آرزو۔ اطہر۔ بزم۔ بیباک۔ بیخود دہلوی۔ ثاقب۔ صفی۔ عزیز۔ فانی۔
احسن۔ باقی۔ جلیل۔ سائل۔ شفق۔ مضطر۔ نواب۔ وحشت

اندازۂ شوق کیا بتاؤں — بس حد ہی کہ انتہا نہیں ہے

آرزو		قابو میں دل اب رہا نہیں ہے
اطہر	اندازۂ اضطراب کیسا	جب شوق کی انتہا نہیں ہے
بزم		اس کی کوئی انتہا نہیں ہے
بیباک		یہ حد ہے کہ انتہا نہیں ہے
جگر		یہ جان لو انتہا نہیں ہے
دل	اندازۂ شوق کیا ہو ہمدم	
دلیر		اتنا ہے کہ انتہا نہیں ہے
ریاض		یہ حد ہے کہ انتہا نہیں ہے
شاد	اندازۂ شوق کو نہ پوچھو	
شفق		حد ہوگئی انتہا نہیں ہے
شوق		اتنا ہی کہ انتہا نہیں ہے
فانی		حد یہ ہی کہ انتہا نہیں ہے
یکتا	اندازہ شوق کچھ نہ پوچھو	بیحد ہے کچھ انتہا نہیں ہے

دل پھینک کے یہ کہا بصد ناز — کچھ پھول یہ خوشنما نہیں ہے

آزاد	دل پھینک دیا مرا یہ کہکر
اطہر	چٹکی سے مسل کے دلکو بولے
باقی	یہ تعقید سلاست اور بے ساختگی کا خون کر رہی ہے۔ باقی

دل پھینک کے یہ کہا بصد ناز — کچھ پھول یہ خوشنما نہیں ہے

باقی		یہ پھول تو خوشنما نہیں ہے
بزم		یہ پھول تو خوشنما نہیں ہے
بیباک	قلمزد	
بیخود دہلوی		یہ پھول تو خوشنما نہیں ہے
بیخود موہانی	قلمزد	
ثاقب	دل لے کے مرا کہا کہ یہ پھول	صد چاک ہے خوشنما نہیں ہے
جگر	دیکھا مرا داغ دل تو بولے	
جلیل	دل توڑ کے یہ کہا بصد ناز	
دل	دل پھینک کے ناز سے وہ بولے	یہ غنچہ تو خوش نما نہیں ہے
ریاض	دل پھینک کے بولے ناز سے وہ	یہ پھول تو خوش نما نہیں ہے
″	دونوں مصرعوں میں یہ کی تکرار اچھی نہ تھی۔ بصد ناز میں کوئی بھدا پن تھا۔ ریاض	
مستاد		ہے پھول یہ خوشنما نہیں ہے
شفق	کس کا دل پھینک کے کہا؟ اور بغیر داغ کے پھول بھی خوشنما نہیں تھا۔ شفق	
″	کیا دوں دل داغدار اُن کو	
شوق	دل لے کے وہ پھینک دیگا آخر	داغی ہے یہ خوشنما نہیں ہے
عزیز	دل پھینک کے یوں کسی کا کہنا	یہ پھول تو خوشنما نہیں ہے
فانی	قلمزد	
نواب	دل پھینک کے بولے مسکرا کر	
نوح	دل پھینک کے کہہ رہا ہے کوئی	
یکتا	دل لے کے یہ ہو رہا ہے ارشاد	

: احسن۔ آرزو۔ دلیر۔ سائل۔ صفی۔ مضطر۔ وحشت۔

ہم جرم وفا کے ہیں گنہگار — جو ظلم ہو نا روا نہیں ہے

آرزو — ہاں جرم وفا ہوا ہے ہم سے

جگر — جو سلسلہ ہو وہ جفا نہیں ہے

جلیل — ہم مہر و وفا کے ہیں گنہگار

شفق — ظلم آپ کا ناروا نہیں ہے

شوق — ہے حسن کا مقتضا کہ تجھ سے

ص۔ اطہر۔ بزم۔ بیباک۔ ریاض۔ وحشت۔ یکتا۔
آزاد۔ باقی۔ بیخود دہلوی۔ بیخود موہانی۔ ثاقب۔ دل۔ دلیر۔ سائل۔ شاد
صفی۔ عزیز۔ فانی۔ مضطر۔ نواب۔ نوح۔

دل اور طریق عشق ہشیار — رہزن ہے یہ رہنما نہیں ہے

آرزو — دل خضر طریق کیا بنے گا

بیخود موہانی — دل پر ہی یہ اعتبار اے شوق

جلیل — دل ساتھ دے کیا رہ طلب میں

شاد — رہزن ہے رہنما نہیں ہے
مفعولن فاعلن فعولن

شفق — اے رہروِ عشق! دل سے ہشیار

" — یہ مصرعہ اچھا ہے آپ کے مصرع میں دو قاف ثقالت تھے اور شین بھی دونوں قریب نہیں شفق

مضطر — دل عشق کے داؤ میں نہ آنا

نواب — یاں خضر بھی رہنما نہیں ہے

" — کون رہزن ہے؟ اگر عشق ہے تو یہ مضمون ٹھیک نہیں ہے پھر "طریق عشق" کی بندش سے عشق

" — کا مشارٌ الیہ ہونا صاف نہیں۔ نواب

ص - اطہر - بیباک - جگر - ریاض - عزیز
احسن - باقی - بزم - بیخود دہلوی - ثاقب - دل - دلیر - سائل - شوق - صفی - نوح
وحشت - یکتا -

ہے اُس کا فراق جان لیوا جینے کا کوئی مزا نہیں ہے

قلمزد — آرزو
جینے کا ذرا مزا نہیں ہے — احسن
مہجور کی زندگی بھی ہے موت — آزاد
فرقت میں ہے ہر گھڑی کا مرنا — اطہر
ہے اُس کا فراق دشمن زیست — باقی
قلمزد — بیخود موہانی
اے وائے ہجوم تلخ کامی — ثاقب
جینے کا اب آسرا نہیں ہے — جگر
جب تک نہ مریں کسی حسیں پر — جلیل
ہے اُس کا فراق دشمن جاں — دلیر
ہے ہجر میں تلخ زندگانی — ریاض
جب ہجر ہی ناک میں تو اے جان — شاد
مرنے کا نہ ہو جو لطف اے خضر! — شفق
شعر کا پلہ بھاری کر دینے کو مصرعہ لگا دیا ورنہ آپ کا مصرعہ غلط نہ تھا۔ شفق — "
مرلیں کہیں حسن پر کہ یوں تو — شوق
قلمزد — فانی
جس روز سے تم جدا ہوئے ہو جینے میں کوئی مزا نہیں ہے — مضطر
یہ عشق پھر اُس پہ ہجر جاں سوز — نوح

بزم۔ بیباک۔ بیخود دہلوی۔ دل۔ سائل۔ صفی۔ عزیز۔ نواب۔ وحشت۔ یکتا۔

دل میرا مجھی کو پھیرتا جا ظالم ترے کام کا نہیں ہے

آرزو — جب یہ ترے کام کا نہیں ہے

" — "ظالم" جس لفظ کے معنی وصفی کوئی خاص فائدہ نہ دیں اُس کا لانا بے سود۔ آرزو

اطہر — دل پھیر کے میرا مجھکو بولے یہ لو مرے کام کا نہیں ہے

باقی — یہ دل تو ہے داغدار اُلفت

جگر — مظلوم یہ دل ہی پھیر دے تو

دلبر — آشفتہ ہے بیقرار ہے دل

ریاض — مجھکو تو پھیر دے مرا دل

شوق — دل مانگ رہے ہیں یوں وہ مجھسے گویا مرے کام کا نہیں ہے

قانی — قلمزد

نوح — ناکام ازل ہے دل ہمارا

یکتا — دل میرا مجھی کو پھیر دیجئے گر آپ کے کام کا نہیں ہے

احسن۔ آزاد۔ بزم۔ بیباک۔ بیخود دہلوی۔ ثاقب۔ جلیل۔ دل۔ سائل۔ شاد۔ شفق۔ صفی۔ عزیز۔ مضطر۔ نواب۔ وحشت۔

اب دیکھو نہ ہاتھ رکھ کے دلپر بیمار میں کچھ رہا نہیں ہے

آرزو — سانس آئی تو کیا نہ آئی تو کیا

احسن — دیکھیں نہ وہ ہاتھ رکھ کے دلپر

آزاد — لو دیکھ لو ہاتھ رکھ کے دل پر

اطہر — کیا دیکھتے ہو قریب آ کر

باقی — اب کیا رکھتے ہو نبض پر ہاتھ

اب دیکھو نہ ہاتھ رکھ کے دل پر   بیمار میں کچھ رہا نہیں ہے

وقت نزع بیمار کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہیں نہ کہ دل پر۔ باقی   باقی

اب دیکھنے آئے بھی تو کیا آئے   بزم

کیا دیکھ رہا ہے چارہ فرما   بیخود موہانی

مسدود ہے دم کی آمد و شد   ثاقب

چل کر اُسے دیکھ لیجئے آپ   جگر

کہتے ہیں وہ ہاتھ رکھ کے دلبر   دل

تم نبض پہ ہاتھ رکھ کے دیکھو   دلیر

تم آپ بھی ہاتھ رکھ کے دیکھو   شاد

کیا دیکھے گا نبض وہ مسیحا   شفق

رہا نہیں ہے۔ کی تعقید بُری ہے۔ شوق   شوق

یہ ضعف مریض غم کا دیکھو   نالاں ہے مگر صدا نہیں ہے   ″

کیا دیکھ رہے ہیں آپ نبضیں   عزیز

اب دل پہ نہ ہاتھ رکھ کے دیکھو   فانی

تم رہنے دو اپنی یہ عیادت   مضطر

بالیں سے اُٹھے یہ کہہ کر احباب   نوح

ص۔ ریاض۔ سائل۔ وحشت۔

بیباک۔ بیخود دہلوی۔ جلیل۔ صفی۔ نواب۔ یکتا۔

کشتی کا خدا تو ہے نگہباں   کیا ڈر ہے جو ناخدا نہیں ہے

نہ کوئی بات ہے نہ اثر ہے پھر کیا فائدہ۔ آرزو   آرزو

قسطرذ

کشتی کا خدا تو ہے نگہباں   کیا ڈر ہے جو ناخدا نہیں ہے

شاد — کیا خوف جو ناخدا نہیں ہے

شفیق — اُس ناؤ کا ہے خدا نگہباں   جس کا کوئی ناخدا نہیں ہے

نوح — کیا غم ہے جو ناخدا نہیں ہے

وحشت — ہر چند کہ ناخدا نہیں ہے

ص - اطہر - ثاقب - جگر - ریاض - صفی - مضطر -

احسن - آزاد - باقی - بزم - بیباک - بیخود دہلوی - جلیل - دل - دلیر - سائل
شوق - عزیز - فانی - نواب - یکتا -

بیجا ہی ہزار اُن کا شکوہ   یہ کون کہے بجا نہیں ہے

آرزو — بیجا ہزار اُن کا شکوہ

احسن — بیجا سہی اُن کی ہر شکایت

آزاد — بیجا ہو ہزار اُن کا شکوہ

اطہر — ہر چند بجا ہے اُن کا شکوہ   پھر بھی یہ گلا بجا نہیں ہے

باقی — پہلے مصرعہ کا مطلب میں نے نہیں سمجھا - کیا معشوق آپ سے شکوہ کرتا ہے؟ یہ تو اُلٹی بات
" — ہے اس کی بھی تصریح نہیں کہ وہ شکوہ کس امر کے متعلق کرتا ہے تاکہ یہ سمجھا جا سکے کہ یہ شکوہ
" — معشوق کے مناسب حال ہے   باقی

" — بیجا ہوں ہزار ظلم اُن کے

بیباک — بیجا ہو ہزار اُن کا شکوہ

ثاقب — بیجا ہی سہی عتاب اُن کا

جگر — بیجا ہو ہزار اُن کا شکوہ

جلیل — بیجا ہو ہزار اُن کا شکوہ

بجا ہے ہزار اُن کا شکوہ   یہ کون کہے بجا نہیں ہے

دل   بجا ہی سہی کسی کا شکوہ
ریاض   اُن کا شکوہ ہو لاکھ بیجا
شفق   بجا بھی اگر ہو ان کا شکوہ
عزیز   بجا ہی سہی کسی کا شکوہ
نوح   بجا بھی ہو آپ کی شکایت
یکتا   بجا سہی اُن کا شکوہ لیکن

ص- سائل-

برزم- بیخود دہلوی- بیخود موہانی- دلیر- شاد- شوق صفی- فانی- مضطر- نواب- وحشت

ہر قطرہ بجائے خود ہے دریا   کیا جانے جو آشنا نہیں ہے

آرزو   ماشاء اللہ- آرزو

شاد   کیا سمجھے جو آشنا نہیں ہے

شفق   دریا کی ہے قطرے میں سمائی

ص- آرزو- اطہر- بزم- بیباک- جگر- ریاض- سائل- صفی- یکتا-

احسن- آزاد- باقی- بیخود دہلوی- بیخود موہانی- ثاقب- جلیل- دل- دلیر-

شوق- عزیز- فانی- مضطر- نواب- نوح- وحشت-

اللہ! ہے اک ترا سہارا   اب کوئی بھی آسرا نہیں ہے

احسن   یہ قافیہ اسی مضمون کے ساتھ مطلع میں ہو چکا ہے تکرار فضول ہے- احسن

آرزو   یہ نظم ہے شعر نہیں ہے- آرزو

آزاد   اللہ کا ایک ہے سہارا   اور اب کوئی آسرا نہیں ہے

اللہ! ہے اک ترا سہارا — اب کوئی بھی آسرا نہیں ہے

باقی — اک یاد تمہاری آسرا ہے — جس کا کوئی آسرا نہیں ہے

بزم — یارب ہے بس اک ترا سہارا

بیباک — قلمزد

بیخود دہلوی — اللہ کا ہے فقط سہارا

بیخود موہانی — اللہ کو کب پکارتا ہوں — جب کوئی بھی آسرا نہیں ہے

ثاقب — موہوم ہے زندگیٔ فانی — دم کا کوئی آسرا نہیں ہے

جلیل — ہاتھ اُس نے ستم سے بھی اُٹھایا

دل — ہمدم کس آس پر جئیں ہم

دایر — قلمزد

شفق — اللہ کا اُس کو ہے سہارا — جس کا کوئی آسرا نہیں ہے

شوق — بہت ہی معمولی بات ہے۔ شوق

عزیز — قلمزد

ص۔ اطہر۔ جگر۔ ریاض۔
سائل۔ شاد۔ صفی۔ فانی۔ مضطر۔ نواب۔ نوح۔ وحشت۔ یکتا۔

دل کھو کے بھی باز عشق سے آ — ناداں ابھی کچھ گیا نہیں ہے

آرزو — قلمزد

آزاد — دل کھو کے بھی عاشقی سے باز آ

اطہر — دل کھو کے بھی عشق میں سنبھل جا

بیخود موہانی — دل کھو کے بھی عاشقی سے باز آ

دل — دل کھو نہ کسی کی جستجو میں

دل کھو کے بھی باز عشق سے آ — ناداں ابھی کچھ گیا نہیں ہے

دل کھو کے سمجھ فریب اُلفت — ثاقب

آعشق سے باز کھو کے بھی دل — ریاض

پہلے مصرعہ میں تعقید اور دوسرا مصرعہ اچھا نہیں ہے مضمون بھی معمولی ہے۔ قلمزد شفق — شفق

تعقید بُری ہے۔ کچھ نہیں گیا ہے۔ زبان یوں ہے۔ کچھ گیا نہیں ہے میں تعقید ناقص پڑتی ہے۔ شوق — شوق

دیکھے کوئی نزاکت اُس کی — رفتار میں نقش پا نہیں ہے — "

قلمزد — فائق

قلمزد — مضطر

دل لے کے وہ کہتے ہیں کہ ہٹیا — نوح

ص۔ بزم۔ جگر۔ سائل۔

احسن۔ باقی۔ بیباک۔ بیخود دہلوی۔ جلیل۔ دلیر۔ شاد۔ صفی۔ عزیز۔ نواب وحشت۔ یکتا۔

دوزخ ہی بہار ہشت جنت — ہم سے وہ کہیں جدا نہیں ہے

ہم ہیں تو وہ ہم میں ہی بہرحال — اطہر

دوزخ مبتدا ہے یا بہار ہشت جنت؟ اگر دوزخ ہے تو اُس کو بہار جنت کیونکر کہیں گے ہاں — باقی

کہہ سکتے ہیں کہ ع دوزخ میں بھی ہے بہار جنت۔ اور اگر بہار مبتدا ہے تو اُس کو دوزخ کیونکر — "

کہیں۔ علاوہ وجہ مذکورہ کے معنی شعر بھی خبط ہو جائیں گے کیونکہ معشوق کی عدم موجودگی میں البتہ — "

جنت کو دوزخ کہہ سکتے ہیں لیکن آپ کا دوسرا مصرعہ آپ کے ساتھ معشوق کی موجودگی ثابت — "

کرتا ہے۔ پھر شعر کے معنی کیا ہوئے؟ اصلاح ملاحظہ کیجئے دوزخ کو جواب ہشت جنت کہا گیا ہے — "

کیوں؟ اس لئے کہ معشوق میرے ساتھ ہر وقت ہے وہ ہم سے کہیں جدا نہیں ہے۔ باقی — "

دوزخ ہے جواب ہشت جنت — "

دوزخ ہے بہار ہشت جنت ہم سے وہ کہیں جدا نہیں ہے

بیخود موہانی — دوزخ بھی ہے رشک ہشت جنت

جگر — ہم سے وہ کبھی الگ نہیں تھا

دل — خلوت ہو کہ انجمن کا عالم

دلیر — ہم سے وہ اگر جدا نہیں ہے

شفق — دونوں مصرعوں میں ایسا معقول ربط نہیں ہے کہ بیساختہ فہم میں آئے اور دعوے کا ثبوت

" — پاکیزہ نہیں۔ قلمزد۔ شفق

شوق — قلمزد

فانی — قلمزد

مضطر — قلمزد

نواب — دوزخ بھی بہشت ہے ہماری

" — "کہیں" کے باعث بندش کو زیادہ چست کرنا پڑا۔ نواب

ص۔ بیباک۔ ثاقب۔

احسن۔ آرزو۔ آزاد۔ بزم۔ بیخود دہلوی۔ جلیل۔ ریاض۔ سائل۔ شاد۔ صفی۔
عزیز۔ نوح۔ وحشت۔ یکتا۔

اے شوق تم اپنے دلکو سمجھاؤ اس درد کی کچھ دوا نہیں ہی

احسن — اچھا ہو مریض عشق کیا شوق

آرزو — ظالم سے امید رحم اے شوق

آزاد — اے شوق تم اپنا دل سنبھالو

" — اے شوق تم آپ کو سنبھالو

اطہر — اے شوق سمجھ لو چھوڑ دو عشق

اے شوق تم اپنے دل کو سمجھاؤ اس درد کی کچھ دوا نہیں ہے

سمجھاؤ تم اپنے دل کو اے شوق — باقی

اے شوق یہ درد عشق تو ہے وہ ہے جس کی دوا نہیں ہے — ثاقب

دل دیکے سمجھ لئے ہم اے شوق — دل

اے شوق جو دل میں ہے تمہارے — شاد

"سمجھاؤ" تو نہیں صرف سمجھا البتہ ہوتا ہے غور سے پڑھ کر دیکھئے اور مصرعہ خوب چسپاں نہیں — شفق

ہے یہاں دینا بہتر ہے۔ دیکھئے بدلتا ہوں !! — "

کہتے ہیں درد دل جسے شوق اس درد کی کچھ دوا نہیں ہے — "

جس درد میں مبتلا ہے سائل — شوق

چارہ نہیں صبر کے سوا شوق — فانی

مستلزم — مضطر

اے شوق برا ہے شوق الفت — نوح

اے شوق عبث ہے چارہ جوئی — یکتا

ص۔ بیخود موہانی، جگر، ریاض، وحشت

بزم، بیباک، بیخود دہلوی، جلیل، دبیر، سائل، صفی، عزیز، نواب



عطیۂ حضرت احسن مارہروی

والبستۂ حق سوا خدا کے دلدادہ ماسوا نہیں ہے

عطیۂ حضرت باقی غازیپور

دنیا میں یوں تو کیا نہیں ہے اک چیز مگر بقا نہیں ہے

عطیۂ حضرت دلیر مارہروی

سینہ پہ تو ہاتھ رکھ کے دیکھو کیا ہے مرے پاس کیا نہیں ہے

عطیۂ حضرت شوق قدوائی

سایہ بھی ہے گم۔ تم آؤ شب کو یعنی کوئی دوسرا نہیں ہے
تھا ایک ہی لے چلے جسے تم اب دل کوئی دوسرا نہیں ہے
جیتا ہوں نہیں غم سے گو نہیں جان مرتا ہوں نہیں گو قضا نہیں ہے
یہ ضعف مریض غم کا دیکھو نالاں ہے مگر صدا نہیں ہے
یا دے مجھے داد اے خدا تو یا کہدے کہ تو خدا نہیں ہے
دیکھے کوئی نزاکت اُس کی رفتار میں نقش پا نہیں ہے
میں چپ ہوں ادب سے اور وہ خوش یعنی کوئی مدعا نہیں ہے

عطیۂ حضرت مُضطر خیرآبادی

قاصد خط شوق لے کے میرا جس دن سے گیا پتا نہیں ہے

غزل

اپنی شکل آئینۂ رازِ محبت دیکھی — حالِ دل جان گیا جس نے بھی صورت دیکھی

ہوں وہ بلبل چمنِ دہر سے رخصت جو ہوا — پتّی پتّی گُلِ مقصد کی بحسرت دیکھی

جان دی کہہ کے یہ مایوسِ سحر نے سرِ شام — کس ستم دیدہ نے صبحِ شبِ فرقت دیکھی

مٹ کے ہم خاک ہوئے پھر بھی ہی ذرّوں میں چمک — حد نہ کوئی تری اے سوزِ محبّت دیکھی

وہ اثر دل پہ ہوا خود بخود آنسو بھر آئے — کُشتۂ یاس کی جس نے کبھی تُربت دیکھی

نُور ہے دیدۂ دل کا اثرِ مشقِ خیال — بند آنکھوں سے ہمیشہ تری صورت دیکھی

مرنے دیتی بھی نہیں کشمکشِ بیم و رجا
زندگی شوق تری قابلِ عبرت دیکھی

اپنی شکل آئینہ رازِ محبت دیکھی — حال دل جان گیا جس نے بھی صورت دیکھی

جگر — حال دل جان گیا اُس نے جو صورت دیکھی

دل — شکل غم آئینہ رازِ محبت دیکھی

ریاض — حیرت افزا کہیں میری سی بھی حیرت دیکھی — بن گیا آئینہ جس نے مری صورت دیکھی

شاد — رو دیا غور سے جس نے مری صورت دیکھی

شفق — راز داں بن گیا جس نے مری صورت دیکھی

شوق — یہ "بھی" حشو ہے۔ شوق

" — شکل دیکھی مری تو شکل محبت دیکھی — سمجھا عاشق مجھے جس نے مری صورت دیکھی

خان — تم کو دیکھا جو کسی نے مری صورت دیکھی

یکتا — آئینہ حال ہوا جس نے بھی صورت دیکھی

ص اطہر مبارک۔ عزیز

باقی۔ بزم۔ بیخود دہلوی۔ ثاقب۔ جلیل۔ ریاض۔ سائل۔ صفی۔ نوح۔ وحشت

ہوں وہ بلبل چمن دہر سے رخصت جو ہوا — پتّی پتّی گُلِ مقصد کی بحسرت دیکھی

اطہر — ہوں وہ بلبل چمن دہر سے جب کوچ کیا

باقی — اس شعر میں محض استعارہ ہے اور کوئی لطف نہیں۔ باقی

" — ٹپکی جو وقت اسیری نگہہ بلبل سے — تو نے کن آنکھوں سے صیاد وہ حسرت دیکھی

بزم — ہوں وہ بلبل چمن دہر سے وقت رخصت

ثاقب — میں وہ عاشق تھا گلوں کا دم رخصت جس نے — پتّی پتّی چمنستاں کی بہ حسرت دیکھی

جگر — ہوں وہ بلبل چمن دہر سے وقت گلگشت

دل — پتّی پتّی گل خنداں کی بہ حسرت دیکھی

ریاض — ہوں وہ بلبل کہ نشیمن سے ہوا جب رخصت — پتّی پتّی چمنستاں کی بہ حسرت دیکھی

ہوں وہ بلبل چمن دہر سے رخصت جو ہوا
پتی پتی گل مقصد کی بہ حسرت دیکھی

شفق
جب چلا میں چمن دہر سے شبنم کی طرح
پتی پتی سے ٹپکتی ہوئی حسرت دیکھی

دحشت
بلبل سوختہ قسمت نے چمن کیا دیکھا

یکتا
بحسرت کی ترکیب اُردو میں پسندیدہ نہیں۔ فافہم۔ یکتا

ص۔ بیباک۔ شوق۔ عزیز۔
بیخود دہلوی۔ جلیل۔ سائل۔ شاد صفی۔ فانی۔ نوح۔

جان دی کہہ کے یہ مایوس سحر نے سرِ شام
کس ستم دیدہ نے صبح شب فرقت دیکھی

اطہر
مرگیا کہہ کے یہ ناکام محبت سرِ شام

ثاقب
اُٹھ گیا بزم جہاں سے یہ سمجھکر سرِ شام

شوق
شکر ہے میں نے نہ صبح شب فرقت دیکھی

فانی
بہت خوب ہے۔ فانی

ص۔ باقی۔ بیباک۔ جگر۔ شفق۔ عزیز۔ فانی۔ وحشت۔
بزم۔ بیخود دہلوی۔ جلیل۔ دل۔ ریاض۔ سائل۔ شاد صفی۔ نوح۔ یکتا۔

مٹ کے ہم خاک ہوئے پھر بھی ہے ذروں میں چمک
حد نہ کوئی تری اے سوز محبت دیکھی

اطہر
یہ کرامت تری اے سوز محبت دیکھی

باقی
"مر کے ہم خاک ہوئے" لکھتے تو صحیح تھا۔ مٹ نے کے بعد تو بے نشانی کا درجہ ہے
سوز اور چمک میں تلازم نہیں۔ اسلئے ضروری نہیں کہ اگر ذروں میں چمک ہے تو
ان میں سوز بھی ہو۔ باقی

دل کو پھونکا بھی تو کیا خاک۔ گھر اپنا پھونکا
تری تاثیر بس اے سوزِ محبت دیکھی

ثاقب
خاک ہو کر بھی چمکتے رہے ذرّے دل کے

مٹ کے ہم خاک ہوئے پھر بھی ہے ذرّوں میں چمک
حد نہ کوئی تری اے سوزِ محبت دیکھی

جگر — مٹ کے ہم خاک ہوئے تو ہوئے ذرّے بھی شرر
جلیل — مٹ کے ہم خاک ہوئے پھر بھی چمک ذرّوں میں ہے
ریاض — کوئی حد تیری نہ اے سوزِ محبت دیکھی
〃 — سوزِ محبت کا کام ہی خاک کر دینا اور یہ خاک نام ہے خاکستر کا، خاکستر کے ذرّوں کا چمکنا خیال
〃 — میں نہیں آتا بہر حال درد کی چمک زیادہ لطیف و نازک جدّت کے ساتھ ہے۔ ریاض
〃 — خاک ہو کر نہ گئی تیری چمک ذرّوں سے — لاگ دل سے تری اے دردِ محبت دیکھی
سائل — جل کے ہم خاک ہوئے پھر بھی ہے ذرّوں میں چمک
شاد — مٹ کے ہم خاک ہوئے پھر بھی ہے ذرّوں میں شرر
شفق — شعلہ باری تری اے سوزِ محبت دیکھی
صفی — طرفہ تاثیر تری سوزِ محبت! دیکھی
عزیز — انتہا تیری نہ اے سوزِ محبت دیکھی
یکتا — حد کوئی تیری نہ اے سوزِ محبت دیکھی

ص۔ بیباک۔ شوق۔
برزم، بیخود دہلوی، دل، فانی، نوح، وحشت۔

وہ اثر دل پہ ہوا خود بخود آنسو بھر آئے
کشتۂ یاس کی جس نے کبھی تربت دیکھی

باقی — اکثر شعرا نے "پر" کو "پہ" لکھنا چھوڑ دیا ہے آپ بھی نہ لکھا کریں تو بہتر ہے۔ باقی
〃 — وہ ہوا دل پر اثر آنکھوں میں آنسو بھر آئے
جگر — کشتۂ یاس کی قاتل نے جو تربت دیکھی
ریاض — اثر اس درجہ ہوا آنکھ میں آنسو بھر آئے
〃 — فاتحہ کے لئے کیوں ہاتھ اٹھاتا کوئی — آنکھ اٹھا کر نہ کسی نے مری تربت دیکھی

وہ اثر دل پہ ہوا خود بخود آنسو بھر آئے　　کشتۂ یاس کی جس نے کبھی تربت دیکھی

شاد　　کشتۂ یاس کی جس آنکھ نے تربت دیکھی

شفق　　وہ اثر دل پہ ہوا آنکھوں میں آنسو بھر آئے

یکتا　　کشتۂ یاس کی جس شخص نے تربت دیکھی

ص - اطہر، بیباک - شوق - عزیز -
برزم - بیخود دہلوی - ثاقب - جلیل - دل - سائل - صفی - فانی - نوح - وحشت -

نور ہے دیدۂ دل کا اثرِ مشق خیال　　بند آنکھوں سے ہمیشہ تری صورت دیکھی

اطہر　　چشم دل مشق تصور سے ہوئی ہی روشن

جلیل　　نور افروز ہی ایسا اثر مشق خیال

ریاض　　عکس کی طرح تصور نے لیا آئینے میں　　بند کی آنکھ تو دل میں تری صورت دیکھی

شاد　　در دل کھول دیا مشق تصور کے نثار

شوق　　نور دل نور بصر تیرے تصور میں بنا

عزیز　　نور ہے دیدۂ دل کا چمن آرائے خیال

یکتا　　نور ہے دیدۂ دل کا اثر ذوق خیال

ص - برزم - بیباک - ثاقب - جگر - فانی -
بیخود دہلوی - دل - سائل - شفق - صفی - نوح - وحشت -

مرنے دیتی بھی نہیں کشمکش بیم ورجا　　زندگی شوق تری قابل عبرت دیکھی

اطہر　　موت سے کشمکش بیم ورجا ہی بدتر

بانی　　مرنے بھی دیتی نہیں کشمکش بیم ورجا

ثاقب　　مرنے دیتی نہیں یہ کشمکش بیم ورجا

مرنے دیتی بھی نہیں کشمکش بیم و رجا — زندگی شوق تری قابل عبرت دیکھی

جگر — زندگی شوق کی بازیچۂ عبرت دیکھی

دل — مرنے دیتی نہیں یہ کشمکش بیم و رجا

ریاض — زندگی شوق کی بھی قابل عبرت دیکھی

ء — زندگی کشمکش بیم و رجا میں گزری — جان پر شوق نئے روز مصیبت دیکھی

شوق — مرنے دیتی نہیں کیوں کشمکش بیم و رجا

ص۔ بیباک۔ عزیز۔ یکتا۔

بزم۔ بیخود دہلوی۔ جلیل۔ سائل۔ شاد۔ شفق۔ صفی۔ فانی۔ نوح۔ وحشت۔

عطیہ حضرت ریاض خیرآبادی

ہجر کی بات بُری رات بُری نام بُرا — شام ہی دیکھی نہ صبح شب فرقت دیکھی

سوچ کر آئے تھے ٹھکرا کے کرینگے پامال — آنکھ بھر آئی جو بیٹھی ہوئی تربت دیکھی

عطیہ حضرت شوق قدوائی

وقت رفتار نئی خوبیِ قامت دیکھی — چلتی پھرتی ترے کوچے میں قیامت دیکھی

غزل

یہ نشاں پائے گئے گم شدہ دیوانوں کے ٹکڑے کچھ آئے ہیں صحرا سے گریبانوں کے
ایسی کیا خوشخبری لائے ہوا کے جھونکے دل مسرّت سے اُچھلنے لگے دیوانوں کے
ہو چکی جامہ دری بخیہ گری ہوتی ہے اے جنوں بس یہی دو شغل ہیں دیوانوں کے
دل سے نکی ہم سے دغا جھک کے ملی اُس کی نظر رنگ اپنوں کے وہ ہیں اور یہ بیگانوں کے
اِک ذرا دیر کو ہو جائے خنجر بہ نیام امتحاں ختم ہوئے ہوں جو گراں جانوں کے
شب کو ہی وحشت نکے آبلہ پا کی جھلک جا بجا راستے روشن ہیں بیابانوں کے
کِس جلے دل سے یہ اُف کی ترے دیوانے نے شمع ساں جلنے لگے خار بیابانوں کے
لختِ لختِ دلِ صد پارہ کی اُف رے خلشیں ایک اِک ٹکڑے میں سو ٹکڑے ہیں پیکانوں کے

سچ ہی ہاں سچ ہی یقیناً یہ بجا اور درست
آپ گرویدہ ہوئے شوق کے افسانوں کے

یہ نشاں پائے گئے گم شدہ دیوانوں کے — ٹکڑے کچھ آئے ہیں صحرا سے گریبانوں کے

احسن: ہاتھ آئے یہ نشاں گم شدہ دیوانوں کے — ٹکڑے کچھ اُڑتے ہیں صحرا میں گریبانوں کے

آرزو: ٹکڑے ہاتھ آئے ہیں صحرا سے گریبانوں کے

اطہر: اب نشاں ملتے چلے ہیں ترے دیوانوں کے

〃: اب پتے ملتے چلے ہیں ترے دیوانوں کے

فضل: ہتکنڈے سب ہیں یہ ظالم ترے دیوانوں کے

بزم: سب نشاں ہیں یہ ترے گم شدہ دیوانوں کے — ٹکڑے آئے ہیں جو صحرا سے گریبانوں کے

بیخود موہانی: روتے ہیں چاہنے والے ترے دیوانوں کے

جگر: سب نشاں ہیں یہ ترے گم شدہ دیوانوں کے — ٹکڑے ہاتھ آئے ہیں صحرا سے گریبانوں کے

شاد: کچھ نشاں پائے تو ہیں گم شدہ دیوانوں کے

شفق: مل گئے خوب نشاں گم شدہ دیوانوں کے

شوکت: نشاں کس نے پائے؟ اور گریبانوں کے ٹکڑے کون لایا بالکل مبہم ہے شگفتگی اور وضاحت نہیں۔ حشو بھی ہے۔ شوکت

〃: کیا یہ کچھ کم ہیں نشاں گم شدہ دیوانوں کے — پُرزے اُڑتے ہیں بگولوں میں گریبانوں کے

〃: دیوانے بھی صحرا میں گم ہوئے ہیں اور بگولے بھی صحرا ہی میں ہوتے ہیں اب حشو دور ہو گیا اور شعر کے تیور بدل گئے۔ شوکت

شوق: "آئے ہیں" کا یہ محل نہیں خود آ نہیں سکتے اور لانے والا آدمی ہو یا ہوا، کسی کا ذکر نہیں ہے۔ شوق

〃: ٹکڑے کچھ اُڑتے ہیں صحرا میں گریبانوں کے

مائل: یہ نشاں پائے گئے ہیں ترے دیوانوں کے

مضطر: اور کچھ کھوج تو چلتے نہیں دیوانوں کے

ص — بیباک۔ ریاض۔ سائل۔ وحشت۔ دل۔ صفی۔ فانی۔ محشر۔ ناطق۔ نوح۔

ایسی کیا خوشخبری لائے ہوا کے جھونکے — دل مسرت سے اُچھلنے لگے دیوانوں کے

دل جو غنچوں کی طرح کھل گئے دیوانوں کے — آرزو

میں نے ہوا کے جھونکے کاٹ کر نسیم سحری اسلئے بنا دیا ہے کہ جھونکے میں اجتماع ردیفین ہوتا — اطہر

تھا یعنی کے، کے دونوں مصرعوں کے اخیر میں برا معلوم ہوتا ہے اس سے اچھا شعر سست — ״

ہوجاتا ہے۔ اطہر — ״

مژدۂ موسم گل لائی نسیم سحری — ״

لاکھ صحرا میں جنوں کو ہو ترقی حاصل — حوصلے پست نہ ہونگے ترے دیوانوں کے — افضل

کون سی خوش خبری لائے ہوا کے جھونکے — دل خوشی سے جو اُچھلنے لگے دیوانوں کے — بیباک

کچھ نہ کچھ خوش خبری لائے ہوا کے جھونکے — دل مسرت سے اُچھلتے ہیں جو دیوانوں کے — بیخود موہانی

دل مسرت سے پھڑکنے لگے دیوانوں کے — جگر

دفعتاً ولولہ انگیز ہوا پھر سنکی — دل

آج کیا ایسی خبر لائے ہوا کے جھونکے — ریاض

ایسی کیا خوش خبری لائی نسیم سحری — سائل

کیا خبر دی کسی جھونکے نے کہ صحرا کی طرف — خود بخود پاؤں کھچے جاتے ہیں دیوانوں کے — شاد

خوش خبری میں "ی" غلط ہے خوش خبر چاہیے۔ خوش خبری بے معنی لفظ ہے، مسرت کی وجہ — شوکت

نہیں بتائی گئی، نہ یہ بتایا گیا کہ خوش خبر کیا ہے، بہرحال شعر بے تکا ہے۔ شوکت — ״

فصل گل آتے ہی وحشت کی ہوا پر ہیں سوار — ״

دل شگفتہ جو ہوئے جاتے ہیں دیوانوں کے — شوق

میں وہ دیوانہ ہوں مجنوں بھی مجھے کہتا ہے — قبلہ و کعبہ مگر آپ ہیں دیوانوں کے — مائل

اور کچھ ہوگئے تیور ترے دیوانوں کے — محشر

ایسی کیا خوش خبری لائی بیاباں کی ہوا — نوح

ص۔ بزم۔ مضطر۔ وحشت — احسن۔ شفق۔ صفی۔ فانی۔ ناطق۔

ہو چکی جامہ دری۔بخیہ گری ہوتی ہے — اے جنوں بس یہی دو شغل ہیں دیوانونکے

احسن — اے جنوں بس یہی دو کام ہیں دیوانونکے

〃 — جب فصیح لفظ مل سکے تو اُسکو چھوڑ کر اُس سے کم رتبہ کا لفظ نہ لکھنا چاہیئے اور اس کا سمجھنا ذوق

〃 — سلیم کا پتہ دیتا ہے۔احسن

آرزو — ہو چکی جامہ دری۔بخیہ گری ہونے لگی — حسب عادت یہی دو شغل ہیں دیوانونکے

اطہر — ہے کبھی جامہ دری اور کبھی بخیہ گری — یہی دو مشغلے ہیں اب ترے دیوانونکے

افضل — ہاتھ پڑتا ہے گریباں پہ کبھی دامن پر — شغل عالم سے نئے ہیں ترے دیوانونکے

بیباک — اے جنوں اب یہی دو شغل ہیں دیوانونکے

بیخود موہانی — رات دن بس یہی دو کام ہیں دیوانونکے

جگر — چاک کرنا کبھی دامن، کبھی تنکے چنتا — اے جنوں اب یہی دو شغل ہیں دیوانونکے

دل — ہو چکی جامہ دری بخیہ گری اب ہوگی

ریاض — شغل جنوں نہیں۔قلمزد۔ریاض

سائل — ہو چکی جامہ دری بخیہ گری ہونے لگی

شاد — ہو چکی جامہ دری بخیہ گری کرنے لگے

شوکت — جامہ دری کیوں ختم کر دی جو دیوانوں کا مشغلہ ہے اور جنوں کو مخاطب کرنا حشو ہے۔شوکت

〃 — ہے ادھر جامہ دری اور اُدھر بخیہ گری — بس یہی شغل ہیں دو آپ کے دیوانونکے

〃 — یعنی ادھر بخیہ ہوا اُدھر وحشت نے اُدھیڑ ڈالا۔بس دیوانوں کے یہ دونوں شغل ساتھ ساتھ

〃 — ہیں۔شوکت

شوق — گر کبھی جامہ دری ہے تو کبھی بخیہ گری

صفی — ہے کبھی جامہ دری اور کبھی بخیہ گری

فانی — پھاڑ کر جیب و گریباں کو سیا کرتے ہیں

مائل — وجد کرتے ہیں بیاباں میں بگولے لاکھوں — عُرس ہوتے ہیں بڑی دھوم سے دیوانونکے

ہو چکی جامہ دری۔ بخیہ گری ہوتی ہے — اے جنوں بس یہی دو شغل ہیں دیوانوں کے

محشر — ہے کبھی جامہ دری اور کبھی بخیہ گری — جوشِ وحشت میں یہ دو شغل ہیں دیوانوں کے

ناطق — ہے کبھی جامہ دری اور کبھی بخیہ گری

ص۔ بزم۔ مضطر۔ وحشت۔

شفق۔ نوح۔

دل نے کی ہم سے دغا جھک کے ملی اُس کی نظر — رنگ اپنوں کے وہ ہیں اور یہ بیگانوں کے

آرزو — دل گیا آنکھ ملی ہو گئی دُنیا اُلٹی — رنگ اپنوں کے تو وہ ڈھنگ یہ بیگانوں کے

اطہر — مل گیا آپ سے دل آپ ملے دشمن سے

افضل — ہو گئی کیسی زمانے میں یہ اُلٹی گنگا — طور اپنوں میں نظر آتے ہیں بیگانوں کے

بزم — یہ شعر تم نے خوب کہا ہے ایسی ہی فکر کیا کرو۔ بزم

بیباک — قلمزد

بیخود دہلوی — اپنا دل رُک کے ملا اُس کی نظر جھک کے ملی — رنگ اپنوں کے یہ انداز یہ بیگانوں کے

دل — دل نے کی ہم سے دغا جھک کے ملی اُنکی نظر

ریاض — رنگ اپنوں کے یہ ہیں اور وہ بیگانوں کے

شاد — دل نے کی ہم سے دغا دل سے ملی اُس کی نظر — رنگ اپنوں کے وہ ہیں اور یہ ہیں بیگانوں کے

شوکت — پہلا مصرعہ بے ربط ہے دل نے کیا دغا کی؟ شوکت

؍؍ — ہم سے دل رُک کے ملا اُن کی نظر جھک کے ملی — رنگ اپنوں کے ہیں یہ ڈھنگ وہ بیگانوں کے

؍؍ — خیر شعر تو درست ہو گیا مگر دل بھی ایک اور نظر بھی ایک بہت سے یگانے اور بیگانے کہاں

؍؍ — ہیں تاکہ جمع کا اطلاق درست ہو۔ ایک شعر اسی قافیہ میں آپ کو دیتا ہوں بہت غور سے سمجھئے

؍؍ — اور مزا لیجئے۔ شوکت

؍؍ — شمع پروانوں سے بولی کہ وہ بے سوز ہوئیں — خلوتِ حسن میں پر جلتے ہیں بیگانوں کے

خوب کہا ہے۔ فانی

ص۔ فانی۔ محشر۔ مضطر۔ وحشت۔

احسن۔ جگر۔ سائل۔ شفق۔ شوق۔ مائل۔ ناطق۔ نوح۔

شب کو ہی وحشیوں کے آبلۂ پا کی جھلک — جا بجا راستے روشن ہیں بیابانوں کے

احسن — یہ بات یاد رہے کہ رستہ اور راستہ دونوں فارسی کے لفظ ہیں مگر اُستاد مرحوم اور عام
〃 — اہل دہلی رستہ لکھتے ہیں اگرچہ میرے نزدیک دونوں صحیح ہیں اسلئے رہنے دیا۔ احسن

آرزو — پائے وحشی کا ہے ہر قطرۂ خوں ایک چراغ

اطہر — ہیں مرے آبلۂ پا کہ چراغ سرِ راہ — راستے رات کو روشن ہیں بیابانوں کے

افضل — غول کے غول چلے آتے ہیں دیوانوں کے — راستے بند نہ ہو جائیں بیابانوں کے

بیباک — ترے وحشی کے جو جلتے ہوئے ٹپکے آنسو

بیخود موہانی — ہر طرف راستے روشن ہیں بیابانوں کے

جگر — بھرتے ہیں آہ شرربار جو شب بھر وحشی

دل — شمع تاباں ہی پئے اہل جنوں جوش جنوں

ریاض — نقش پا مشعل رہ ہیں ترے دیوانوں کے — جادے روشن نظر آتے ہیں بیابانوں کے

سائل — قلمزد

شاد — آفریں تجھکو مرے آبلۂ پا کی جھلک

شفق — آبلوں سے مرے ہے جادۂ صحرا گلنار

شوکت — کیا آبلہ ایک ہی ہے؟ جمع لانے کی ضرورت ہی دوسرے مصرعہ میں جا بجا سے ہی۔ شوکت

〃 — شب کو ہی وحشیوں کے پاؤںکے چھالونکی جھلک — کہکشاں راستے ہیں جن سے بیابانوں کے

فانی — خار کس سوختہ دل آبلہ پا نے پھونکے

مائل — لذت جوشِ جنوں کو کوئی مجھ سے پوچھو — آبلوں میں ہیں مرے خار بیابانونکے

نوح — راستہ متروک۔ نوح۔

شب کو ہو وحشیونکے آبلۂ پا کی جھلک — جا بجا راستے روشن ہیں بیابانونکے

ہو یہ کیا وحشیوں کے آبلۂ پا کی جھلک — جا بجا رستے ہیں روشن جو بیابانونکے — نوح

ص - بزم - مضطر -

احسن - شوق - صفی - محشر - ناطق - وحشت -

اک ذرا دیر کو ہو جائیے خنجر بہ نیام — امتحاں ختم ہوئے ہوں جو گراں جانونکے

تھک کے ہو جاؤ نہ انجام میں خنجر بہ نیام	امتحاں سہل سمجھتے ہو گراں جانوں کے	آرزو
کچھ سُبک روح بھی ہیں منتظر چشم کرم		اطہر
تیغ کا بوجھ اُٹھانے سے سُبکبار ہوں آپ		افضل
رکھ دیا قبر میں خنجر بھی مری لاش کے ساتھ	امتحاں ختم ہوئے آج گراں جانوں کے	بیخود موہانی
دم ذرا لیجئے اب ہاتھ سے خنجر رکھئے		جگر
تیغ دم لے لے ذرا دیجئے مہلت اِتنی		ریاض
غصہ کم کیجئے ہو جائے خنجر بہ نیام		سائل
کب سے مشغول ہیں ہو جائے خنجر بہ نیام		شاد
ذرا دیر کی شرط اچھی نہ تھی امتحان ختم ہونے پر غیر محدود زمانہ درکار ہے۔ شوق		شوق
نازکی کہتی ہے ہو جائے خنجر بہ نیام		؍؍
پہلے مصرعہ کا وزن درست نہیں کوئی لفظ رہ گیا ہے اگر زحاف ہی تو بہت کریہہ ہے اور		شوکت
خنجر بہ نیام کی ترکیب فارسی نما ہے۔ شوکت		؍؍
ایک دم کے لئے دم تیغ کو لینے دیجے		؍؍
قتل عشاق کو محشر پہ اُٹھا رکھا ہے	امتحاں اور ابھی باقی ہیں گراں جانوں کے	فانی
دم خنجر سے گلو کا مرے کہنا آداب		مائل
قلمزد		مضطر

اِک ذرا دیر کو ہو جائے خنجر بہ نیام امتحاں ختم ہوئے ہوں جو گراں جانوں کے

ناطق — قلمزد

وحشت — قتل گہ سے نہ سُبک ہو کے کہیں اُٹھو تم امتحان لینے تو بیٹھے ہو گراں جانوں کے

ص - بزم - بیباک -

احسن - دل - شفق - صفی - محشر - نوح -

کس جلے دل سے یہ اُف کی ترے دیوانے نے شمع ساں جلنے لگے خار بیابانوں کے

احسن — شمع ساں متروک الاستعمال ہے - احسن

" — کس جلے دل سے فغاں کی ترے دیوانے نے شمع کی طرح جلے خار بیابانوں کے

آرزو — آگ نکلی جو کوئی آبلہ پا ٹوٹا جل اُٹھے شمع صفت خار بیابانوں کے

اطہر — آپ کے تفتہ جگر ہو کے جدھر سے نکلے طور کی طرح جلے نخل بیابانوں کے

افضل — کس کے دیوانوں کی آہوں میں تھے شعلے ایسے

بیخود موہانی — سوزِ دل سے ترا دیوانہ جو اُف کر اُٹھا جل اُٹھے شمع صفت خار بیابانوں کے

جگر — آہ پُر سوز جو کی آپ کے دیوانے نے

دل — آتشیں آہ یہ کس آبلہ پا نے کھینچی

ریاض — شمع کی طرح جلے خار بیابانوں کے

شاد — کس جلے دل سے فغاں کی ترے دیوانے نے

شوق — ہر طرف جلنے لگے خار بیابانوں کے

" — شمع کی مثال صرف رات کا سماں چاہتی ہے اس سے "ہر طرف" بہت بہتر ہے کہ عام بات ہے - شوق

شوکت — شعر خیر اچھا ہے کوئی عمدہ مضمون نہیں - شوکت

مائل — قلمزد

کِس جلے دل سے یہ اُف کی ترے دیوانے نے
شمع ساں جلنے لگے خارِ بیابانوں کے

محشر
نوح

کسی دیوانے کی اُف ری شرر افشاں آہیں
صورت شمع جلے خار بیابانوں کے
اُن کے وحشی نے جلے دل سے جو آہیں کھینچیں

ص - بزم، بیباک، سائل، مضطر
شفق، صفی، فانی، ناطق، وحشت

لختِ لختِ دل صد پارہ کی اُف ری خلشیں
ایک اک ٹکڑے میں سو ٹکڑے ہیں پیکانوں کے

آرزو
جیسے ہر ٹکڑے میں سو ٹکڑے ہیں پیکانوں کے

المر
دل صد پارہ و عشق مژہ اللہ رے خلش

افضل
قلمزد

بزم
"لخت لخت دل صد پارہ" یہ فارسی ترکیبیں اُردو میں مجھے تو پسند نہیں اب کوئی بُرا کہے یا
اچھا کہے۔ اُسی مضمون کو اُردو میں ادا کر دیا ہے مگر ابِ انصاف سے مصرعہ کی شان دیکھو۔ بزم

"
جگھٹا ہے خلشوں کا دل صد پارہ میں

"
مصرعۂ ثانی کے مضمون کا توارد خواجہ میر تقی کے مصرعہ سے ہو گیا ہے اس لئے قلمزد کیا گیا

بیباک
اور وہ یہ ہے۔ سہ

"
حال دل کیا پوچھنا اُس ناتواں نخچیر کا
جس کے ہر ٹکڑے میں ہو پیوست پیکاں تیر کا

"
لختِ لختِ دل صد پارہ خلش زار ہے آہ

بیخود موہانی
ریاض
قلمزد

سائل
لختِ لختِ دل صد پارہ کی پوچھو نہ خلش
گویا ہر ٹکڑے میں سو ٹکڑے ہیں پیکانوں کے

شاد
لختِ لختِ دل صد پارہ کی اللہ رے کشش

شوق
جسکے ہر ٹکڑے میں سو ٹکڑے ہیں پیکانوں کے

"
ایک اک کا تقابل سو سو کی تکرار چاہتا تھا اور یہ ممکن نہ تھا۔ شوق

لختِ لختِ دلِ صد پارہ کی اُف رے خلشیں — ایک اک ٹکڑے میں سو ٹکڑے ہیں پیکانوں کے

شوکت — پہلا مصرعہ واہیات ہے دونوں مصرعوں کی ترکیب مضطرب ہے اور حشو ہے پھر پہلے مصرعہ میں لخت لخت بھی اور صد پارہ بھی۔ دوسرے مصرعہ میں ایک کے ساتھ اک بہت لغو ہے۔ شوکت

״ — خلشیں پوچھتے کیا ہو دلِ صد پارہ کی — دیکھو ہر ٹکڑے میں سو ٹکڑے ہیں پیکانوں کے

فانی — پارہ ہائے جگر و دل کی خلش کیا کہیے — شوق ہر ٹکڑے میں سو ٹکڑے ہیں پیکانوں کے

مائل — جب سے دیکھی ہے تری ہم نے کمانِ ابرو — ڈھیر سینے میں لگے رہتے ہیں پیکانوں کے

احسن، جگر، شفق، صفی، محشر، مضطر، ناطق، نوح، وحشت

سچ ہی ہاں سچ ہی یقیناً یہ بجا اور درست — آپ گرویدہ ہوئے شوق کے افسانوں کے

احسن — ہو گیا الفتِ صادق کا نتیجہ ظاہر — کہ وہ مشتاق ہوئے شوق کے افسانوں کے

آرزو — جذبِ باطن کے اثر کا ہے یہ پہلا درجہ — تم جو گرویدہ ہوئے شوق کے افسانوں کے

اطہر — اب مزہ دینے لگا قصۂ عشق اپنا انہیں — اب وہ گرویدہ ہوئے شوق کے افسانوں کے

افضل — قصۂ وامق و عذرا جو سنا جب اس نے — کان مشتاق ہوئے شوق کے افسانوں کے

بزم — سچ اِسے کیسے میں سمجھوں اسے کیوں کر مانوں

بیخود موہانی — جلدی میں دو مصرعہ لگا دیے ہیں جو پسند آئے رکھ لیجیے۔ بیخود موہانی

״ — سچ ہی ہاں سچ ہی جبھی اِس میں نمک کا فر ہو

״ — اُن سے اب اُنکی لگاوٹ یہ گلہ کرتی ہے

جگر — سچ ہی ہاں سچ ہی یقیناً یہ نہایت سچ ہے

ریاض — نیند اُڑ جائیگی آنکھوں سے اگر سُنئے گا — آپ مشتاق ہیں کیوں شوق کے افسانوں کے

سائل — آپ کو شوق ہی سُننے کا بجا ہے ارشاد — آپ شائق ہیں بڑے شوق کے افسانوں کے

شاد — لیجیے مان لیا کہیے قسم کھا کے کہوں

شفق — سچ ہی یہ بات تو کیا بات ہی پھر کیا کہنا

سچ ہی ہاں سچ ہی یقیناً یہ بجا اور درست — آپ گرویدہ ہوئے شوق کے افسانوں کے

شوق — اک ذرا درد کے لہجے میں سُنا دے اُن کو — کیوں وہ مشتاق ہوئے شوق کے افسانوں کے

شوکت — پہلے مصرعہ میں ایک ہی لفظ یا اس کے ہم معنی مکرر سکرر بھرتی ہے - شوکت

" — سچ ہی قول آپ کا ہرگز نہیں یہ خواب خیال

صفی — سچ ہی ہاں سچ ہی میں قربان بجا اور درست

فانی — قلم زد

مائل — بے اثر کوہ کن و قیس کے قصے سُنئے — آپ مشتاق ہوئے شوق کے افسانوں کے

محشر — سچ ہے ہاں سچ ہے یقیناً یہ بجا ہی اے شوق — اہل دل ہو گئے شیدا ترے افسانوں کے

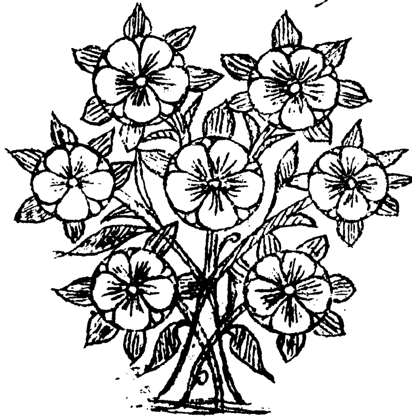
ناطق — سچ ہی ہاں کیوں نہ ہو امید یہی آپ سے ہی

نوح — فسانہ کے ہوتے ہوئے افسانہ قابل ترک - نوح

" — آپ گرویدہ ہوئے شوق کے ارمانوں کے

وحشت — اثر انگیز ہوا کرتا ہے افسانۂ شوق — وہ بھی گرویدہ ہوئے شوق کے افسانوں کے

ص - بیباک، مضطر، دل -



عطیہ حضرت بیخود موہانی

— شمع سر دھنتی ہے گل جامہ دری کرتے ہیں
سارے معشوقوں میں انداز ہیں دیوانونکے

عطیہ حضرت شاد عظیم آبادی

کیا خبر دی کسی جھونکے نے کہ صحرا کی طرف
خود بخود پاؤں کھچے جاتے ہیں دیوانونکے

عطیہ حضرت شوکت میرٹھی

شمع پروانوں سے بولی کہ دوئی سوز ہو نہیں
خلوت حسن میں پر جلتے ہیں دیوانوں کے

عطیہ حضرت مائل جے پوری

میں وہ دیوانہ ہوں مجنوں بھی مجھے کہتا ہے
قبلۂ و کعبہ مگر آپ ہیں دیوانوں کے

وجد کرتے ہیں بیاباں میں بگولے لاکھوں
عرس ہوتے ہیں بڑی دہوم سے دیوانونکے

لذت جوش جنوں کو کوئی مجھ سے پوچھو
آبلوں میں ہیں مرے خار بیابانوں کے

جب سے دیکھی ہے تری ہم نے کمان ابرو
ڈھیر سینے میں لگے رہتے ہیں پیکانوں کے



غزل

گردش نگاہِ ناز کو کب انجمن میں تھی
شمشیر آبدار کفِ تیغ زن میں تھی

ظالم تری بُکا میں قیامت کا تھا اثر
اک زلزلہ تھا۔ نعش کو جنبش کفن میں تھی

دکھلائی قبر ہی ہوسِ وصلِ گُل نے آہ
پنہاں کشش قفس کی ہوائے چمن میں تھی

اِک آہِ سرد کھینچکے دیکھا جو رنگِ دہر
افسردگی سی چھائی ہوئی انجمن میں تھی

غفلت سے آنکھ کھول کے دیکھا تو یہ کھُلا
ساری خرابیوں کی بنا ما و من میں تھی

دم بھر میں روح کر گئی طے راہِ بازگشت
اُف! یہ کشش بھری ہوئی یادِ وطن میں تھی

کچھ اس کو ہم سے سادہ مزاجوں سے پوچھیے
سیدھی سی ایک بات جو اُس بانکپن میں تھی

دھوکا یہ تھا نظر کا وہ ہستی تھی ایک ہی
بلبل چمن میں شمع کبھی انجمن میں تھی

کہتے ہیں واقعی جسے یکسوئی خیال
یادش بخیر۔ شوق کے دیوانہ پن میں تھی

گردش نگاہ ناز کو کب انجمن میں تھی — شمشیر آبدار کفِ تیغ زن میں تھی

احسن — برق فنا کی لہر کفِ تیغ زن میں تھی

آرزو — نگاہ تو شمشیر بنی کفِ تیغ زن کیا چیز ہے۔ آرزو

" — قاتل ادا غضب نگہِ پُر فتن میں تھی

باقی — گردش تری نگاہ کو کب انجمن میں تھی — بجلی سی کوندتی ہوئی اک تیغ زن میں تھی

" — اب تقابل کا لطف پیدا ہوا۔ باقی

بیخود دہلوی — چلتی ہوئی سی تیغ کفِ تیغ زن میں تھی

بیخود موہانی — تیزیٔ نگاہِ شوخ کہاں انجمن میں تھی — بجلی سی کوندتی ہوئی تلوار رن میں تھی

جگر — گردش نگاہ شوخ کو کب انجمن میں تھی

دل — اک تیغ آبدار کفِ تیغ زن میں تھی

ریاض — بجلی تھی وہ جو تیغ کفِ تیغ زن میں تھی

شوق — نگاہ کو شمشیر قرار دیا تو گردش مناسب نہیں تیزی البتہ شمشیر کے لئے مناسب ہے۔ شوق

" — تیزی نگاہ ناز کی کب انجمن میں تھی

ص۔ اطہر، بیباک، شہرت، کوثر

جمیل، سائل، شفق، صفی، فانی، مضطر، نوح، نیاز، وحشت

ظالم تری بکا میں قیامت کا تھا اثر — اک زلزلہ تھا نعش کو جنبش کفن میں تھی

احسن — رفتار فتنہ گر سے یہ تھیں حشر خیزیاں — ہر لاش قبر کی متحرک کفن میں تھی

آرزو — سوا زمین کے ہر چیز کی جنبش کو زلزلہ کہنا استعمال کے خلاف ہے نعش تابوت کو کہتے ہیں نہ میت کو۔ آرزو

" — روتا تھا کون قبر پہ لے لے کے ہچکیاں — اک تھرتھری تھی لاش کو جنبش کفن میں تھی

اطہر — معشوق کا میت عاشق پر بکا کرنا درست نہیں۔ اطہر

ظالم تری بکا میں قیامت کا تھا اثر — اک زلزلہ تھا نعش کو جنبش کفن میں تھی

جب فاتحہ کو اُس نے اُٹھائے لحد پہ ہاتھ		اطہر
رونا ترا وہ میت عاشق پہ ہائے ہائے	تھا ایک لرزہ نعش میں جنبش کفن میں تھی	باقی
تربت پہ میری بین قیامت تھے یار کے	مرقد کے ساتھ نعش کو جنبش کفن میں تھی	بیخود موہانی
وہ مہر حشر بھی تھا جنازہ کے ساتھ ساتھ		جگر
مرقد پہ میری رو کے قیامت وہ کر گئے		جلیل
معشوق کو بکا کی کیا ضرورت تھی۔ دل		دل
محشر خرام کون قیامت یہ ڈھا گیا		"
یہ کون آج میری لحد پر تھا نوحہ خواں	جنبش سی آج زیر زمیں کچھ کفن میں تھی	ریاض
آنا ترا لحد پہ قیامت تھا بعد مرگ		شفق
کاندھا دیا جو تو نے تو آئی پلٹ کے جان	کہتے ہیں سب کہ نعش کو جنبش کفن میں تھی	شوق
ظالم تری جفا میں قیامت کا تھا اثر		شہرت
ظالم تری روش میں قیامت کا تھا اثر		صفی
بعد فنا بھی جوشش محبت وہی رہا		مضطر
ظالم تریُ بکا میں اثر کس بلا کا تھا		نوح
قلم زد		نیاز
قبرِ شہیدِ ناز پر آیا تھا کون آج		وحشت

ص۔ بیباک، کوثر

بیخود دہلوی، سائل، فانی

دکھلائی قبر ہی ہوسِ وصلِ گل نے آہ — پنہاں کشش قفس کی ہوائے چمن میں تھی

دکھلانا متروک دکھانا فصیح ہے۔ احسن — احسن

دکھلائی قبر ہی ہوسِ وصلِ گل نے آہ | پنہاں کشش قفس کی ہوائے چمن میں تھی

احسن	صیّاد میرے نغموں سے گوش آشنا ہوا	
آرزو	اِس سیر گہہ میں آکے ملی قیدِ زندگی	
اطہر	آئی اِدھر بہار اُدھر ہم ہوئے اسیر	
باقی	اتنا نہ سمجھی بلبلِ غفلت شعار آہ	
"	پہلے مصرعہ میں ہوسِ وصلِ گل یا ہوائے چمن کا انجام قبر بتایا گیا ہے اور دوسرے مصرعہ میں	
"	قفس۔ یہ کیا؟ پھر بلبل کا پتہ بھی نہیں۔ ذکر ہی نہیں قائل کا کہ کون ہے۔ باقی	
بیخود موہانی	بلبل تھی آشیانے سے اُٹھتے ہی دام میں	یارب کشش قفس کی ہوائے چمن میں تھی
جگر	تربت دکھائی اے ہوسِ وصلِ گلرخاں	
جلیل	بلبل ہوئی اسیر تو عقدہ یہ وا ہوا	
دل	کنجِ لحد ملا ہوسِ وصلِ گل میں آہ	
ریاض	میں رہ گیا قفس میں تو دل کھچ گیا مرا	کیسی کشش یہ آج ہوائے چمن میں تھی
سائل	"دکھلائی" یہ لفظ ہمارے ہاں متروک ہی لیکن آپ اسکے لئے مجبور نہیں، مختار ہیں۔ سائل	
شفق	صیّاد کو بھی ساتھ ہی لائی تھی فصلِ گل	
شوق	اپنا لباس جس سے گلوں نے بسا لیا	بو کس کے پیرہن کی ہوائے چمن میں تھی
کوثر	دکھلائی قبر آرزوِ وصلِ گل نے آہ	
مضطر	میں موسمِ بہار میں خود قید ہو گیا	
نوح	دکھائی کی جگہہ دکھلائی متروک۔ نوح	
"	فصلِ بہار آتے ہی ہم قید ہو گئے	
نیاز	ہر آرزوئے دل مری اِک شعلہ بن گئی	اللہ! کیسی آگ ہوائے چمن میں تھی
وحشت	جوش و خروشِ شوق کا انجام تھا یہی	

ص۔ بیباک | بیخود دہلوی، شہرت، صفی، فانی

اِک آہ سرد کھینچ کے دیکھا جو رنگِ دہر — افسردگی سی چھائی ہوئی انجمن میں تھی

دعویٰ غیر محدود ہے اور ثبوت محدود۔ آرزو — آرزو

کس دم بخود کے صبر کا پھیلا تھا یہ اثر — رر

دیکھا جو رنگ دہر کو عبرت کی آنکھ سے — اطہر

معلوم نہیں افسردگی کیوں چھائی ہوئی تھی، کیوں آہ سرد کھینچی، کیا آہ سرد کھینچنے کے — باقی

سبب سے افسردگی چھا گئی، آخر کیوں، کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ قلمزد، باقی — رر

اِک آہ کھینچتے ہی نہ تھا وہ جہاں کا رنگ — بیخود موہانی

اِک آہ سرد کھینچکے دیکھا جو رنگ بزم — افسردگی سی چھائی تری انجمن میں تھی — جگر

حسرت بھری نگاہ سے دیکھا جو رنگِ دہر — دل

اِک دل جلے نے غور سے دیکھا جو رنگِ دہر — رر

اِک جاں بلب نے غور سے دیکھا جو رنگِ دہر — رر

اک شمع جھلملائی مری آہِ سرد سے — افسردگی سی پھیلی ہوئی انجمن میں تھی — ریاض

چھائی ہوئی بدل دیا گیا ورنہ انجمن پہ تھی ہونا چاہیے۔ ریاض — رر

اِس شعر کی تعریف نہیں ہوسکتی۔ سائل — سائل

اِک آہ سرد کھینچکے دیکھا جو چار سو — رر

شمعِ حیاتِ دہر ہیں گریاں لگن میں تھی — شہرت

کس دل جلے کو تم نے بلایا تھا بزم میں ✓ — مضطر

ایک آہ سرد کھینچکے دیکھا جو رنگ دہر — نوح

اِک آہ سرد کھینچکے دیکھا تو ہر طرف — نیاز

کیا تھی اثر پذیر مرے درد و داغ سے — کل شمع کیوں اُداس تری انجمن میں تھی — وحشت

ص۔ بیباک، شفق، کوثر

احسن، بیخود دہلوی، جلیل، شوق، صفی، فانی

غفلت سے آنکھ کھول کے دیکھا تو یہ کھلا ۔۔۔ ساری خرابیوں کی بنا ماو من میں تھی

آرزو — غفلت کا پردہ آنکھ سے ہٹتے ہی یہ کھلا ۔۔۔ تھی جس قدر خرابی اسی ماو من میں تھی

" — بنا حشو تھا۔ آرزو

اطہر — اسباب پر نگاہ جو کی تو کھلا یہ راز

باقی — غفلت سے آنکھ کھولنا کیا محل۔ باقی

" — دیکھا جو میں نے چشم حقیقت شناس سے ۔۔۔ ساری خرابیوں کی بنا تو و من میں تھی

جگر — دیکھا جو ہم نے چشم حقیقت سے یہ کھلا

ریاض — ساری، سارا، اچھا لفظ نہیں احتیاط کیجیے۔ ریاض

شفق — آنکھیں کھلیں تو دیکھتے ہی ہم پہ یہ کھلا ۔۔۔ غفلت ہماری تفرقۂ ماو من میں تھی

شوق — قلمزد۔ روکھا پھیکا شعر ہے۔ شوق

شہرت — عالم میں آنکھ کھول کے دیکھا تو یہ کھلا

نوح — میں نے جو آنکھ کھول کے دیکھا تو یہ کھلا

نیاز — غفلت کے دور ہوتے ہی یہ راز کھل گیا

وحشت — قلمزد

ص۔ بیباک، مضطر

احسن، بیخود دہلوی، جلیل، دل، سائل، صفی، فانی

دم بھر میں روح کر گئی طے راہ بازگشت ۔۔۔ اُف! یہ کشش بھری ہوئی یاد وطن میں تھی

آرزو — کتنی کشش بھری ہوئی یاد وطن میں تھی

اطہر — دم بھر میں روح کر گئی طے جادۂ حیات ۔۔۔ تاثیر کیسی جذبۂ یاد وطن میں تھی

باقی — یہ کیا کشش بھری ہوئی یاد وطن میں تھی

بیخود موہانی — دم بھر میں کی ہے روح نے طے راہ بازگشت ۔۔۔ کس قہر کی کشش تھی جو یاد وطن میں تھی

دم بھر میں روح کر گئی طے راہ بازگشت — اُف! یہ کشش بھری ہوئی یادِ وطن میں تھی

جگر — دم بھر میں روح کر گئی راہ عدم کو طے
جلیل — کیسی کشش بھری ہوئی یادِ وطن میں تھی
ریاض — کیا حد ہے اس کشش کی جو یادِ وطن میں تھی
شفق — لے آئی تھی جو منزل غربت سے کھینچ کر — شاید نئی کشش کوئی یادِ وطن میں تھی
شوق — کتنی کشش بھری ہوئی یادِ وطن میں تھی
صفی — کیسی کشش بھری ہوئی یادِ وطن میں تھی
مضطر — کیسی کشش بھری ہوئی یادِ وطن میں تھی
نوح — کیسی کشش بھری ہوئی یادِ وطن میں تھی
نیاز — کیسی کشش بھری ہوئی یادِ وطن میں تھی
وحشت — اُکھڑا جو دم تو جا کے عدم ہی میں دم لیا — اللہ کیا کشش مری یادِ وطن میں تھی

ص۔ بیباک، کوثر

احسن، بیخود دہلوی، دل، سائل، شہرت، فانی

کچھ اُسکو ہم سے سادہ مزاجوں سے پوچھیے — سیدھی سی ایک بات جو اُس بانکپن میں تھی

احسن — تھا اُس کا ہم سے سادہ مزاجوں ہی کو مزا — سیدھی سی اک ادا جو ترے بانکپن میں تھی
آرزو — اک تیر تھی کمانِ کشیدہ کا ہمسرِ دل — سیدھی سی بات بھی جو ترے بانکپن میں تھی
جگر — ہم سے نہ پوچھیے دلِ مضطر سے پوچھیے
شفق — کچھ اِسکو ہم سے سادہ مزاجوں سے پوچھیے
شوق — ہم سے اور سادہ مزاجوں سے۔ یہ مکرر سے سے خوب نہیں۔ شوق
" — کچھ اُسکو ہم سے سادہ مزاجوں نے پالیا
شہرت — ہے۔ ردیف ہونا چاہیے۔ عجب پُر لطف شعر ہو جائیگا۔ شہرت

کچھ اُسکو ہم سے سادہ مزاجوں سے پوچھیے — سیدھی سی ایک بات جو اُس بانکپن میں تھی

کوثر — تیر و سناں سے بڑھ کے کلیجوں میں چُبھ گئی
مضطر — میدان عاشقی میں مجھے قتل کر گئی
نیاز — قلمزد

ص - اطہر، بیباک

باقی، بیخود دہلوی، جلیل، دل، سائل، صفی، فانی، نوح، وحشت

دھوکا یہ تھا نظر کا وہ ہستی تھی ایک ہی — بلبل چمن میں شمع کبھی انجمن میں تھی

آرزو — لفظ ہستی سے غیر فانی ذات کی طرف اشارہ کرنا سوء ادب ہے، آرزو
〃 — دھوکا یہ تھا نظر کا وہ رونق تھی ایک ہی — جو باغ میں بہار۔ ضیا انجمن میں تھی
اطہر — جو شمع انجمن میں تھی۔ بلبل چمن میں تھی
بیباک — اور مصرعہ لگائیے۔ بیباک
بیخود موہانی — پردہ اُٹھا نہ آہ فریب نگاہ کا — جو شے تھی شمع بزم وہی گُل چمن میں تھی
جگر — بدلا تھا بھیس ہستی عشق و جمال نے
ریاض — ہستی وہ ایک ہی تھی نظر کا فریب تھا — بُلبُل چمن میں شمع وہی انجمن میں تھی
سائل — بلبل چمن میں شمع صفت انجمن میں تھی
شفق — دھوکا تھا اِک نظر کا کہ جلوہ گری تری
شوق — قلمزد
شہرت — یہاں ردیف ہے چاہتے اور تمام افعال زمانہ حال۔ شہرت
صفی — بلبل چمن میں شمع اگر انجمن میں تھی
کوثر — نیرنگیوں نے عشق کی بدلی تھیں صورتیں
نیاز — ہیں عندلیب و شمع وہی ایک شے۔ مگر — گلشن میں تھی کبھی وہ کبھی انجمن میں تھی

ص۔ مضطر

احسن، باقی، بیخود دہلوی، جلیل، دل، فانی، نوح، وحشت

کہتے ہیں واقعی جسے یکسوئی خیال
یادش بخیر۔ شوق کے دیوانہ پن میں تھی

آرزو — حاصل ہے جس کا ہوش وہ یکسوئی خیال
خوبی ترقی کو دیکھئے۔ آرزو

" —

اطہر — یادش بخیر۔ شوق وہ دیوانہ پن میں تھی

بیخود موہانی — کیا ذکر اہل ہوش کہ یکرنگیٔ خیال
جگر — وحشت جو دشت نجد میں حاصل تھی قیس کو

فانی — ✓ کہتے ہیں اہل دل جسے یکسوئی خیال
مضطر — مجنوں کے جوش خاطر ناشاد کی جھلک

ص۔ بیباک، ریاض، شوق، شہرت۔ کوثر، وحشت۔

احسن، باقی، بیخود دہلوی، جلیل، دل، سائل، شفق، صفی، نوح، نیاز



عطیۂ حضرت ریاض خیرآبادی

ملک گلے سے غیر کے لے تیغ اب کہاں
وہ بات نوک کی جو ترے بانکپن میں تھی

عطیۂ حضرت شوق قدوائی

کو لاہوئی تھی لاش یہ حالت کفن میں تھی
کیسی جنوں کی آگ ہمارے بدن میں تھی

تو آج مجھ سے بول اُٹھا ورنہ پیشتر
کیا کیا نہ گفتگو مجھے تیرے دہن میں تھی

اپنا لباس جس سے گلوں نے بسا لیا
بو کس کے پیرہن کی ہوائے چمن میں تھی

چاہے گرہ کہے کوئی چاہے کسی کا دل
اک شے ضرور زلف شکن در شکن میں تھی

بارِ گراں سے مجھ کو سبکدوش کر دیا
طرز ہزار لطف مرے راہزن میں تھی



غزل

دلا باش قربان آن ملک گیرے　　که بے تاج و اورنگ بخشد سریرے

بہ حسن و جمالے عدیم المثالے　　بوصف و کمالے ندارد نظیرے

بہ روما ہتابے بہ ضو آفتابے　　بہ خو لاجوابے فقید النظیرے

ہمہ غیر محدود در مُلک باطن　　بظاہر بہ قید تعیّن اسیرے

نبی لاجوابے علی انتخابے　　عجائب شہنشہ غرائب وزیرے

ز صبح تو خاموش بود شمع ہستی　　بیا شاہ شاہاں کہ میرد فقیرے

برآن شاہ کونین اے شوق نازم
کہ خوش حال بودہ بہ فرشِ حصیرے

دلا باشی قربان آں ملک گیرے — کہ بے تاج و اورنگ بخشد سریرے

باقی: دلا باش قربان آن دستگیرے — کہ آمد گدائے درِ او امیرے
زہری: ملک گیر انبیا کی صفت نہیں مگر انبیا کا دین۔ زہری
〃: زمیں مرقدے شاہ گردوں سریرے — ز رحمت بعالم چو ابر مطیرے
یکتا: دلم محو ایثار آں ملک گیرے — کہ بے مائگاں را بہ بخشد سریرے
اقبال، دل، عزیز، فانی، مضطر، نواب

بہ حسن و جمالے عدیم المثالے — بہ وصف کمالے ندارد نظیرے

اقبال: بہ وصف و کمالے فقید النظیرے
باقی: بہ حسن و جمالش نیابی مثالے — بہ وصف و کمالش نیابی نظیرے
زہری: بہ حسن و نیالش کہ آمد ز ایزد — چہ آرم نظیرش ندارد نظیرے
مضطر: بہ حسن و جمالے بوصف کمالے — ندارد مثالے ندارد نظیرے
نواب: بہ وصف و کمالے فقید النظیرے
یکتا: بہ ادج و کمالے ندارد نظیرے
دل، عزیز، فانی

بہ رو ماہتابے بہ ضو آفتابے — بہ خو لاجوابے فقید النظیرے

اقبال: بہ خو لاجوابے ندارد نظیرے
باقی: بہ ایزد کہ در نور قرآن چو بینی — رخش را بخوانی سراج منیرے
زہری: برو ماہتابے بنور آفتابے — بدعوت بشیرے بشوکت نذیرے
〃: بجنت بشیرے بدوزخ نذیرے
عزیز: برو آفتابے بخوشبو گلابے

بہ رو ماہتابے بہ ضو آفتابے ۔۔۔ بہ خو لاجوابے فقید النظیرے

نشد خلق چوں او بشیر و نذیرے ۔۔۔ نواب

دل، فانی، مضطر، یکتا۔

ہمہ غیر محدود در ملک باطن ۔۔۔ بظاہر بہ قید تعین اسیرے

خوب شعر ہے۔ اقبال ۔۔۔ اقبال

ہمہ غیر محدود ملکش بباطن ۔۔۔ فانی

بباطن ز تفسیرہ آزاد و فردے ۔۔۔ بظاہر بقید علائق اسیرے ۔۔۔ یکتا

ارادہ خوب است۔ اما آیۂ کریمہ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ دستورے می دہد ۔۔۔ "

باخدا مستی کن و با مصطفےٰ ہشیار باش۔ یکتا ۔۔۔ "

باقی، دل، عزیز، مضطر، نواب

نبی لاجوابے علی انتخابے ۔۔۔ عجائب شہنشہ غرائب وزیرے

قلمزد ۔۔۔ اقبال

شہے دارم از جملہ اوصاف برتر ۔۔۔ جناب امیرش ہمایوں وزیرے ۔۔۔ باقی

شہنشاہ بے مثل نادر وزیرے ۔۔۔ دل

نبی شہر علم است شاہِ دو عالم ۔۔۔ علی باب علمش بدستش وزیرے ۔۔۔ زمھری

عجائب خدیوے غرائب وزیرے ۔۔۔ یکتا

ہائے مختفی شہنشہ بہ تقطیع نمی گنجد مجبوراً تصرفے بکار رفت و معہذا در خدیوے یائے مجہول ۔۔۔ "

لطفے دیگر دارد۔ یکتا۔ ۔۔۔ "

عزیز، فانی، مضطر، نواب ۔۔۔ "

ز صبحِ تو خامش بود شمعِ ہستی — بیا شاہ شاہاں کہ میرد فقیرے

باقی — پہلے مصرعہ کا مطلب میں نے نہیں سمجھا۔ باقی

〃 — بہ ہجرِ تو آمد بلب جانِ مضطر

دل — نظر کن خدا را کہ میرد فقیرے

〃 — بہ ہجرِ تو خامش بود شمعِ ہستی — بیا شاہ شاہاں کہ میرد فقیرے

زہری — ز نورِ تو روشن بود صبحِ ہستی — ز رحمت نگاہے بشانِ فقیرے

عزیز — بیا اے نوا ساز الفقر فخری — کہ بر آستانِ تو میرد فقیرے

فانی — غمِ انتظارِ تو فرسودہ جانم

یکتا — بخواب اندروں جلوہ فرما خدارا — نگاہِ تفقد بسوئے فقیرے

اقبال، مضطر، نواب۔

برآں شاہ کونین اے شوق نازم — کہ خوش حال بودہ بہ فرشِ حصیرے

باقی — کہ خوش عیش بودہ بہ فرشِ حصیرے

زہری — بآں شاہ کونیں اے شوق قرباں — کہ شاہی کند خوش بہ فرشِ حصیرے

یکتا — ضابطۂ فارسیان آنست کہ حرفِ ندا در تخلص کمتر آرند و در طا لیا، صا ئبا، الف زائد
انگارند و در آنچہ بر سبیل ندرت یافتہ میشود اعتبار را نشاید۔ شوقا باید آورد۔ یکتا

اقبال، دل، عزیز، فانی، مضطر، نواب۔

سید علی احسن صاحب احسنؔ مارہروی تلمیذ حضرت داغؔ دہلوی مرحوم

(۱)

مہربانم ۔ السلام علیکم ۔ غزل بعد اصلاح واپس ہی ضوابط و قواعد کوئی خاص نہیں بجز اسکے کہ جو بات بتائی جائے اُسکی پابندی کی جائے اور اساتذہ کے کلام پر نظر رہے تاکہ بندش اور انداز بیان میں فصاحت و روانی آئے میرا یہ بھی معمول ہی کہ جو صاحب مجھسے اصلاح لیتے ہیں اون سے بغرض فاتحہ بزرگان و اساتذہ سلف اُن کی توفیق اور ہمت کے مطابق کچھ نقد منگا کر مٹھائی تقسیم کردیجاتی ہی اور یہ معمول اُستادِ ذوق سے جاری ہی ۔ لہٰذا حسب توفیق بھیجیے ۔ باقی رہی اُستاد کی خدمت یہ آپ جانیں اور آپ کی ہمّت ۔ محبی الیاس خاں صاحب تسلیم ۔ والسلام

خاکسار ۔ علی احسن از مارہرہ ۔ ۲۵ ستمبر ۱۹۱۹ء

(۲)

مہربانم ۔ السلام علیکم ۔ منی آرڈر اور غزلیں موصول ہوئیں ماشاءاللہ آپ خوب کہتے ہیں اور مشق جاری رہی تو بہت اچھا کہنے لگیں گے ایک غزل میں دو ایک جگہ معمولی ترمیم کی گئی دوسری غزل (قضا نے لوٹ لیا) صاف ہی آجکل اس طرف ملیریا کی کثرت ہی میرے اعزہ علیل ہیں بارش کا امساک اور زیادہ خطرناک ہی اللہ رحم کرے اُس طرف آب و ہوا کا کیا حال ہی ۔ رسید اور خیریت سے مطلع کیجیے ۔ والسلام

دعاگو ۔ سید علی احسن از مارہرہ ۔ ۳۰ اگست ۱۹۲۰ء

(۳)

مہربانم ۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ غزل پہونچی بعد ترمیم واپس ہی ضروریات زندگی کی گرانی اور امراض و عوارض کی امدادی حواس باختہ کئے ہوئے ہی متوسط الحال شرفا کی زندگی معرض خطر میں ہی اللہ رحم کرے اور آبرو سے اُٹھالے بس یہی حال ہی اور یہی خیریت ۔ والسلام احقرانام احسن بدنام ۔ مارہرہ ضلع ایٹہ

(۴)

مہربانم مدّت کے بعد آپ کی غزل دیکھی ۱۳ مارچ کو مارہرہ میں اور اس سے ایک شب قبل کاسگنج میں مشاعرہ ہے اگر ممکن ہو تو ضرور شرکت کیجیے ۔ کاسگنج کی طرح یہ ہی "پتہ پوچھو نگاہِ یار سے کھوئے ہوئے دل کا" اور مارہرہ کی یہ ہے "دو مری جبیں کو ترا آستاں نہیں ملتا" "آستاں" "مکاں" قافیہ ۔ باقی حالات ناگفتہ بہ ہیں کہ پریشانیوں کی کوئی

حد نہیں - والسلام - دعاگو علی احسن از مارہرہ - ۵ مارچ ۱۹۲۲ء

سید انوار حسین صاحب آرزو لکھنوی جانشین حضرت جلال مرحوم لکھنوی

حضرت سلامت تسلیم - اگر آپ نے براہ راست شاہ گنج کے پتہ سے خط بھیجا ہوتا تو غزل وقت پر پہونچ جاتی مجھے خط اُسوقت ملا کہ میں لکھنؤ سے برایانواں جارہا تھا یہاں آکر اتنا موقع بھی آج بارہ تاریخ کو ملا کہ خط کھولکر پڑھا اور اسی وقت غزل دیکھکر روانہ کرتا ہوں پہلی غزل کے متعلق آپ نے جن خیالات کا اظہار کیا ہی وہ مجھے میرے افتاد مزاج سے بہت دور ہٹا رہے ہیں میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہرگز وہ غزل اس قابل نہ تھی (عنوان تمنا) کہ اسمیں کوئی تصرف کیا جاتا - اس غزل میں بیشک ایک شعر سست اور دو قابل اصلاح تھے مگر آپ کے خوف سے بعض اشعار میں بلا ضرورت اصلاح دی مگر فضول اصلاح نہیں دی ہی آپ غور کرینگے تو لطف آئیگا - بندہ پرور نہ آپ بچے ہیں نہ نافہم ہیں نہ جاہل ہیں یہ کیا ضرورت ہی کہ آپ کا ہر شعر قابل اصلاح ہو اور میں وہ شخص نہیں کہ کسی کو دہوکا دوں خدا کا شکر ہی جس نے مجھے سچی زبان اور صاف دل عطا کیا ہی اب اگر آپ نے سلسلہ شعر گوئی کو آغاز کرکے ترقی دینا چاہا ہی تو تخلص بدل ڈالئے اسلئے کہ اس تخلص کے بہت سے نامی گزر چکے اور بعض آج بھی موجود ہیں، میرے خیال میں شوق سے جوش یا ہوش بہتر ہے اگرچہ یہ بھی نیا نہیں تاہم غنیمت ہی کہ آج اس تخلص کیساتھ کوئی نیا آدمی موجود نہیں ہی یا کوئی اور لفظ تجویز کیجیے پہنانا، پنہانا دونوں طرح بولا جاتا ہی لہذا دونوں صورتوں سے جائز ہے - جیسے عربی میں تمیز و تمییز یا فارسی میں خاموشی سے خامشی اور خموشی وغیرہ

اور یہ بھی یاد رکھئے کہ جس مشاعرہ میں خود جانا منظور ہو اُس میں غزل پہلے سے بھیجدینا بُرا ہی اگر وہ مشاعرہ جیتنے والا ہو تو بعد مشاعرہ غزل بھیجنا چاہیے اور مشاعرہ میں تو ہمیشہ اپنی غزل آپ پڑھنا چاہیے -

ناچیز آرزو - دسمبر ۱۹۱۷ء

(۲)

حضرت سلامت - علیک السلام - محشّر انفراداً حشر کے معنے میں مستعمل پایا جاتا ہی - لیکن ترکیب کے ساتھ اس کی صحت میں کلام ہی - اسلئے کہ محشر خود ظرف مکان ہی - اب میدان کے ساتھ اسکے کیا معنے ہونگے - چمک اور دمک میں تھوڑا سا فرق معنوی ہی - چمک اوس تابندگی کو کہتے ہیں جو قائم ہو جیسے سونا - اور دمک وہ ہی جو رہ رہ کے بڑھے گھٹے یہی وجہ ہی کہ بجلی کی تابندگی کو چمک بھی کہتے ہیں اور دمک بھی اور کندن کیساتھ دمک کا استعمال مستقل ہی - فقط ناچیز آرزو

(۳)

...ی سلمہٗ - آپ کے شعر میں ایک تو غلطی آپ کے سمجھنے کی ہے یعنی دوسرا مصرعہ اس طرح بنایا تھا کہ ؎
...ن کئی ترکش ہوئے پیکانوں کے - اور پیکانونکے ترکش - اس میں پہلے مجھے بھی تامل ہوا تھا مگر میں نے اس
...ہنے دیا کہ یہ کوئی محاورہ نہیں ہے بلکہ پیکان تیر کے معنے میں مجازاً بہت مستعمل ہے یہ بھی ایک قسم مجاز کی ہے کہ جزو
...لتے ہیں اور کل مراد لیتے ہیں - انیس ؎ پیکاں نکالے پشت کی جانب سے ہو کے خم، اسکے یہ معنی ہوئے کہ تیر
نکالے - جب پیکاں تیر کے معنی میں مستعمل ہوا کرتا ہے تو تیر رکھنے کی چیز کو پیکان رکھنے کی چیز کہنا کیا بے معنی ہوگا یا کوئی
...کوئی غلطی ہے - اگر یہ غلط ہے تو مجاز کی بحث ہی غلط ہے - اسکے علاوہ اگر قاعدے سے صحیح ہے تو جوکے صحیح ہے اور قاعدے
...ے بھی غلط ہو تو جو کہے وہ غلطی پر ہے - آرزو

مولانا سید فضل حق صاحب آزاد رئیس ساہو بگیہ ضلع گیا

(۱)

التماس ضروری - اصلاح سے غرض صرف غزلوں کا درست ہو جانا ہی تو خیر واللہ واجب و لازم ہے کہ ایک ملاقات
ضروری بھی ضرور ہو تین ہفتے یہاں اور رہوں اصلاح کہاں تک ہوا کریگی - یہ کوشش ہونا چاہیے کہ انسان فارغ از اصلاح
ہو اور یہ بات بغیر ملاقات ناممکن یا قریب المتنع ہے اگر ایسا ارادہ ہو تو پہلے ایک کارڈ سے مجھکو مطلع کر دیجیے کہ میں کہیں
نہ جاؤں اور منتظر رہوں - والسلام فضل حق -

(۲)

محبوب دلہا - سلام علیکم ورحمۃ اللہ علیکم - بعد اصلاح آپ کی غزل حکیم رشید النبی صاحب کی خدمت میں لوٹا دیگئی
اونکی معرفت آپ کو ملجائیگی - مدعا یہ ہے کہ بشر کا کلام ہمیشہ ناقص، جب اساتذہ کے کلام میں گنجائش اصلاح پائی جاتی
ہے تو واے برحال ما و شما - ہرگز کسی اصلاح کو آنکھ بند کر کے مان لینا میرے مشرب میں جائز نہیں جو اصلاحیں بھیجی گئی
ہیں اون پر غور کی نگاہ ڈالئے اور وجوہ اصلاح سمجھنے کی کوشش فرمائے، اور جہاں اتفاق نہو اس سے مطلع فرمائیے -
یہی اسباب ہیں کہ میں اپنی اصلاحوں سے بے فکر نہیں بیٹھ جاتا، ذرا سی کھٹک بھی مجکو نچلا نہیں بیٹھنے دیتی - آپ کا
مصرع "دربہم ناکامیوں کے ہاتوں"، اسیر اصلاح ہی ناکامیوں کی دولت، فوری اصلاح بھی روک تھام نہ ہو سکی نگاہ
آگے بڑھ گئی آخر آخر ایک لفظ عنایت ہوا ؎ بہم ناکامیوں کی خاطر ⁂ دل میں کوئی مدعا نہیں ہے، ؎

سوداے سخن بُری بلا ہے ٭ تنقید کلام کھیل کیا ہے - اس پر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ انتہا ہو گئی -
سید فضل حق آزاد بہاری ساؤ کی گلی - مراد پور - بانکی پور

مولوی سید معشوق حسین صاحب اطہر وکیل جیپور

(۱)

مخلصی - السلام علیکم - غزل بعد اصلاح ارسال ہی شعر بیجا ہی ہزار اُن کا شکوہ ٭ یہ کون کہے بجا نہیں ہی! بالکل معقد تھا - صاف نہیں تھا - ایسا ہی تھا جیسا کہ مرزا غالب مرحوم کا یہ شعر زخم گر دب گیا لہو نہ تھما ٭ کام گر رک گیا روانہ ہی میں نے اس کا محل بدلکر صاف کر دیا ہی اب یہ محل ندرت سے خالی نہیں ہی - غزل آیندہ سے جلد اصلاح ہو کر بھیجدی جا فرصت میرے دوست حکیم نواب علی صاحب برق اگر سندیلہ میں ہوں تو سلام شوق مع شکوہ ذوق کہدیجئے آپ اپنی تعلیم میں فارسی سے مطلع فرمائیے تاکہ آپ کی استعداد کے لحاظ سے کتب فن کے مطالعہ کے لئے ہدایت کروں اور اپنے مشاغل سے بھی آگاہ کیجئے میرے ہاں واقفیت فن ایک ضروری جزو شاعری کا ہی میں چاہتا ہوں کہ مشق شعر کے ساتھ ہی ساتھ فن کی بھی معلومات بڑھتی رہے، باقی عند التلاقی - معشوق حسین وکیل از جے پور ۱۶ دسمبر ۱۹۲۰ء

(۲)

مجی - السلام علیکم - اس مطلع میں ہستی کے لئے بقا نہیں ہی + اس گل میں بوِ وفا نہیں ہی، کوئی لفظ اصلاح میں نہیں رہا ہی - شاید آپ کو دوسرے مصرع میں کچھ تامل ہوگا مصرع صحیح بنایا گیا ہی - قاعدہ یہ ہی کہ جن الفاظ کے آخر میں واؤ ہوتا ہی جب بحالت اضافت اون کے آخر میں یاے تحتانی بڑھاتے ہیں تو کبھی واؤ ساکن ہوتا ہی اور یاے تحتانی مکسور ہوتی ہی اور کبھی واؤ متحرک ہوتا ہی اور یاے تحتانی ساکن ہوتی ہی جب واؤ کو حرکت دیتے ہیں تو یاے تحتانی کو تحریر میں نہیں لاتے، جیسے جلال مرحوم نے کہا ہی - مصرع - بوِ گلزار داغ آئی آج - بو کے تاریخ میں صرف آٹھ عدد لئے ہیں اور واؤ کو بغیر یاے تحتانی لکھا ہی - اس قاعدہ میں دو حرفی، سہ حرفی، چہار حرفی، الفاظ کی کوئی تخصیص نہیں ہی اس کے شواہد فارسی اردو میں بکثرت ہیں سلمان ساؤجی ؎

روز مہ رایت اگر آری سوِ گردوں ٭ رایت بکشاید بہ سہ قلعہ مینا

امیر خسرو ؎ سوِ راستا کر د فغفور جا ست ٭ امیر ختن سوئے چپ گشتہ راست

اس شعر میں سوے کا استعمال دونوں طرح پر ہے یا مصرع - در پہلوِ من نشستہ آں شوخ - وزن عروضی مفعول مفاعلن

فعولن ہے۔ اس مصرع کی تقطیع اس طرح ہوگی۔ اس گل م مفعول بوے دفا مفاعلن تھی ہے فعولن۔ میرے پتہ کے لئے میرا نام اور جے پور کافی ہے وہ بھی کیا گمنام آدمی ہے کہ جہاں رہے وہاں بھی مشہور نہ ہو میں نے آپ کی غزل فارسی میں تصرف نہیں کیا نہ میں فارسی شاعر ہوں نہ مجھے فارسی کی مشق ہے کبھی کسی مجبوری سے فارسی کہہ لیتا ہوں مجھے خود اس پر اطمینان نہیں ہوتا، اب سے پچیس سال بیشتر فارسی کہتا تھا اور عشرت اصفہانی کو دکھاتا تھا اب مجھے خود اپنے کہے ہوئے میں مزا نہیں آتا اور بلا تحقیق کہنا مجھے پسند نہیں اگر آپ فارسی کہتے ہیں تو کسی فارسی گو مستقل شاعر سے رابطہ بنا اصلاح پیدا کیجیے مگر یہ دیکھ لیجیے کہ محقق بھی ہے یا صرف شاعر ہی شاعر ہے اپنی زبان میں صحیح شعر کہنا بہت دشوار ہے دوسری زبان میں جو اکتسابی ہو نہایت ہی مشکل ہے اور بہت ہی انہماک و استغراق درکار ہے آپ آہستہ آہستہ فن کی بھی معلومات پیدا کیجیے بغیر فن دانی شاعری ناتمام رہتی ہے۔

دو نسخہ ہفت رعنا کے بھیجتا ہوں ایک مولوی نواب علی صاحب برق کے لئے علیحدہ ہے جو صاحب باذاق ہوں انکو دیدیجیے اور اگر ضرورت ہو تو اور بھی بھیجدونگا۔

اب اپنا دل تنگ ہے زندان تمنا۔ یہ غزل آپ نے خوب کہی ہے، بارک اللہ تعالیٰ فی عمرکم۔

سید معشوق حسین اطہر عفی عنہ۔ از جے پور ۴ جنوری ۱۹۲۱ء

(۳)

مخلصی۔ السلام علیکم۔ اس مرتبہ آپ کو بہت انتظار کرنا پڑا میں بھی مجبوریوں میں مبتلا تھا میری دختر کے لڑکا پیدا ہوا اور چندروز کا ہو کر مر گیا۔ پھر لڑکی بیمار ہو گئی اس پریشان خاطری میں کوئی کام نہ کر سکا اصلاحی غزلوں کا انبار ہو گیا ہے لڑکی کو صحت ہونے پر سب سے پہلے آپ کی غزل بنائی ہے اب میں اللہ کے فضل سے مطمئن ہوں اگر عزیز انجم سے ملاقات ہو تو میری جانب سے شکوۂ عدم تحریر خط کر کے دعا کہدیجیے۔ آپ رسالہ اصلاح مصنفہ شوق نیموی اور رسالہ دستور الفصحا مؤلفہ کمال لکھنوی اور شجرۃ العروض یا اور کوئی مختصر سا رسالہ عروض کا پیش نظر رکھئے یہ کتابیں آپ کو لکھنؤ میں ملجائینگی اور رسالہ افادات مصنفہ خورشید لکھنوی بھی ضرور دیکھیے وہ بھی بہت مفید ہے۔ اس میں بقدر ضرورت عروض بھی ہے اس کے بعد پھر اور کوئی کتاب متعلق فن تجویز کر دونگا اصل معلومات میں کوشش کرنا چاہیے ادنیٰ خوبی کلام کی یہ ہے کہ بے عیب ہو اسکے بعد جو اور خوبیاں ہوں سبحان اللہ کیا کہنا۔ یہ غزل "زبان سے اُف نکلنا شمع ساں جل جل کے مرجانا"، رسالہ ادیب آرہ دو لکھنؤ یا اذر کار امروز میں بھیجدیجیے۔ تاکہ ملک میں روشناسی اور شہرت ہو۔ والسلام

معشوق حسین اطہر۔ ۲۰ فروری ۱۹۲۱ء

(۴)

مخلصی۔ السلام علیکم۔ دونوں غزلیں بعد اصلاح واپس ہیں۔ آپ زمانہ حال کے مشہور اساتذہ جلال، امیر داغ کا کلام پیش نظر رکھیں اور اگر دیوان ظہیر دہلوی دستیاب ہو تو اُسے غور سے دیکھیں اُس کا طرز ادا آپ کے رنگ سے ملتا ہوا ہے جب لکھنو جائیں تو چوک میں عبدالحسنین تاجر کتب کی فہرست کتب مطبوعہ لیکر میرے پاس بھیجدیں اور ایک کتاب مسمے میزان الافکار حاشیہ معیار الاشعار مصنفہ مفتی محمد سعداللہ مرحوم قیمتی دس آنہ یا بارہ آنہ تلاش کیجیے اگر ملجائے تو میرے نام وی۔پی بھجوا دیجیے یہ کتاب اس نواح میں کہیں نہیں ملی۔ مولوی نواب علی صاحب برق کی میری جانب سے عیادت کیجیے اور میرا سلام شوق کہدیجیے، میں اپنا کلام آیندہ آپ کے پاس بھیجوں گا۔

سید معشوق حسین اطہر عفی عنہ، از جیپور۔ ۴ مارچ ۱۹۲۱ء

(۵)

مخلصی تسلیم۔ دعاے صحت آپ کی علالت سے تردد ہوکر صحت سے مسرت ہوئی اللہ تعالی صحت کاملہ عطا فرمائے مجھے اس کا خیال بارہا آیا کہ یہ خاموشی بغیر کسی مانع قوی کے نہیں ہے آپ کے خط سے میرا خیال صحیح نکلا اب اپنی خیریت سے مطلع کیجیے، اور جب تک صحت قطعی نہو جائے فکر شعر کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے۔ میں بھی اس زمانہ میں بہت غیر مطمئن رہا اب بھی وہی حالت ہے لیکن زندہ ہوں آپ کبھی جے پور کا قصد نہیں کرتے یہ شہر ہندوستان کا پیرس ہے اس کی سیر ایک مرتبہ ضرور کیجیے۔ سید معشوق حسین اطہر وکیل۔ از جے پور۔ ۷ جنوری ۱۹۲۲ء

(۶)

مخلصی و محبی وعلیکم السلام۔ ~ مآل کار اپنی ہستی موہوم کا یہ ہے ٭ حیات چندروزہ وہ بھی غفلت میں گزرجانا، یہ شعر آپ کا صحیح ہے اس میں کوئی نحوی غلطی نہیں ہے۔ اس شعر میں مآل کار ہستی موہوم۔ حیات چندروزہ۔ تینوں ترکیبیں نحوی ہیں اور تینوں بجاے خود صحیح و مستعملہ اساتذہ ہیں۔ میں نے بہت غور کی میری سمجھ میں کوئی سقم نہیں آیا آپ ان بزرگوار سے جو معترض ہوے ہیں اس کی تفصیل دریافت کیجیے، میری راے میں شعر صحیح ہے اگر کوئی غلطی ہوتی تو میں اصلاح میں اوسکی تصحیح کردیتا۔ سوال دوم کے متعلق بھی میں مختلف ہوں۔ یہ مسئلہ میرے زیر غور رہ چکا ہے میں نے سُنا تھا کہ لکھنؤ کے محققین کو عرصۂ محشر اور میدان محشر کی ترکیب میں اس بنا پر کلام ہے کہ محشر صیغہ ظرف ہے خود افادہ معنی ظرفیت کرتا ہے پھر میدان و عرصہ کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن یہ غلط ہے۔ اس شبہ کا باعث عدم تتبع اور تصرفات اساتذہ فارس سے بیخبری ہے۔ اساتذہ نے بر بنا تصرفات اس قسم کی صدہا ترکیبوں کو جائز رکھا ہے آزاد بلگرامی نے خزانہ عامرہ میں اور عبدالرزاق

سورتی نے مقدمات ظہوری میں ایسی بہت مثالیں لکھی ہیں، مکتب خانہ، حرم گاہ، حرم سرا، منزل گاہ، بزم گاہ کے شواہد لکھے ہیں، میدان محشر و عرصہ محشر بھی اسی قبیل سے ہی۔ مرزا صائب کہتے ہیں ؎

دلہا بجاے نامۂ اعمال میبرند　　آفاق رنگ عرصہ محشر گرفتہ است

شعرائے فارس نے محشرکدہ بھی کہا ہی۔ شیخ علی حزیں ؎

امروز برانگیختہ از داغ تہفتہ　　محشرکدۂ وعدۂ فردائے تو مارا

محشرستان بھی کہا گیا ہی۔ مرزا غالب مرحوم ؎

دل ہوائے خرام ناز سے پھر　　محشرستانِ بیقراری ہے

خدابخشتے مولانا محمد احمد رضا خانصاحب فاضل بریلوی نے ایک قصیدہ بنام تاریخی مشرقستان قدس طبع کرایا تھا اوس پر ایک بزرگ بدایونی نے بہت اعتراضات کیئے تھے اوس کا جواب مولوی صاحب کی جانب سے موسوم باسم تاریخی مشرقستان اقدس دیا گیا تھا۔ مشرقستان کی ترکیب پر بھی اعتراض تھا۔ اس کا جواب مکتب خانہ وغیرہ کے نظائر پیش کرکے دیا گیا تھا۔ مولوی صاحب مرحوم کے برادر خورد مولوی حسن رضا خاں حسن مرحوم میرے دوست تھے انھوں نے وہ رسالہ مجھے بھی دیا میں نے کہا کہ اس مسئلہ پر اسقدر بحث کی ضرورت نہ تھی صرف ایک مثال لکھدینی کافی تھی انھوں نے فرمایا کہ مثال دستیاب نہیں ہوئی آپ ہی کوئی مثال بتایئے۔ میں نے والہ ہروی کا یہ شعر پڑھا، ؎

شب فکر ترا صبح قبولی بر دمد آخر　　دہاں راز آفتاب لعت اگر مشرقستان بینی

وہ سنتے ہی مولانا مرحوم کے پاس گئے اور مجھے بھی ہمراہ لیتے گئے۔ یہ شعر سنایا وہ بہت خوش ہوئے دیر تک مسائل شعری پر مجھسے گفتگو کرتے رہے فرمایا کہ اگر یہ شعر پہلے سے ملجاتا تو صفحے سیاہ کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ بہت روز ہوئے ایک صاحب لکھنو سے خبر لائے کہ وہاں کے اساتذہ نے لفظ طبیعی بروزن ملیحی کو غلط قرار دیا ہی۔ وجہ یہ بتائی جاتی ہی کہ طبیعی طبیعت سے اسم منسوب ہی۔ قاعدہ یہ ہی کہ جو لفظ فعیلت کے وزن پر ہوگا اس سے اسم منسوب فعلی کے وزن پر آئیگا۔ جیسے حنفیہ سے حنفی اسی طرح طبعیہ سے طبعی بغیر یاے تحتانی اول ہونا چاہیئے یہ نہ مضاعف ہی جیسے حقیقی نہ اجوف ہی جیسے طویلی پھر یاے تحتانی کیوں نہ گرائیں۔ میں نے کہا کہ اساتذہ لکھنو قاعدہ پرستی پر مٹے ہوئے ہیں۔ اساتذہ فارس کے کلام کا تتبع نہیں کرتے اگر تتبع کریں تو معلوم ہو کہ اساتذہ کے کیا تصرفات ہیں۔ شعرائے اردو کو یہ حق نہیں ہی کہ وہ اساتذہ فارس کے تصرفات کو غلط بتائیں۔ فارسی مجتہد و معتمد علیہ اور ہندی مقلد ہیں کلیم کاشانی نے کہا ہی۔ ؎

چو شمع عمر طبیعی شبے ست عاشق را　　بقتل سوختگاں ایں قدر شتاب چرا

والہ ہروی ؎	گر عمر طبیعی دہدت گردش ایام	اندر شرف خدمت دستور سرآید
ذوق دہلوی ؎	اے شمع تیری عمر طبیعی ہے ایک رات	روکر گزار یا اُسے ہنس کر گزار دے
مرزا غالب مرحوم ؎	عشرت صحبت خوباں ہی غنیمت سمجھو	نہ ہوئی غالب اگر عمر طبیعی نہ ہوئی

ان شواہد کے ہوتے ہوئے اس اجتہاد اساتذہ لکھنؤ کو کون مان سکتا ہے آپ جب تک مجھسے دریافت نہ کر لیا کریں کسی ایسی تحقیقات پر اعتبار نہ کریں۔ میری طبیعت اچھی نہیں تھی اسلئے غزل کو اب تک نہیں دیکھ سکا۔ اب دیکھکر بھیجتا ہوں،
سید معشوق حسین اطہر وکیل از جے پور۔ ۳۱ مارچ ۱۹۲۲ء

(۷)

مخلصی و محبی۔ السلام علیکم۔ آپ کے خط مورخہ ۱۶ جنوری ۱۹۲۳ء کے جواب میں اسلئے توقف ہوا کہ میں علیگڑھ گیا ہوا تھا۔ آپ کے سوال کا تفصیلی جواب تو ایک مختصر رسالہ کا حجم چاہتا ہے میں اختصار کے طور پر ضروری ضروری باتیں لکھے دیتا ہوں اعلام واسما کے آخر میں یاے نسبتی زیادہ کرنے کا قاعدہ عربی میں تو یہ ہے کہ کلمہ رباعی (چہار حرفی) کے آخر جب یاے تحتانی ہو تو اوس یاے کو واؤ سے بدل دیتے ہیں جیسے دہلی سے دہلوی، لیکن اہل فارس نے اس قاعدہ کی پابندی نہیں کی وہ پنج حرفی و شش حرفی کلمہ میں بھی اگر آخر حرف (ی) ہو تو وہ اسکو بھی واؤ سے بدل دیتے ہیں اس بنا پر اٹھی اور کاکوری کو بحالت الحاق یاے نسبتی اٹھوی اور کاکوروی لکھنا درست ہے۔ اسی طرح جن اسما کے آخر میں ہاے ہوز ہو وہ بھی بحالت الحاق یاے نسبتی واؤ سے بدل جاتی ہے یا گر جاتی ہے جیسے مارہرہ سے مارہروی اور سندیلہ سے سندیلوی اور مکہ سے مکی اور بنگالہ سے بنگالی، جب الحاق یای نسبت کا قاعدہ چہار حرفی لفظ تک محدود نہیں رہا تو پھر کاسگنجی اور قائم گنجی لکھنے میں کیا امر مانع ہے۔ اسی طرح اعظم گڑہی اور علیگڑھی بھی صحیح ہے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ بعض اسما کی کچھہ ساخت اور کچھہ تلفظ ایسا ہوتا ہے کہ بعد الحاق یاے نسبت اُس کا تلفظ گراں معلوم ہوتا ہے اور بہت غیر فصیح لفظ بنجاتا ہے اسلئے ایسی جگہہ یاے نسبت زیادہ نہیں کرتے اور صرف اضافت ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔ جیسے نساخ کلکتہ یا سرطیب جی بمبئی یا حکیم محمد علی ہردوئی۔ ان اسما کو اگر کلکتوی، بمبوی، ہردودی کہا جائے تو کس قدر سامعہ مجروح ہوتا ہے بغیر الحاق یاے نسبت بھی بحالت اضافت وہی مفہوم پورا ہوتا ہے جو یاے نسبت سے ہوسکتا ہے جیسے حافظ شیراز اور کمال اصفہان۔ بعض لوگ کول (علیگڑھ) کو بعد الحاق یاے نسبت بجاے کولی کویلی لکھتے ہیں۔ قبل لام ایک (ی) اور بڑھا دیتے ہیں تاکہ کوئی کولی (قوم) نہ سمجھے۔ سادہ سے سادجی اور (رے) سے رازی، دوسرے قاعدہ کے ماتحت ہیں اور مدینہ سے مدنی بھی دوسرے قاعدہ سے بنا ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے حسب ضرورت آپ کے استفسار کا جواب لکھدیا ہے

امید ہے کہ اب آپ کو کوئی خلش نہ رہی ہو۔ اطہر۔ مورخہ ۶ فروری ۱۹۲۳ء

(۸)

چمک اور دمک دونوں ہم معنی ہیں حکیم میر ضامن علی جلال لکھنوی نے اپنی نعت سرمایہ زبان اردو میں لکھا ہے دمک چمک کے وزن اور معنی پر ہے ف درخشیدگی۔ دمکنا، چمکنا کا ہموزن اور ہم معنی ہے ف درخشیدن لیکن میرے نزدیک بعض محل پر دمک اور دمکنا کی جگہ چمک اور چمکنا نہیں کہہ سکتے۔ جیسے کندن کی طرح دمکتا ہے یا چہرہ دمک رہا ہے یہاں چمکتا ہے اور چمک رہا ہے خلاف محاورہ ہے۔ سودا نے قصیدہ میں کہا ہے ؎

رنگ رخسار سے شرمندہ ہو کندن کی دمک   آگے غبغب کے خجالت زدہ سونے کی دمک

اسی قصیدہ میں گھوڑے کی تعریف میں کہا ہے ؎

گاہ آ جائے نظر گاہ نظر سے غائب   پھر ہوا بیچ وہ شبرنگ ہے جگنو کی دمک

یہاں جگنو کی چمک بھی کہہ سکتے ہیں۔ غزل بعد اصلاح واپس ہے۔ باقی خیریت ہے۔ اطہر۔ ۲۲ فروری ۱۹۲۳ء

(۹)

مجی و مخلصی۔ السلام علیکم۔ ________ کے دماغ میں آزادی کی ہوا بھری ہوئی ہے وہ قیود و قواعد کی پابندی کو مخل توسیع زبان سمجھتے ہیں۔ انھیں پر کیا منحصر ہے جتنے انگریزی خیال کے آدمی ہیں وہ دنیا میں مطلق العنان رہنا چاہتے ہیں۔ جب مذہبی جکڑبند سے وہ نکل چکے ہیں تو شاعری کی پابندیوں کو کب گوارا کر سکتے ہیں۔ میدان محشر کی نسبت اون کا یہ کہنا غلط ہے خواہ کسی نے لکھا ہے کوئی سند ہے بالکل بے اصول بات ہے جسکو اساتذۂ فارس متواتر استعمال کر چکے ہیں اوسکو کسی ہندوستانی کا کیا منہ ہے کہ غلط کہے۔ یہ سب خرابی ہے تصرفات شعرائے فارس کے نہ جاننے کی۔ اگر تصرفات شعرا پر نظر ہوتی تو کبھی ایسا نفرماتے محقق بنتے ہیں لیکن تحقیق بداں کمال تقلید ناممکن ہے ؎ تقلید کن آنچناں کہ تحقیق بود۔ والسلام۔ سید معشوق حسین اطہر۔ از جے پور ۲۰ اپریل ۱۹۲۳ء

ڈاکٹر سر شیخ محمد اقبال ایم اے۔ پی ایچ ڈی، بیرسٹر ایٹ لا۔ لاہور

(۱)

مکرم بندہ۔ سلام مسنون۔ میں اس رنگ کی شاعری سے بے بہرہ ہوں۔ اسواسطے آپ کی تعمیل ارشاد سے قاصر ہوں۔ بظاہر کوئی غلطی اس میں نظر نہیں آئی۔ مخلص محمد اقبال لاہور ۴ نومبر ۱۹۱۹ء

(۲)

مخدومی - السلام علیکم - آپ کی غزل بہت اچھی ہے - زبان کی اصلاح تو میں کیا دوں گا خیالات ماشاء اللہ خوب ہیں "اے قافلہ یاس الخ"، اس شعر کا پہلا مصرعہ پڑھ نہیں سکا - مخلص محمد اقبال

(۳)

مکرم بندہ - تسلیم - مجھے آپ کی غزل میں کوئی خامی نظر نہیں آئی - اگر نظر آتی تو کم از کم آپ کی توجہ ضرور دلاتا اے قافلہ یاس الخ - مجھ سے پڑھا نہیں گیا اور نہ مصرع کسی طرح سمجھ میں آتا ہے یہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں - باقی اشعار خوب ہیں "جز خواب نہیں وعدہ باطل الخ"، پرانا اور مبتذل مضمون ہے آپ کے باقی اشعار میں تازگی پائی جاتی ہے -

مخلص محمد اقبال

(۴)

حسن اعتقاد کی داد دیتا ہوں، زبان غزل میں فارسیت کی شان نہیں ہے ؎

ہمہ غیر محدود در ملک باطن — بظاہر بہ قید تعین اسیرے — خوب شعر ہے -

محمد اقبال

لسان العصر خان بہادر سید اکبر حسین صاحب مرحوم الہ آبادی

الہ آباد ۲۰/۱۱ ۱۷ء

جناب من - بہنانا اور بہنانا دونوں کا استعمال جائز ہے - اگرچہ بہنانا زیادہ مستعمل ہے زبان کے معاملے میں طولانی بحث عبث ہے - تغیرات لفظ کے بہت اسباب ہوتے ہیں - از انجملہ اختصار و تخفیف بہنانا بروزن مفعولن ہے پہنانا بروزن فعولن ہے - شبلی ابھی حال ہی میں گزرے مصحفی کو مدتیں گزریں - حضرت آتش کا اوسط زمانہ سمجھیے وہ بھی فرما گئے ہیں ؎

باغباں انصاف پر بلبل سے آیا چاہیے — بینچنی اس کو زرگل کی پہنایا چاہیے

سائنس آف لینگویج کے اشارات سے یہ مضمون بھی پیدا ہوتا ہے کہ پہنا اور بہن جوڑے اور پھیلے ہوئے کو کہتے ہیں کپڑا بدن پر پھیلایا جاتا ہے - پنہاں پوشیدہ کے معنی میں ہے - کپڑا بدن کو ڈھانکتا ہے بہنانا اور پہنانا دونوں معنی خیز ہیں - یہ سب خوش نما قیاس ہیں محاورے کی بات ہے - پہنانا ان سندوں کے ساتھ ناجائز نہیں ہو سکتا - لیکن زیادہ

مستعمل اس حصہ ملک میں پہنانا ہی - واللہ اعلم - آپ کی یاد آوری کا سپاس گزار ہوں - میں کیا اور میری سند کیا
پہنانا خود میرے شعر میں بندھا ہی - یاد رہے کہ اس فتوائے جواز سے کوئی قاعدہ نہیں منفرع ہوتا - اکبر

(۲)

مکرمی - یاد آوری کا شکر گزار ہوں - ناتندرستی اور بیماری نے حواس کھو دیے ہیں اس عمر اور ان حالات
میں اس کی شکایت ہی کیا - میں نے کبھی اصلاح سخن احباب کی خدمت نہیں انجام دی - آپ کا حسن خیال ہی کہ میری
نسبت ایسی رائے قائم فرمائی - لیکن یہ غزل

ٹکڑے کچھ آئے ہیں صحرا سے گریبانوں کے ... یہ نشاں پائے گئے گم شدہ دیوانوں کے

نہایت عمدہ ہی داد دیتا ہوں الفاظ سبک، بندش چست قوافی میں احتیاط - خدا ایسی طبیعت مبارک کرے
ستمبر میں، میں سخت علیل تھا مایوسی ہوگئی تھی اب افاقہ ہی لیکن بالکل اچھا نہیں ہوں - تبخیر سے دماغ ہر وقت
پریشان رہتا ہی - آپ کا نیاز مند - اکبر حسین ۲۷ اکتوبر ۱۹۱۸ء

(۳)

جن اشعار پر صاد ہی - زبان اور خیال دونوں اعتبار سے مستحق داد ہیں - افسوس کہ میں علیل ہوں - دل و
دماغ قریباً بیکار ہیں - آپ کا حسن خیال ہی میں کیا چیز ہوں - اکبر ۲۲ دسمبر ۱۹۱۹ء

تصویر بن گیا ہوں چراغ مزار کی ... پروا نہیں کسیکو بھی جلتا ہوں نامراد
ہمت بلند ہی مرے مشت غبار کی ... اب تک ہوائے شوق میں اٹھتا ہی باربار
سر میں بھری ہوئی ہی ہوا کوئے یار کی ... کس کو دماغ سیر چمن اے صبا یہاں

(۴)

عنایت فرمائے من - استادی شاگردی کا شغل یہاں کبھی نہیں رہا میرا کوئی شاگرد نہیں ہی - میری نسبت
آپ کا خیال محض حسن عقیدت ہی - مدت سے علیل ہوں پریشانیوں میں بسر ہوتی ہی ضعف بیحد ہی عمر ۷۶ سال ہی
دعائے خیر کا امیدوار ہوں آپ کا رنگ بہت اچھا ہی بعض اشعار پر کچھ نوٹ ہیں جواب میں دیر معاف -
اکبر - ۳۰ اکتوبر ۱۹۲۰ء

تجھسا کوئی دوسرا نہیں ہی - لاجواب شعر ہی ... ہر ذرے سے کہتی ہے حقیقت
بس حد ہی کہ انتہا نہیں ہی - یہ بھی خوب ہی ... اندازہ شوق کیا بتاؤں

بجا ہے ہزار اون کا شکوہ یہ کون کہے بجا نہیں ہے خوب ہے
کشتی کا خدا تو ہے نگہباں کیا ڈر ہے جو ناخدا نہیں ہے صاف ہے

میرزا عاشق حسین صاحب بزم - اکبرآبادی

(۱)

شوق صاحب سلمہ - دعا کے بعد معلوم ہو کہ جب تمہارا خط یہاں پہونچا میں پانی پت میں تھا آج ہی آیا ہوں غزلیں دیکھیں - ماشاءاللہ خوب کہتے ہو اچھا رنگ ہے دل خوش ہوا اپنا کلام بھیجا کرو -

مرسلہ عبدہ، میرزا عاشق حسین بزم - معراج الشعرا - ازغازی آباد - ۲۳ مارچ ۱۹۲۲ء

(۲)

عزیزالقدر شوق سلمہ - بعد دعا کے واضح ہو کہ تمہارا خط مع تین غزلوں کے پہونچا اونھیں دیکھکر روانہ کرتا ہوں تمہارے سب پیر بھائی شاگردی کی شیرینی طلب کرتے ہیں - والدعا

مرسلہ عبدہ، میرزا عاشق حسین بزم - ازغازی آباد - ۲۳ مارچ ۱۹۲۲ء

(۳)

عزیز از جان من شوق سلمہ - بعد دعا کے واضح ہو کہ میں آجکل بہت ہی عدیم الفرصت ہوں اسوجہ سے غزلونکی اصلاح میں دیر ہو گئی - اب اس خط کے ساتھ روانہ کرتا ہوں - تم ماشاءاللہ میرے خیال میں اچھے ناظم ہو - خوب کہتے ہو مشق کئے جاؤ نام پا لوگے - مگر متفرق مقام پر اپنا کلام برائے اصلاح نہ بھیجو، کوئی ایک اُستاد جو تمہاری نظر میں بہتر ہو تجویز کر لو اور ہمیشہ اوسی کو دکھاؤ حالانکہ تم کو اصلاح کی ایسی ضرورت بھی نہیں ہے - کبھی کبھی دو چار لفظ ساری غزل میں بنتے ہیں خفا نہ ہو جانا میں نے یہ نصیحت بحیثیت ایک بزرگ کے تمہارے ہی بھلے کو کی ہے - جب سے تم نے مجھسے اصلاح لینی شروع کی ہے میں تم کو بجائے اپنے فرزند کے سمجھتا ہوں - والدعا

میرزا عاشق حسین بزم، اکبرآبادی، ۱۰ جون ۱۳ شوال، شنبہ ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۲ء

(۴)

۴ جنوری ۱۹۲۳ء ازغازی آباد

عزیز از جان من شوق سلمہ - بعد دعا کے واضح ہو کہ بہت دن کے بعد تمہارا خط مع دو غزلوں کے پہونچا خیریت

معلوم ہوئی۔ شکر خدا کیا۔ خط نہ آنے سے دل پریشان تھا۔ میں بھی سفر میں تھا۔ اب آیا ہوں اور پھر کلکتہ جا رہا ہوں الحمدللہ کہ بخیریت ہوں تم نے دونوں غزلیں خوب کہی ہیں۔ جہانتک ہوسکے فارسی ترکیب سے حذر کرو یہ تو غالب مرحوم کے لئے موزوں تھی ہر شخص کے لئے نہیں ہے مضمون کے ساتھ زبان اور چست بندش کی ضرورت ہے اتنا صاف شعر ہو کہ پڑھتے ہی عوام و خواص سب سمجھ جائیں۔ مرزا داغ مرحوم کا نام اسی سبب سے زیادہ مشہور ہوا ورنہ اُن سے بہتر کہنے والے اور با علم ماہر فن کامل موجود تھے۔ منیر۔ جلال۔ آمیر۔ اسیر۔ بحر۔ قلق وغیرہ کبھی دہلی یا میرٹھ کی طرف آؤ تو مجھ سے بھی ملجانا۔ اسوقت صبح کے ۴ بجے ہیں گو انگیٹھی روشن ہے مگر ہاتھ کام نہیں دیتا بدقت اتنا لکھا ہے۔ والدعا،

مرسلہ عبدہ میرزا عاشق حسین بزم۔ اکبرآبادی۔

مولانا سید حسین احمد شاہ صاحب۔ بیباک شاہجہاں پوری

(۱)

مولانا زاد عمرہٗ۔ ماینا سب آپ کی غزل تمنا والی بہت ہی نغز اور بہتر ہے اُس سے آپ کی قابلیت نحوی کا پتہ چلتا ہے ماشاءاللہ دوسری غزل بھی اچھی ہے مگر نہ اگلی سی میں نے ابھی ایک غزل ایک مشاعرہ کے واسطے لکھی ہے جس کے دس شعر بھیجتا ہوں آپ اپنے کہنے میں اس طرز بیان کا لحاظ رکھا کیجئے۔ فقط زیادہ دعا جواب سے مطلع کیجئے گا

سید حسین احمد بیباک عفی عنہٗ۔ ۴ دسمبر ۱۹ء

نہ آیا وقت بسمل داغ کیوں قاتل کے دامن پر
خداوندا رہا کیا خون میرا میری گردن پر

خبر دیتا ہے عیش وصل کی کیا گریہ بیہم
کہ گلگاری سرشک خوں سی ہو جاتی ہے دامن پر

کچھ اس انداز سے تیر نظر آج اُس نے مارا ہے
کہ دھوکہ چشمۂ خورشید کا ہے دل کے روزن پر

نگاہ لطف پر اُس کی ہے اے دل اعتماد ایسا
بھروسہ ہو کسی کو رہبری کا جیسے رہزن پر

یہ موقع اے نگاہ یاس و حسرت پھر نہ آئیگا
تری قسمت سے وہ بھولے ہوئے بیٹھے ہیں چلمن پر

نگہ نیچی کئے کیوں حکم ضبط آہ دیتے ہو
یہ مطلب ہے گرا لوں آپ بجلی اپنے خرمن پر

قفس بھی کم نہیں دام بلا سے ہم اسیروں کو
کہ رہتی ہے نظر صیاد کی ایک ایک روزن پر

کبھی موقع تو دو کمبخت کو عرض تمنا کا
نہ پوچھو دل کو کیا کیا حسن ظن ہے تم سی بدظن پر

مجھے اب تنکا تنکا ناوک دلدوز ہے گویا
اگر صیاد نے چھوڑا تو بھاری ہوں نشیمن پر

مزا تو یوں ہے اے بیباک اظہار تمنا کا
رواں اک جوئے خوں ہو ہر بُن مو سے مرے تن پر

(۲)

عزیزی، دعا ہا۔ غزل اصلاح کر کے روانہ کرتا ہوں ہر اصلاح کو سمجھکر دیکھئے گا۔ میرا مقصد زیادہ شعروں سے یہ تھا کہ ایا، اشعر ہوا کریں بات یہ ہے کہ جب تک مشق کامل نہو۔ اُسوقت تک قدرت کلام نہیں پیدا ہوتی اور محاورات اور الفاظ کے محل استعمال پر دستگاہ نہیں ہوتی۔ جو شخص محاورات اور الفاظ کے محل استعمال پر جسقدر آگاہ اور قادر ہوگا اُسی قدر اپنے خیالات اور جذبات کو خوبی کے ساتھ ظاہر کرسکیگا۔ آپ گلزار داغ کو زیر مطالعہ رکھا کیجئے مگر اتنا خیال رہے کہ اُس میں جو عامیانہ مذاق ہی اُس سے گریز کرنی چاہیئے اُستاد مرحوم کے جملہ دیوانوں میں یہ دیوان عامیانہ مذاق دُور کرنے کے بعد مذاق سلیم اور حسن کلام کا دستور العمل ہے۔ سید حسین احمد عفی عنہ

(۳)

عزیز من سلمہٗ۔ ما بناسب، آپ کا پہلا خط پہنچا تھا مگر میں اتنا بیمار رہا جانبری دشوار تھی، اِسوقت اُس خط کو تلاش کیا مگر نہیں ملا۔ انشاء اللہ ڈھونڈھکر اصلاح کر کے بھیجدونگا اور ہنوز طبیعت ٹھیک نہیں ہی۔ مشق زیادہ کرنی چاہیئے کہ قادر الکلامی پیدا ہوا اور جو کچھ کہا جائے وہ نہایت ہی سمجھکر۔ فقط زیادہ دعا۔ بیباک عفی عنہ

(۴)

عزیز من سلمہٗ۔ مابناسب۔ میں تم سے نہایت شرمندہ ہوں۔ جواب بہت دیر میں بھیج رہا ہوں۔ میں سخت عدیم الفرصت ہوں۔ بہرحال سلسلہ خط و کتابت جاری رہنا چاہیئے۔ فقط زیادہ دعا۔

سید حسین احمد بیباک عفی عنہ۔ یکم جولائی ۱۹۲۲ء

(۵)

عزیز من سلمہٗ۔

مابناسب۔ غزل مجموعی لحاظ سے بہت اچھی (آفرین نکلی)، جن مقامات پر اصلاح کی ہی اُسے غور سے دیکھکر سمجھ لینا۔ فقط زیادہ دعا۔

سید حسین احمد بیباک عفی عنہٗ

مولانا حاجی سید وحید الدین احمد صاحب بیخود - دہلوی

(۱)

جناب من - دونوں غزلیں دیکھکر بھیجتا ہوں خدا کرے آپ کو اصلاح پسند آئے میں لکھنے سے معذور ہوں - سید ہا ہاتھ رعشہ کی وجہ سے قلم کے کام سے جاتا رہا ہی - کبھی کبھی کاتب کے ملنے میں توقف ہو جاتا ہی - اکثر احباب کے خطوط کا جواب بعض وقت دیر سے بھیجا جاتا ہی میں آپ کی دل شکنی کرنا نہیں چاہتا - ہمیشہ اصلاح کے لئے باضابطہ شاگردی لازمی ہی؛ والسلام - خاکسار، سید وحید الدین احمد - بیخود

(۲)

شوق صاحب - میں اُردو کا شاعر ہوں اور اُردو زبان باوجود مادری زبان ہونے کے چالیس برس میں نے سیکھی ہی - اسلئے فارسی کی غزل کو بغیر اصلاح بھیجتا ہوں شاگردی کی مٹھائی عنایت فرمایئے - والسلام - بیخود دہلوی

(۳)

کیوں صاحب آپ نثر میں بھی مضمون آفرینی کرتے ہیں یہ آپ نے کیونکر سمجھ لیا کہ میں نے آپ کی غزل بغیر غور سے دیکھے واپس کردی اصلاح کی ضرورت نہ دیکھوں تو کیا کروں - اس غزل میں بھی صرف ایک ہی نقطہ بنا ہی -

بیخود دہلوی

سید محمد احمد صاحب بیخود، بی اے، موہانی

(۱)

معظمی حضرت شوق زاد مجدکم - سلام و نیاز - غزل دیکھی مگر دیر میں میری ازلی ازخود رفتگی کا صدقہ معاف کیجئے سچ کہوں اس غزل کی اصلاح میں جی نہ لگا اور ایسا ہوتا کیونکر - اس میں قافیہ پیمائی کے سوا دھرا ہی کیا ہی - یہ واقعہ ہی کہ طرح تھی پیاری مگر بیدردی کے ہاتھوں چھری پھر گئی - میں نے کہا اور بارہا کہا ہی کہ جب تک طبیعت مساعد نہو قلم اُٹھانا کیا ضرور ہی مگر بھائی میری سنتا ہی کون ہی، الفاظ کے نازک رابطوں کا لحاظ ضروری ہی - جب تک شاعر الفاظ شعر شطرنج کے مہروں کی طرح ربط لفظی و پیوند معنوی پر نظر نہ رکھے - کلام موزوں نظم ہی شعر نہیں کبھی زمانہ کی بیدادی نے فرصت دی تو اصول شعر گوئی پر کچھ لکھوں گا ورنہ اس حل کو بھی ساقط ہی سمجھئے - - بیخود، موہانی

(۲)

شیعہ کالج ۔لکھنؤ ۔ ۱۵ نومبر ۱۹۲۲ء

جناب بندہ ۔تسلیم ۔آپ کی غزل آئی ۔ضیق فرصت کا رونا کوئی کہاں تک روے جب آپ حضرات کے احکام کی تعمیل نہیں ہوسکتی تو خدا جانتا ہی کہ دل میں کھپ کے رہجاتا ہوں ۔ بہرحال سرسری طور پر دیکھکر غزل بھیجے دیتا ہوں خدا کرے وقت پر پہونچ جاے ۔ والسلام بیخود موہانی

(۳)

شیعہ کالج ، ۹ فروری ،

عزیزی حضرت شوق سلمکم اللہ تعالی ۔میں زندہ ہوں اور کچھ ایسے آلام میں مبتلا ہوں کہ کچھ کہتے نہیں بنتی تمہارے سوالوں کے جواب میں تاخیر ہوئی ، مگر میں مجبور تھا امید ہی مجھے معاف کروگے ۔

میر یحان چمک اور دمک میں فرق ہی مگر نازک عوام اور کچھ ایسے لوگ بھی جن کو جاننا چاہیئے تھا وہ چمک اور دمک میں فرق نہیں کرتے اس ناچیز کو اُن کی راے سے اتفاق نہیں ، میرے نزدیک چمک عام ہی اور دمک خاص اسکے معنو میں ایک طرح کی لپک (لپلپاہٹ) کا مفہوم پنہاں ہی وہ معشوق جن کی رنگت کندنی ہوتی ہی اُن کے حسن کے ساتھ دمک کا لفظ بولتے ہیں ۔ دمکتا ہوا چہرہ اور ہے اور چمکتا ہوا چہرہ اور ہے یہ لفظ کندن کے ساتھ خصوصیت سے آتا ہی کندن کی دمک بولتے ہیں ۔ مرزا غالب علیہ الرحمہ نے سہرے میں کہا ہے ۔ ؎

رخ روشن کی دمک گوہر غلطاں کی چمک کیوں نہ دکھلائے فروغ مہ و اختر سہرا

دیکھو یہاں بھی فروغ ماہ کے لئے دمک فروغ انجم کے لئے چمک کہا ہی ہاں جب چمک دمک ساتھ آتے ہیں تو دمک چمک کا تابع ہوجاتا ہی اور معنو میں تاکید اور کلام میں سجاوٹ کے سوا کوئی مستقل معنے نہیں رکھتا ۔ یہ ہوسکتا ہی کہ ایسی حالتیں اُسے چمک کی تفسیر سمجھ لیں ۔ جسے اسمیں کلام ہو وہ چمک کی جگہہ دمک کی جگہہ چمک رکھکر دیکھ لے فرق خود ہی آئینہ ہوجائیگا ۔ میر ؎

آئینہ کو بھی دیکھو پر ٹک ادھر بھی دیکھو حیران چشم عاشق دمکے ہے جیسے ہیرا

سم ہوجانا اور سم کردینا کے متعلق بھی کہنا ہے کہ جب تمہارے شعر میں یہ محاورہ میری نظر سے گزرا تو صحیح مفہوم سمجھنے میں مجھے کوئی تکلف نہیں ہوا میرا سُنا ہوا ہی اور اہل لکھنؤ کو اس کی صحت میں کلام نہیں ہی ۔ اب رہا اساتذہ دہلی کا کلام وہ میری نظر سے گزرا ہے اور بہت گزرا ہی مگر یہ محاورہ یا تو میں نے وہاں دیکھا نہیں یا دیکھا ہی تو یاد نہیں میں

نہ توان کے ہاں اس محاورہ کے وجود کا مدعی ہو سکتا ہوں نہ عدم کا۔ تم جانتے ہو کہ اب نہ وہ دل ہے نہ وہ دماغ نہ ایک محاورہ کے لئے دفتروں کے اُلٹنے کی فرصت ہے ہاں مجھے حضرت آرزو لکھنوی جانشین حضرت جلال لکھنوی کا یہ شعر یاد ہے اور تحقیق مقام کے لئے کافی ہے ؎

ہو نہ ہوائے آرزو عشق کا مارا ہے تو
کیسی تھی یہ گفتگو بزم کو سم کر دیا

میدان محشر کے متعلق اتنا ہی کافی ہے کہ اس کا استعمال میدان حشر کی جگہ میں نے ایک دو نہیں ہزار جگہ دیکھا ہے فارسی میں یہ اتنی جگہ آیا ہے کہ اسکے لکھنے کو ایک دفتر چاہیئے۔ میں صرف چند مثالیں کافی سمجھتا ہوں۔

بوستاں سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ ؎ کسے دید صحرائے محشر بخواب مس گفتہ روئے زمین زر آفتاب

ملا محتشم کاشی ؎ فریاد از آں زماں کہ شہیدان کربلا گلگوں نفس بعرصۂ محشر قدم زنند

لا ادری ؎ چو عاصی کہ در آید بعرصۂ محشر

ایضاً ؎ روز محشر کہ جاں گداز بود اولیں پرسش نماز بود

اساتذہ ایران نے محشر کو حشر کے معنوں پر بولنے میں اتنی شدت کی کہ محشر کے بعد "ستاں،، (علامت ظرف فارسی بڑھا کر محشرستان بنالیا اُردو میں بھی اس کی مثالوں کی انتہا نہیں۔ یہ اشعار تم نے بھی سُنے ہونگے۔

ناسخ علیہ الرحمۃ ؎ مرا سینہ ہے مشرق آفتاب داغ ہجراں کا طلوع صبح محشر چاک ہے میرے گریباں کا

ایضاً ؎ ہے شب ہجر تا ابد پس صبح نہ رہا خوف روز محشر کا

لا اعلم ؎ قریب ہے یار روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر جو چپ رہیگی زبان خنجر لہو پکاریگا آستیں کا

غالب ؎ نکوہش ہے سزا فریادئے بیداد دلبر کی مبادا خندۂ دنداں نما ہو صبح محشر کی

اب میرے کچھ احباب حشر کی جگہ محشر کہنے میں احتیاط کرتے ہیں اگر تمکو افراط احتیاط عزیز ہے تو نہ کہو مگر میرا مسلک یہ ہے کہ میں ان دونوں لفظوں کو ایک ہی محل پر بولنے میں تکلف روا نہیں رکھتا اسلئے کہ ایسی احتیاطیں خانہ برانداز وسعت زبان ہیں۔ تم نے نظر کی نہیں، ورنہ مکرمی مرزا کاظم حسین محشر لکھنوی کا تخلص ہی تمکو بتا دیتا کہ حشر اور محشر ایک ہی معنوں پر بولے جاتے ہیں۔

بھئی اور سب جانے دو ثلاثی مجرد سے مصدر میمی اسم ظرف کے وزن پر آسکتا ہے جیسے مخرج کہیں خروج مراد لیں، مقصد سے قصد۔ مبلغ سے بلوغ۔ اس قاعدے میں کوئی استثنا نہیں یہ تم سے کس نے کہدیا کہ محشر حشر کے معنوں میں

عربی نہیں رہتا۔ والسلام نیاز پرست۔ محمد احمد بیخود موہانی

سید ذاکر حسین صاحب ثاقب قزلباش لکھنوی

(۱)

لکھنؤ۔ وزیر گنج۔ ۲۰ ستمبر ۱۹۲۱ء

مکرم بندہ تسلیم۔ جناب نشتر صاحب کا الطاف نامہ اور آپ کی تحریر موصول ہو کر باعث امتنان ہوئی کیا کہوں آجکل ایام عزا کے باعث دفتر غزل گوئی و غزل سرائی بند ہی نہ غزل کہہ سکتا ہوں نہ سُن سکتا ہوں نہ پڑھ سکتا ہوں با ایں ہمہ میں نے آپ کی دونوں غزلوں پر ایک سرسری نگاہ ڈالی۔ ماشاءاللہ آپ کا کلام بہت صاف ستھرا اور سلجھا ہوا ہے کوئی شاعرانہ سقم یا محاورہ زبان کی غلطی نظر نہیں آئی۔ کلام میں پختگی مشق سے پیدا ہوتی ہے اور یہی صورت انداز بیان اور طرز ادائے مطلب کی بھی ہے۔ جسقدر مشق بڑھتی جائیگی کلام میں پختگی اور انداز بیان میں لطافت پیدا ہوتی جائیگی۔ میری رائے ناقص میں آپ کے کلام کو اصلاح کی احتیاج نہیں ہے بعض اشعار جو فی الجملہ ترمیم طلب ہیں تھوڑے دنوں میں طبیعت خود بخود ان کی اصلاح کرنے لگیگی۔ یہی بڑا کمال ہے کہ آپ سمجھ کے شعر کہتے ہیں۔ بھلا اس صورت میں حلقہ تقلید گردن میں ڈالنے سے کیا حاصل، میری رائے دوستانہ ہے عمل کرنے یا نکرنے کا آپ کو اختیار ہے۔ مزید گفت گو اس باب خاص میں بعد ختم ایام عزا کی جائیگی انشاءاللہ تعالیٰ مگر اس موقع پر اتنا ضرور عرض کرونگا کہ انتخاب میں آپ نے غلطی کی ہے جناب صفیؔ صاحب یا عزیز صاحب یا محشر صاحب سے مشورہ آپ کے حق میں زیادہ مفید ہوگا ؎

ماہمائے گرم پروازیم فیض از ما مجوے سایہ مثل دود بالا می رود از بال ما

باقی خیریت ہے جناب نشتر صاحب کی خدمت بابرکت میں ادائے شکر یاد آوری کے بعد میری جانب سے تسلیم عرض کر دیجئے گا۔ والسلام۔ محلہ کا نام مجھسے پڑھا نہیں گیا۔

خاکسار۔ نیاز کیش، مرزا ثاقب قزلباش

(۲)

لکھنؤ۔ وزیر گنج۔ ۱۰ فروری ۱۹۲۲ء

مکرمی تسلیم۔ میں چار مہینے سے سخت علیل ہوں۔ ہاں یاد تو پڑتا ہے کہ نشتر صاحب کی ایک تحریر موصول ہوئی تھی

معلوم نہیں کہ میں نے اس کا جواب لکھا یا نہیں لکھا۔ میں بوجوہ چند آپ کے تعمیل ارشاد سے معذور رہوں جس وقت آپ سے ملاقات ہوگی اور آپ یاد دلائیں گے تو عرض کروں گا۔ سندیلہ اور لکھنؤ کے درمیان کچھ ایسا فاصلہ نہیں ہی اگر میں آپ کی جگہہ ہوتا تو چند بار آپ سے مل چکا ہوتا۔

میری رائے میں آپ کا کلام کہیں سے قابل ترمیم نہیں معلوم ہوتا آپ ماشاء اللہ بہت اچھا کہتے ہیں۔ بلا وجہ حلقہ شاگردی اپنی گردن میں ڈالنا کچھ عجیب و غریب مضمون ہی جو سمجھ میں نہیں آتا۔ بہرکیف اگر آپ کی یہی تمنا ہی جیسا کہ اب تک آپ کے خطوط سے ظاہر ہوا تو سب سے پہلے آپ کو مجھسے ملنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ زیادہ نیاز

خاکسار نیاز کیش۔ مرزا ثاقب

(۳)

لکھنؤ محلہ وزیر گنج۔ ۱۵ فروری ۱۹۲۲ء

مکرمی۔ تسلیم۔ عنایت نامہ موصول ہوا۔ میں نے اسی وقت رواروی میں آپ کی دونوں غزلوں پر ایک نظر ڈالی۔ میرے خیال میں ان میں کہیں ترمیم اصلاح کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ ماشاء اللہ دونوں غزلیں نہایت قابل تعریف ہیں۔ میرا دل ادن کو دیکھکر نہایت خوش ہوا۔ یہ آپ کا واہمہ ہے کہ آپ محتاج اصلاح ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں کہ ہرگز ایسا نہیں ہی اور آپ نہایت خوب فرماتے ہیں۔ انشاء اللہ عند الملاقات حقیقت حال عرض کروں گا ۲۴ ماہ حال کو بمقام الہ آباد ماڈرن ہائی اسکول میں ایک صحبت مشاعرہ منعقد ہونے والی ہی چلیے آپ کو بھی سیر کرا لائیں کرایہ آمد و رفت میرے ذمہ ہے جواب سے جلد مطلع فرمائیگا طرح کا مصرع یہ ہی ع

میں بھی نگاہ لطف کا امیدوار تھا

باقی خیریت ہی۔ زیادہ والسلام

خاکسار نیاز کیش۔ مرزا ثاقب

(۴)

لکھنؤ۔ محلہ وزیر گنج۔ ۳۰ دسمبر ۱۹۲۲ء

مکرمی۔ تسلیم۔ عنایت نامہ موصول ہوا۔ میں چند مرتبہ عرض کرچکا ہوں کہ ماشاء اللہ آپ بہت خوب فرماتے ہیں مجھے آپ کے کلام میں کہیں اصلاح کی گنجائش نظر نہیں آئی۔ آپ خیال فرماسکتے ہیں کہ بلا وجہ دخل در معقولات سے کیا حاصل اگر آپ کو میرے کہنے کا اعتبار نہو تو جناب آرزو صاحب سے جو اکثر سندیلہ تشریف لیجایا کرتے ہیں آپ مشورہ فرماسکتے ہیں میری علالت کا سلسلہ ہنوز جاری ہی دل و دماغ عرصہ دراز سے معطل اور بیکار ہیں علیل

کی رائے بھی علیل ہوا کرتی ہے۔ درحالیکہ مجھے خود نیک وبد میں امتیاز نہیں ہے آپ کو کیا مشورہ دے سکتا ہوں معاف فرمائیگا زیادہ نیاز۔ یقین ہے کہ مزاج مبارک من جمیع الوجوہ مع الخیر وعافیت ہوگا۔ والسلام براہ کرم آیندہ مجھے اس باب خاص میں زحمت نہ دیجئے گا میں سچ عرض کرتا ہوں کہ آپ کا کلام بالکل بے عیب ہے۔ فقط
خاکسار۔ مرزا ثاقب، قزلباش

حکیم محمد ضمیر حسن خاں صاحب دلؔ شاہجہاں پوری

(۱)

مکرمی تسلیم۔ سندیلہ کا مشاعرہ کچھ ایسا برہم و درہم ہوا کہ سال بھر کے بعد احباب سے ملاقات ہو جاتی تھی اس کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا۔ خیر یار زندہ صحبت باقی۔ میں کیا اور میری شاعری کیا کرم فرماؤں کا حُسن ظن ہے کہ مجھکو اچھے الفاظ سے یاد فرماتے ہیں۔ غزل دیکھکر ارسال ہے۔ بقدر ضرورت بعض جگہہ ترمیم کر دی گئی۔ جناب نشتر سے بوقت ملاقات سلام نیاز کہئے۔ مدت ہوئی کہ اُن سے بھی شرف نیاز حاصل ہونیکا موقع نہیں ملا۔ امید ہے کہ جناب خدمت لائقہ سے یاد شاد فرماتے رہیں گے۔ زیادہ شوق ملاقات۔　نیازمند ضمیر حسن خاں۔ دلؔ محلہ ہاتھی تھان۔ شاہجہاں پور

(۲)

مکرمی تسلیم۔ یوں تو اُردو و اہل زبان بھی نہیں ہوں مگر ٹوٹی پھوٹی اُردو سمجھ لیتا ہوں، فارسی زباں دانی کا قطعی مدعی نہیں ہوں۔ واللہ اعلم آپ کی غزل بنائی یا بگاڑی۔ بہرحال تعمیل حکم کی گئی۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہونگے،
محمد ضمیر حسن خاں دلؔ از شاہجہاں پور۔ یکم جولائی سنہ ۱۹۲۰ء

(۳)

مکرمی تسلیم۔ میری غیر حاضری باعث تاخیر جواب ہوئی۔ معاف کیجئیگا۔ غزل ارسال ہے آپ کا مذاق شاعری دل پسند و قابل ستائش ہے۔ مرحبا۔ زیادہ نیاز۔　ضمیر حسن خاں دلؔ از محلہ ہاتھی تھان۔

(۴)

مکرمی تسلیم۔ غزل ارسال ہے۔ اچھے اچھے شعر آپ نے نظم کئے ہیں آپ کا کلام متانت معنویت اور عاشقانہ جذبات سے آراستہ ہوتا ہے۔ یہ رنگ سخن قابل قدر ہے۔ فقط
ضمیر حسن خاں۔ دلؔ

سید امیر حسن صاحب ذکیر مارہروی

(۱)

برادر مہربان - سلام مسنون - و رحمۃ اللہ علیہ - عزت افزائی کا شکریہ ہفتہ عشرہ سے بیمار ہوں دعا خیر کیجئے میں ہرگز اس قابل نہیں کہ آپ کے شعروں میں مشورہ دوں آپ کا ذوق ماشاء اللہ قابل تعریف ہی مضامین آپ کے دماغ کی خود تعریف کرتے ہیں تاہم تعمیل ارشاد مجھ پر فرض ہی مجھے کبھی امکانی خدمات سے دریغ نہوگا - عزیزی الیاس صاحب آگرہ میں ہیں تقریب شادی بخیر و خوبی انجام پاگئی اگر کچھ حرج نہو تو اپنے مشاغل سے اطلاع دیجئے -

خادم - ذکیر

(۲)

مکرمی - تسلیم - غزل بہت اچھی ہے حکم کی تعمیل کی گئی - میں نادم ہوں کہ آپ مجھ ہیچمدان کی عزت افزائی فرماتے ہیں اور میں بقول شخصے آنم کہ خود میدانم - بہر حال -

دعاگو - ذکیر

مولوی سید محمد یوسف صاحب جعفری، رنجور عظیم آبادی

(۱)

نمبر ۱۴ - گارڈنرس لین، ڈاک خانہ انٹالی - کلکتہ ۲۱ مئی مطابق ۲ رمضان ۱۳۳۸ھ

معظمی - مکرمی - السلام علیکم - مجھے نہایت افسوس اور نیز ندامت ہی کہ آپ کے عنایت نامہ مورخہ ۲۹ اپریل کا جواب آج تین ہفتے بعد لکھوانے بیٹھا ہوں - بات یہ ہی کہ گیارہ ماہ حال کو سرکاری ملازمت سے پنشن ملنے والی تھی اور وہ مل بھی گئی بہت سے سرکاری کام مجھے پنشن لینے سے پہلے انجام کرنا پڑے اور پنشن کے متعلق اس تاریخ کے بعد بھی کئی روز تک مجھے بعض کارروائیاں کرنا پڑیں اور ابھی چند ماہ تک ان کارروائیوں سے فراغت حاصل ہونے کی امید نہیں اسکے علاوہ چند خانگی امور بھی دامنگیر حال تھے ان عذرات کو مدنظر رکھکر امید ہی کہ آپ اس تاخیر جواب کو معاف فرمائینگے - آیندہ آپ خطوط مجھے بہ نشان مندرجہ عنوان لکھیں ہر چند مجھے سرکاری ملازمت سے سبکدوشی حاصل ہوگئی - لیکن میری پنشن کے متعلق بعض امور کا فیصلہ پانچ چھ ماہ سے پہلے نہوگا - اور نیز کلکتہ یونیورسٹی کے ایم - اے کلاس میں فارسی لیکچرار بھی ہوں غالباً کوئی گیارہ ماہ اور کلکتہ میں میرا قیام رہیگا اسکے بعد انشاء اللہ

اپنے وطن مالوف عظیم آباد پٹنے میں سکون گزین ہونے کا قصد ہی ہیں تو گویا آنکھوں سے معذور رہوں آپ کی غزلیں پڑھوا کر سُنی ماشاء اللہ کیا کہنا ہی زبان تو آپ لوگوں کے خاص حصّے کی ہی اس پر نازک خیالی سونے پر سہاگے کا کام دیتی ہی میں ایک تو پورب کا رہنے والا اور اس پر شاعری کچھ میرا مشغلہ نہیں۔ سرکاری کاموں سے کبھی فرصت مل گئی تو اپنے دلی جذبات کو سادہ الفاظ میں موزوں کرلئے اور بس لوگوں نے خواہ مخواہ مجھے شاعروں کے زمرے میں شامل کردیا ہی آپ کا اپنے کلام کی اصلاح کے لئے مجھے منتخب کرنا محض آپ کا حسن ظن ہی قدر دانی ہی بہرکیف آپکی دونوں غزلیں بعد نظر ثانی ملفوف کی جاتی ہیں۔

"تمنّا" کی ردیف والی غزل تو بہت ہی صاف اور سُلجھی ہوئی ہی دوسری غزل کے دوسرے شعر میں شروع میں "آج کے لفظ کی) ظاہر میں کوئی توجیح نہ تھی اسلئے میں نے آج کی جگہہ "آہ" لکھدیا مطلب صاف ظاہر نہیں ہوتا کیا آپ کے پہلے مصرع کا یہ مطلب ہی کہ "اے دل بیمار" یہ آثار دشمن صحت ہیں؟ اگر یہ مطلب ہی تو اس مصرع میں لفظی تعقید ہی اور اگر کوئی اور مطلب ہی تو اسکو تحریر فرمائیں۔ نویں شعر میں "اونکے روٹھنے سے دم جو خفا ہوگیا تو دم نے اُن کا ساتھ نباہا دل نے کیونکر نباہا؟

میں تو اپنے کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ آپ کی غزلوں پر اصلاح دوں۔ لیکن اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں آپکے کلام پر دوستانہ نظر ثانی کردیا کروں تو میں شکریہ اور فخر کے ساتھ اس خدمت کو بجالانے کے لئے تیار ہوں۔

امید کہ اس خط کی رسید سے مطلع فرماکر مجھے مطمئن وممنون فرمائینگے۔

محمد یوسف جعفری۔ رنجور۔ عظیم آبادی

مولوی سید ریاض احمد صاحب ریاض خیرآبادی

(۱)

مکرمی۔ خط ملا غزل واپس بھیجتا ہوں۔ سب شعر اچھے تھے۔ تصرف کی ضرورت نہ تھی پھر بھی کچھ دخل دیا مطلع کے مصرع اول میں مجھ پہ غیر فصیح پہ بجاے پر متروک۔ تیسرے شعر میں ترقی کی ضرورت تھی۔ چھٹے شعر میں اوسکے بجاے اُس اور کچھ جیسے کے بجاے جیسے کچھ وغیرہ وغیرہ۔ تین چار مہینے سے گویا نہ تھا۔ کانگریس احمدآباد۔ اجمیر شریف بیپور آگرہ۔ گورکھپور۔ پھرتا رہا پہلے خطوط بھی زیر جواب ہیں۔ مکرمی مولوی ابرار حسن صاحب سے سلام شوق کہئے۔ ایک غزل کہی تھی مقطع اور اُسکے مصرعے بھیجتا ہوں، ۵

کانگرس والوں سے آج آنکھیں ملاکر آئی شرم — دخت رز کو بے تکلف ساتھ لاکر آئی شرم
تھی جگہ پاکیزہ وہ بوتل اُٹھا کر آئی شرم — اے ریاضؔ آشرم میں گاندھی کے جاکر آئی شرم

پھینکدی ہم نے لب جو سب سمندر پار کی

مولوی احمد الیاس صاحب کو بھی جب ملیں سُنا دیجئے گا۔ ریاضؔ، خیرآباد، ۹ مارچ ۱۹۲۲ء

(۲)

مکرمی، اُدنیکے وغیرہ میں واؤ نہ لکھا کیجئے، مطلع میں مزاج انتشار میں ہی۔ مزاج میں انتشار ہونا چاہیئے تھا۔ غزل کے بعض مصرعے صاف کردیے گئے ہیں اب غزل خوب ہی دوسری غزل چمن میں تھی۔ ہوگی ضرور۔ تلاش کرکے بھیجونگا یاد نہیں میں نے دو شعر کس غزل کے بھیجے۔ حافظہ مدت سے جواب دیچکا۔ اب آیندہ جب خط بھیجئے تو حوالہ دیدیجئیگا پرتاب گڑھ میں دھوم دھامی مشاعرہ ہے سخت تقاضا غزل کا ہی وقت ملا تو غزل پوری کرونگا۔ ابھی غزل ناتمام ہی مطلع اور شعر بھیجتا ہوں؎

صبح ہی خم سے نکلتا آفتاب جام ہے — آج سورج کی کرن موج مئی گلفام ہی
وہ بھی گھبرا کر یہ بولے صبح صادق تو نہیں — وصل کی شب تیرے صدقے کتنی روشن شام ہی

آپ سب حضرات سے ملنے کو بہت جی چاہتا ہے۔ سب کو سلام شوق کہیئے۔

امیر و داغ کہاں دیں سمجھ کے داد سخن
ہیں کوئی بھی کہیں قدرداں نہیں ملتا

ریاضؔ۔ خیرآباد، ۲۷ مارچ ۱۹۲۲ء

(۳)

مکرمی کارڈ اور ریپڈ خط ملا۔ جواب میں اسلئے تاخیر ہوئی کہ قریب قریب میں روزانہ لکھنؤ جاتا رہا۔ اسوقت کارڈ دیکھکر امور دریافت طلب کے لئے خط تلاش کیا نہیں ملا۔ ایک تو آپ نے عرصہ محشر کے لئے دریافت کیا تھا دوسرے امر کا خیال نہیں آتا کہ کیا پوچھا تھا۔ آیندہ خط میں لکھ بھیجئے گا۔

حشر و محشر اُردو فارسی میں بغیر کسی فرق کے ہم معنی بولے جاتے ہیں حالانکہ محشر کے معنی جائے حشر کے ہیں اسلئے عرصہ محشر، میدان محشر، روز محشر، سب صحیح ہی منشی صاحب کا مصرع ہی ع

ہائے کیسی اس بھری محفل میں رسوائی ہوئی

داغ نے کہا ہے - ع عرصۂ محشر میں کیسی میری رسوائی ہوئی -
اس طرح روز محشر بھی منیرؔ صاحب کا مشہور شعر ہے ؎

قریب ہی یار و روز محشر چھپیگا احوال قتل کیونکر جو چپ رہیگی زبان خنجر لہو پکاریگا آستیں کا

عرصۂ محشر کے معنی اگر کوئی خاص امر تحقیق سے معلوم ہوئے ہوں یا معلوم ہوں تو مجھے بھی مطلع فرمائیگا -
ریاض، خیر آباد، یکم مارچ ۱۹۲۳ء

ابو المعظم نواب سراج الدین احمد خاں صاحب سائلؔ دہلوی

(۱)

مخلص بندہ شوق صاحب زاد لطفہٗ السلام علیکم - عنایت نامہ مع غزل مجھے وصول ہوا حسب ایما میں جسے دیکھکر حاضر کر رہا ہوں - اگر میری خدمت پسند ہو تو مجھے کیا انکار ہی جبکہ میرا شغل و شوق اس سے وابستہ ہی - مذاق شاعری آپ کا اُس نواح کے شعرا سے جداگانہ دیکھکر مجھے حیرت ہوئی آپ کی غزل میں ہماری طرف کا رنگ ہی - پورب کی غزل گوئی کا ڈھنگ نہیں پایا گیا میرے نام اور تخلص کے سوا کسی پتہ کی ضرورت نہیں - لال کنواں مجھسے بہت دُور ہی -

آثم ابو المعظم سراج الدین احمد خاں سائل

(۲)

مخلص شوق صاحب - السلام علیکم - آپ کو شکایت بجا ہی - میں ایسی مصیبتوں سے دوچار ہوں کہ تفصیل سننے سے آپکو تکلیف ہوگی - اسلئے التماس یہ ہی کہ میری انجاح مرام میں صرف آپ دعا کرنے کی تکلیف گوارا کیجئے دو مہینے سے میرا قیام وطن میں دو دو چار چار روز سے زیادہ نہیں ہوتا - ورنہ آپ کے خطوط کے جواب میں تاخیر نہوتی - افکار کا بتلا بنا ہوا ہوں اور مصارف نے حیثیت بگاڑ دینے پر کمر باندھ رکھی ہی - اب لاہور میں وارد ہوں آپ کی غزل دیکھکر حاضر کرتا ہوں اور داد کلام میرا دل بے اختیار دیتا ہی - اللھم زد فزد غالباً دو ہفتہ یہاں اور قیام ہو -

آثم ابو المعظم سراج الدین احمد خاں سائل - ۳۰ اکتوبر ۱۹۲۰ء

(۳)

مخلص بندہ شوق صاحب سلامت - تسلیم مع التکریم - عنایت نامہ وصول ہوا - غزل ملفوفہ میں نے دیکھی آپ کے معاملہ میں سخت متحیر ہوں آپ جیسا خوش فکر ہوس اصلاح کلام کیوں کرتا ہی - مجھے معاف کیجئیگا میں تو بار بار یہ خیال کرتا ہوں

کہ آپ کہیں مجھے بناتے نہوں۔ آپ کو ہرگز اصلاح کی ضرورت نہیں اور اگر ہو بھی تو میں اپنی فکر سخن سے آپکی ہی سخن طرازی کو برتر و بالا جانتا ہوں۔ امتثال امر کی صورت میں آپ کی شاعری پر کبھی قلم چلتا ہی تو بضمن مشورہ دوستانہ ازراہ بے تکلفی نہ مثل اصلاح اُستاد اور اس وضع پر بھی میرا ضمیر مجھے ملامت کئے بغیر نہیں رہتا۔ تاخیر جواب نگاری کی معافی چاہتا ہوں، جس کی وجہ میری ناسازی طبع تھی۔ جس کا سلسلہ ہنوز چلا جاتا ہی۔ زیادہ زیادہ،

آثم ابوالمعظم سراج الدین احمد خاں۔ سائل، ۲۲ مارچ ۱۹۲۲ء

(۴)

عزیزی شوق صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ ہدیہ سلام مسنون قبول کیجئے۔ عرصہ کے بعد آپ کا محبت نامہ مشتملبر دو غزل دیکھا بہت دل خوش ہوا۔ آپ ماشاراللہ ایسا اچھا مذاق شاعری رکھتے ہیں کہ مجھے رشک ہوتا ہی میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں، اور پھر کہتا ہوں کہ آپ کا کلام ضرورت اصلاح کی نہیں رکھتا اگر خود ہی اپنی تصنیف پر نظر کرلیا کیجئے تو میرے شرمندہ کرنے کی آپ کو ضرورت نہو۔ مجھے حیرت ہی کہ آپ کیوں یہ تصدیعہ گوارا فرماتے ہیں۔ خداے تعالیٰ آپ کی فکر کو اور پروان چڑھائے۔ میرا کوئی دیوان طبع نہیں ہوا۔ چار بیاضیں تین تین سو صفحوں کی ختم ہو چکی ہیں، پانچویں بیاض شروع ہی مگر اوس حیثیت سے بیاضوں میں درج ہی جو صورت بیاض کی ہوتی ہی۔ ردیف کے التزام سے بھی ہنوز میرا کلام آشنا نہیں اشاعت کے لائق میرا کلام ہوتا تو دیوان طبع ہو چکا ہوتا کبھی کبھی کسی پرچہ یا اخبار میں کچھ چھپ جاتا ہی تو وہ عنایت میرے احباب کی ہوتی ہی۔ مجھے نہ اس کا ذوق نہ اسکے قابل میری تصنیف۔ اگر کچھ چھپ چکا ہوتا تو میں حاضر کرتا۔ والتسلیم۔

آثم ابوالمعظم سراج الدین احمد خاں سائل، ۵ جنوری ۱۹۲۳ء

(۵)

عزیز من جناب شوق صاحب زاد الطافکم تسلیم محبت نامہ مع دو غزلوں کے آیا مسرور کیا، غزلیں حاضر ہیں آپ جانئے مجھے ناحق آپ صلاح و مشورہ کے واسطے مجبور کرتے ہیں۔ مضامین پر جو توجہ آپ کرتے ہیں اسکے نصف اگر زبان اور بول چال پر کرلیا کریں تو یہ کلام ہرگز کسی کے شورہ و اصلاح کا حاجتمند نہیں۔ زیادہ زیادہ

آثم ابوالمعظم سائل ۱۰ جنوری ۱۹۲۳ء

خان بہادر سید علی محمد صاحب شاد عظیم آبادی

(۱)

خادم نوازا۔ اگر اصلاحیں پسند ہوں تو بے تکلف بھیج دیا کریں البتہ ایک دو ہفتے کی دیر ہو جائے تو گوارا کرنا ہوگا۔

(۲)

یا غافر الذنوب - ایک سال ہوا کہ شدت اختلاج قلب و بواسیر نے کوئی حالت باقی نہیں رکھی، ،، برس کی عمر ہی بالاتفاق ڈاکٹروں نے فکر سخن کی شدید ممانعت کر دی، ذرا بھی غور کرتا ہوں تو حالت خراب ہو جاتی ہے خدا کو گواہ کرتا ہوں آپ کی غزلیں نہایت پختہ ہیں اور جن خیالات کو میں پسند کرتا ہوں وہ ہی خیالات ہیں۔ میرا دل چاہتا تھا کہ بغور تمام اکثر الفاظ بدل دوں مگر دل دھڑکنے لگا۔ اکثر مقام چھوٹ گئے غالباً گرمیوں میں یہ دورہ کم ہو جائے یہ غزلیں ولولہ دلاتی ہیں کہ آپ کا کلام جی بھر کے دیکھوں اور بقدر اپنی سمجھ کے مشورہ دوں۔ میری خبر لیتے رہئے۔ خدا کرے یہ دورہ گھٹ جائے۔ دعاگو۔ السید علی محمد شاد

(۳)

والاجنابا تسلیم۔ شرمسار عذر نیوش علی محمد شاد آپ سے اپنی بھول اور کہالت کی معافی چاہ کر التماس کرتا ہے جیسا میں آپ سے شرمندہ ہوں یاد نہیں آتا کہ اور کسی سے اتنی شرمندگی ہوئی ہو۔ غالباً اسوقت تک ہزارہا غزلیں بنائی ہونگی مگر سوء اتفاق ملاحظہ کیجیے کہ آپ ہی کی غزلوں میں یہ ذہول ہوتا آیا۔ بہر حال ابھی ذخیرہ میں آپکی غزلوں پر نظر ثانی بہ تعمیل حکم کر کے حاضر کرتا ہوں سچ یوں ہی کہ آپ کا پختہ کلام محتاج اصلاح ہرگز نہیں ہی یہ آپ کی محض عنایت ہے کہ مجھ ایسے شخص سے مشورہ کرتے ہیں کیا عرض کروں، میرا دیوان ابھی تک نہیں چھپ سکا میرا رستہ جداگانہ ہی میں بدو شعور سے پابند چند لزوم ما یلزم کا ہوں مرحوم غالب، اسیر، کیف، حکیم نواب مرزا، میر یونس مغفور، انیس مرحوم، دبیر علیہ الرحمۃ، امیر، داغ، اور جتنے اس فن میں ممیز میرے عہد کے تھے سب سے خوب خوب ملا ہوں، مجھسے اور مرحوم جلال سے متروکات کی بحثیں بہت کچھ رہی ہیں نفس شاعری پر میری ایک کتاب **فکر بلیغ** نام تیس جزوں کی مرتب ہے کاش چھپ جاتی۔ مرثیوں اور مولود اپنے طرز خاص کے رزم بزم وغیرہ مضامین کے ساتھ بہت کہے خوب خوب مجلسیں پڑھیں غرضکہ کوئی کوچہ اس نظم کا اُٹھا نہ رہا مگر اس اسّی برس کی عمر میں سمجھا تو یہ سمجھا کہ کچھ نہ سمجھا اور کچھ نہ کیا میں نے آپکی غزلوں کو دیکھکر اپنی جگہہ یہ سمجھا ہی کہ ایک برس میں (بشرطیکہ مشورہ کا رخنہ کار ہو) آپ کو مسلم اُستاد بنا دے سکتا ہی مگر یہ بھی شرط ہی کہ کبھی کبھی زبانی باتیں بھی اسکے متعلق آپ سے ہوا کریں خدا آپ کی عمر میں برکت عطا کرے اور زمانہ مہلت بھی دے خدا نہ کرے کہ میری طرح عمر بھر مکروہات میں پھنس کر کوئی آدہو رارہ جائے۔ میرے مخدوم منشی امیر احمد مرحوم باایں ہمہ ثقاہت و پختگی کلام مرزا داغ کے طرز کا دہوکا کھا گئے پھر لطف یہ کہ اس مکروہ طرز میں بھی تجاوز کر گئے اللھم احفظنا من شرور انفسنا میں نے بہت کوشش کی خطوط لکھے مگر اثر نہ ہوا۔ انسان میں دو طرح کے قوی ودیعت کیے گئے ہیں

ملکوتی و بہیمی۔ شعر کا کام یہ ہی کہ فوری اثر کر کے انکو چونکا دے نعوذ باللہ اگر قوائے بہیمی کو جوش میں لائے۔ افسوس ہی کہ میری کتاب فکر بلیغ نہ چھپی ورنہ تفصیل ان سب مدارج کی معلوم ہو جاتی۔ غزل وہ اعلا قسم اس نظم میں ہے کہ حضرت داؤد و سلیمان علی نبینا کے بہترین عبادات میں اسکا شمار ہی توریت میں زبور کا حصہ غزل الغزلیات کے نام سے ہی اصل زبان عبرانی میں منظوم اور استعارات سے بھرا ہوا قابل غور ہی غزل بحیثیت مضامین چودہ قسم پر منقسم ہے۔ عاشقانہ، عارفانہ فلسفیانہ مادحانہ، قادحانہ وغیرہ وغیرہ سب میں بدترین قسم سوقیانہ ہی اس سے تمامتر اجتناب لازم ہی تاکہ روحانی ریاضت میں خلل نہ آئے اقسام مذکورہ میں ایک قسم صوفیانہ اگر مجازات و استعارات سے کام نہ لے تو عدود غزل سے خارج ہے اس کے بیان کی طوالت مجبور کرتی ہی کہ خط میں تحریر ہو۔

میرے حقیقی بھانجے دو ہیں نواب سید نصیر حسن خاں خیال وہ کلکتہ میں رہا کرتے ہیں اُن کے چھوٹے بھائی سید صادق حسین خاں نہال بیک احاطہ گویا میرے ساتھ رہتے ہیں خدا کے فضل سے اس فن میں ایک حد تک پہونچ چکے ہیں میرا ناچیز دفتر میری طوالت عمر ضعف وغیرہ موانعات کے سبب سے انہیں کے سپرد ہے مجھ سے مشورہ سخن کرنے والے پچاس سے بھی زیادہ ہو گئے ہیں وہ باوجود اپنے علائق کے برابر احباب کی غزلیں نکال نکال کر میرے دیکھ دینے کو دیا کرتے ہیں میں اصلاح لینے والوں کو شاگرد نہیں سمجھتا بلکہ مشورہ کرنے والا سمجھتا ہوں اسلئے اُن کے کلام بفحوائے المستشار موتمن نہ قبل مشورہ کوئی دیکھ سکتا ہی نہ بعد مشورہ لفافہ میں خود کھولتا ہوں خود بند کر کے رکھوا دیا کرتا ہوں ادھر ایک مہینہ کے اندر چونکہ کئی نامی مشاعرے یہاں ہوئے تھے تین سو سے زیادہ غزلیں دیکھکر اصلاح دینی ہوئی ایک مشاعرہ پھر ۱۰ نومبر کو میرے گھر میں ہے ؎ ہر شخص کا انداز جدا طرز جدا ہی،

جدا وغیرہ قافیہ ہی اگر مہلت ہو تو آپ ہی ارشاد کریں، آپ کے پاکیزہ اشعار کی شہرت میرے احباب میں ہو گئی ہی غالباً ایک غزل برنور چشم نہال سلمہ مصرعے لگا کر مشاعرہ میں اس دفعہ پڑھیں گے۔ آپ بھی اگر اپنے کلام سے رونق افزائے مشاعرہ ہوں تو بیحد خوشی کی بات ہی۔ نہال سلمہ نہایت شوق کے ساتھ آپ سے سبقت نیاز چاہتے ہیں چنانچہ اسی نیاز نامہ سے اس کا آغاز ہے۔

خاکسار دعاگو۔ السید علی محمد شاد

حافظ سید محمد اعجاز علی صاحب شہرت

(۱)

۳ مارچ ۱۹۲۲ء

مکرم و محتشم تسلیم۔ عنایت نامہ مورخہ ۲ فروری، فروری کو وصول ہوا بندہ نہایت ندامت کے ساتھ تاخیر کی معافی

چاہتا ہے۔ تاخیر کے کئی وجوہ ہیں۔ اوّل تو ملازمت فوج، دوم حضور نظام کی سالگرہ کی پریڈ کی تیاریاں۔ سوم چھوٹے بندہ زادے کو چیچک نکل آئی تھی۔ عنایت نامہ آیا اور پیڈ میں پڑا رہا۔ چونکہ بار اوّل تھا۔ کثرت مشاغل میں بھول گیا خیال بھی نہ آیا خط کا جواب لکھنا میرے حق میں ایک سزا بھی ہے۔ بہرکیف پھر معافی چاہتا ہوں۔ اس زمانہ میں خود میرا ایک قصیدہ ناتمام رہ گیا۔ کل مجھکو فرصت ملی میں نے اپنے قصیدہ کو تازہ کرنے کے لئے پیڈ کھولا تو عنایت نامہ برآمد ہوا سخت افسوس اور ندامت ہوئی۔ اپنے فہم کے موافق آپ کی غزلوں میں تصرف کیا ہے۔ آپ خوب فرماتے ہیں اور بھی خوب فرمائینگے، جو کچھ ہے مشق ہے۔ ذرا زمین شگفتہ انتخاب کیا کیجئے۔ غزل میں ردیف ہی سے لطف پیدا ہوتا ہے انجمن بیا بھی۔ کے عوض، انجمن میں ہے۔ اگر ردیف قافیہ ہوتی تو زمین بہت شگفتہ ہو جاتی۔ آپ کا یہ شعر ؎

کچھ اس کو ہم سے سادہ مزاجوں سے پوچھئے — سیدھی سی ایک بات جو اس بانکپن میں ہے

عجیب عالم رکھتا ہے، خدا اس سے زیادہ فکر میں برکت عطا فرمائے۔ میں پھر عرض کروں گا کہ ردیف قافیہ میں اگر باہمی مناسبت کم ہوئی تو طبیعت عمدہ مضامین پیدا کرنے سے عاجز ہو جاتی ہے اور شعر بہت کم ہوتے ہیں عمدہ عمدہ مضامین ذہن میں آتے ہیں لیکن قافیہ ردیف کے نامناسبت سے شعر میں نظم نہیں ہو سکتے۔ یہ تو فرمائیے۔ نور چشم فدا سلمہ آپ سے کیونکر ملا۔ اور اس سلسلہ کا متحرک کیوں ہوا۔ میں صحیح عرض کرتا ہوں، مجھ میں اصلاح کی صلاحیت نہیں ہے۔ یہ فدا کی زبردستی ہے جو آپ کو تکلیف دی۔ زیادہ نیاز۔ میرا ٹھیک پتہ یہ ہے۔ درگاہ حضرت شاہ محمد حسن صاحب قبلہ قدس سرہٗ محلہ آغاز پورہ۔ حیدرآباد دکن۔ محمد اعجاز علی۔

(۲)

۱۴ مارچ ۱۹۲۲ء

مکرمی تسلیم۔ نامہ والا صادر ہوا۔ دو غزلیں بھی پہونچیں اپنے حسب استعداد تصرف کیا ہے۔ مجھکو خود کیا آتا ہے جو کلام غیر پر تصرف کروں، مگر آپ کی خاطر ہے دونوں زمینیں نہایت شگفتہ ہیں بعض بعض اشعار لاجواب تحریر فرمائے ہیں ماشاء اللہ نہایت خوش فکر ہیں آپ کے خادم نے تو زمانہ ہوا غزل گوئی ترک کر دی۔ اوّل تو کہتا ہی کیا تھا زاد معاد حاصل کرنے کے لئے کبھی کبھی نعت شریف عرض کر لیتا ہوں، ایک قصیدہ ایک تضمین پیشکش کرتا ہوں اگر پسند آئیں تو انجام بخیر ہونے کی دعا سے دریغ نہ فرمائیگا۔ قصیدہ بہار ربیع کے بند بغور ملاحظہ فرمائیگا اور جستجو فرمائیگا تو بہت سی باریکیاں آپ کو ایسی نظر آئیں گی جو بہت مفید ہونگی۔ مندرجہ ذیل بندوں کی معنی آفرینی اور ترکیب بندش الفاظ پر ضرور خاص نظر ڈالئے۔ زیادہ نیاز — خادم محمد اعجاز علی

(۳)

جناب والا تسلیم۔ دو غزلیں وصول ہوئیں بقدر اراک تصرف کیا ہی آپ تو خوب مضامین پیدا کرتے ہیں اَللّٰھم زِدْ
اول تو اصلاح دینے کا سلیقہ خادم کو نہیں ہی۔ دوم غزل گوئی ترک کر دی ہی اور اس خیال کو دماغ سے نکال ڈالا ہے
اصلاح پر اصلاح کا آپ کو اختیار ہی میں بہت امید کرتا ہوں کہ اگر کوئی تصرف آپ کے خیال میں ناجائز ہوگا تو فوراً آپ
مجھکو آگاہ فرما دینگے اور بحث کر کے صاف کر لیں گے۔ نعت شریف میں اس روسیاہ کے غزل کا مطلع ہی آپ بھی طبع
آزمائی فرمایئے اپنے رنگ میں عاشقانہ کہیے۔ مطلع ؎

آرزو روضۂ پُر نور کی سینے میں رہے ۔۔۔ جسم سے روح جو نکلے تو مدینے میں رہے

دیوان تمنا۔ غزل میں ایک مطلع لکھدیا ہی۔ پسند خاطر ہو تو رکھ لیجئے ایک عنایت فرمانے ایک غزل کا مطلع طرح میں
دیا ہی اور نعت شریف میں غزل کی فرمایش کی ہی اون کا مطلع عرض کرتا ہوں غزل بھی ضرور گزرانوں گا، ؎

بزم سے دشمن کے آتے ہو مزے لوٹے ہوئے ۔۔۔ ہوش میں آؤ کہیں جڑتے ہیں دل ٹوٹے ہوئے

آپ بھی فکر فرمایئے۔ اچھی زمین ہے۔ خادم محمد اعجاز علی

حکیم سید حسن مرتضیٰ صاحب شفق رضوی عماد پوری رفیع گنج۔ گیا

(۱)

میرے یادفرما عبد العلی شوق صاحب علیکم السلام۔ میں قلیل الفراغی کے سبب اصلاح طلب کلام لوگوں کا کم لیتا ہوں
جتنی تعداد اصلاح لینے والوں کی ہی اُن کی خدمت اچھی طرح نہیں ہوسکتی مگر بات یہ ہی کہ ایک تو آپ کا کلام ایسا ہی کہ
زیادہ وقت اصلاح میں نہیں صرف ہوتا۔ دوسرے فتنہ صاحب کی ہدایت دونوں غزلیں بخوشی بعد محو و اثبات ضروری
بھیجتا ہوں اگر محبت کے ساتھ یاد رکھئے اور کبھی کبھی بھیجا کیجئے گا تو کوشش کروں گا کہ دیر نہو اگر آپ چاہتے ہیں کہ
اصلاح کا کام کتاب دیکھنے سے نکلے اور معلومات کا فائدہ پہونچے تو یہ کتابیں اُستاد شفیق کا کام دینگی اور میرا کلام
دیکھنا ہو۔ جب بھی یہ کتابیں آپکی دلچسپی بڑھائینگی۔ عبد القدوس منیجر شفق بک ایجنسی سے یہ کتابیں منگا لیجیے یا میں ہی کہدوں
کہ بھیجدی جائیں۔ فہرست کتب موجودہ شفق متعلق شاعری۔

تحقیق سخن ۸ر ۔ ریاض شفق ۸ر ۔ نیر عروض ۴ر ۔ بیاض لغت ۴ر ۔ علاوہ محصول وی پی وغیرہ

شفق رضوی عفی عنہ،

(۲)

(الجواب) پہلی دو غزلیں بعد اصلاح بھیج چکا ہوں یہ بھی جلد بھیجتا ہوں۔ کیا آپ بخوشی خاطر کچھ نذرانہ شاگردی بھیج سکتے ہیں کہ مفید و کارآمد کتابیں شعر و سخن کی میں چھپوا سکوں اور اس فنڈ میں اضافہ ہو سکے۔ والسلام، شفق رضوی، ۲ فروری ۱۹۲۱ء

(۳)

۲۲ نومبر ۱۹۲۱ء

یاد فرمائے من علیکم السلام۔ مدت کے بعد آپ نے یاد کیا تو مجھے جواب دینے اور غزل دیکھکر بھیجنے میں بھی کچھ کم دیر ہوئی طرح طرح کی الجھنوں نے اب موقع دیا آپ نے اتنے دن پر اپنا کلام بہت مختصر بھیجا۔ اصلاح دینے میں دو چار منٹ سے زیادہ نہ صرف ہوئے مگر آپ کا کلام خاص متانت کے رنگ میں غنیمت ہوتا ہے اسلئے جی چاہتا ہے کہ دیکھوں اور نہ گھبراؤں بہر حال شکر ہے کہ اب آپ اچھے اور فارغ خاطر ہیں۔ خدا کرے میں بھی جلد ایسا ہو جاؤں۔ والسلام

فتنہ صاحب کا حال تو لکھئے کہاں ہیں کیا ہوئے اللہ اللہ اتنا بھولے۔ خیر! شفق رضوی، عفی عنہ،

(۴)

شوق صاحب علیکم السلام۔ آج آپ کا لفافہ ملا۔ مدت پر آپ نے یاد کیا۔ دونوں غزلیں آج ہی اصلاح ہو کر جاتی ہیں یہاں دار الاشاعت اسلامیہ کھلی ہے اس نے دو چھوٹے چھوٹے رسالے میرے بھی شائع کئے ہیں اور آیندہ ممکن ہے اور کتابیں چھاپے۔ اشتہار ارسال ہے۔ جن کتابوں کی ضرورت ہو مینجر سے ویلو جلد او رضرور منگالیں۔ والسلام

شفق رضوی عفی عنہ، ۸ جنوری ۱۹۲۳ء

(۵)

میرے پیارے شوق صاحب۔ سلام علیک۔ دونوں غزلیں بعد اصلاح ملفوف ہذا ہیں ماشاء اللہ کیا خوب غزلیں ہیں۔ آپ نے شفق بک فنڈ میں اعانت کا وعدہ فرمایا ہے اسوقت دو کتابیں پریس جا چکی ہیں ایک تو ارمغان دہلی جس میں دہلی کے زمانہ قیام کی غزلیں اور وہاں کے حالات قابل دید ہیں۔ کلمۃ التاریخ جو فن تاریخ گوئی میں بےمثل کتاب ہے اور سب نادر تاریخیں دوسرے اگلے بزرگوں کی ہیں میری کہی ہوئی تاریخیں بھی ہیں قابل مطالعہ مجموعہ ہے۔ ایک سو روپیہ کا خرچ ان دونوں کتابوں میں ہے مجھے پچاس روپیہ بہت جلد بھیجنا چاہئے اسلئے کہ پریس سے پیشگی طلب ہے۔ اگر آپ اعانت فرما سکتے ہوں تو جلد توجہ کیجئے۔ کیا لکھوں ابھی کئی کتابیں مجموعہ نظم و دیوان یونہیں پڑے ہیں ان کے چھپنے میں زیادہ خرچ ہے آیندہ پر اٹھا رکھا گیا ہے امید ہے کہ آپ ذرا ہمت کرکے جہانتک جلد ہو سکے اور جو کچھ مناسب رقم ہو سکے عنایت فرما کر شکریے کا موقع دیجئے اور کیا

لکھوں۔ مگر یہ ضرور خیال رہے کہ بار خاطر نہ ہو ورنہ میں تکلیف دینا نہیں چاہتا۔ خداوند تعالیٰ مسبب الاسباب ہے۔ ایسا نہ سمجھیئے گا کہ میں آپ سے باصرار معاوضہ چاہتا ہوں۔ ۲۳ فروری چہارشنبہ

مولانا شیخ احمد علی صاحب شوق قدوائی

(۱)

ستر کھ ضلع بارہ بنکی، ۲۷ فروری ۱۹۲۰ء

بندہ نواز۔ سلام شوق۔ آپ کا خط رام پور گیا تھا۔ مگر میری ڈاک جمع ہو کے وہاں سے آئی تو کل آپ کا خط بھی آیا۔ میں گونڈہ وغیرہ کو جاؤں گا گشت میں رہونگا۔ غالباً ۱۹ مارچ کو رام پور پہونچوں۔ آپ کی دونوں غزلیں میں نے دیکھیں تمنا کی ردیف والی غزل اصول فن سے بہت ہٹی ہوئی تھی ایسی ردیفوں کی غزلیں سوا فضول تصنع کے لطیف نہیں ہوسکتی ہیں اگر کوئی غزل لکھی بھی جاوے تو ردیف کے لپٹنے کا خیال چاہیئے

لوٹ لیا والی غزل میں بھی جا بجا ردیف الگ گئی تھی۔ میں نے جا بجا نوٹ دیدیا ہے تاکہ آپ کو یہ معلوم ہو جاوے کہ میرے خیال میں کیا نقص تھا۔

مجھے فرصت بہت کم رہتی ہے اس سبب سے میں ذرا دامن بچاتا ہوں اور میں تغزل میں متقدمین کے مذاق اور رنگ کا پسند کرنیوالا ہوں۔ سلجھا ہوا شعر اور مطلب کو الفاظ سے کھولتا ہوا چاہتا ہوں۔ ادعائی مضامین کچھ دلچسپ نہیں ہوتے، مجھے یہ لکھتے کچھ ندامت سی ہوتی ہے کہ آپ نے میرے پاس غزلیں بھیجیں اور میرا ہی تخلص آپ اختیار کیئے ہوے ہیں میرا کچھ حرج نہیں ہے مگر مجھے آپ کو یقین دلا دینا چاہیئے کہ آپ محنت فرمائیں مگر آپ کی کامیابی مشتبہ ہے میں تو یہی دوستانہ رائے دونگا کہ ابھی ابتدا ہی تخلص بدل دینا چاہیئے، ساحل، فلک، سالم۔ انہیں سے یا اور کوئی نیا تخلص اختیار کرنا چاہیئے کسی کے مشہور تخلص کا اختیار کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ میں نے شوق اس سبب سے اختیار کر لیا تھا کہ حکیم نواب مرزا شوق نے صرف مثنویاں کہی تھیں غزل یا نظمیں اون کی نہیں ہیں۔ اگر وہ غزل کہتے ہوتے تو میں کبھی نہ اختیار کرتا۔ لغات میں الفاظ تخلص کی کمی نہیں ہے پھر کسی مشہور تخلص کے لینے سے کیا فائدہ اگر آپ مجھسے مشورہ لینا چاہتے ہیں تو تخلص ضرور بدلیئے یہ آپ ہی کی بدنامی ہے کہ جسے اُستاد بنایا اوسی کا تخلص لیا ہے۔ احمد علی شوق، قدوائی

(۲)

موتی مسجد ۲۸ مارچ ۱۹۲۰ء

بندہ نوازا۔ سلام شوق۔ میں لکھنؤ میں تھا۔ پرسوں ہی رام پور کو آیا ہوں۔ آپ کا تخلص ساحل میں نے صرف اس سبب سے تجویز کیا تھا کہ شاید یہ نیا ہے اور اگر ہے تو ایسا گم ہے کہ پتا نہیں ملتا۔

ادیب چند شعرا کا تخلص ہے۔

مشہور شخص کا ہم تخلص ہونے سے یہ خرابی واقع ہوتی ہے کہ اگر کوئی شعر اچھا نکلا تو نام کون پوچھتا پھرے تخلص سن کے لوگ اوس شعر کو مشہور شخص کی جانب منسوب کر دیتے ہیں۔ مجھے ساحل پر اصرار نہیں ہے اگر آپ کو ادیب پسند ہے تو یہی سہی۔ میری غرض اسی قدر ہے کہ تخلص کو بدل جانا چاہیے۔ بس بندش میں ہمیشہ سلیس الفاظ کے ساتھ سلجھی ہوئی ترکیبوں کا خیال چاہیے۔

احمد علی شوق، قدوائی

(۳)

بندہ نوازا۔ سلام شوق۔ دونوں غزلیں دیکھ کے بھیجتا ہوں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ تغزل میں ہمیشہ جذبات انسانی کا خیال رکھا کیجئے۔ ادعائے محض کوئی چیز نہیں ہے اور لکھنؤ کی ان ترکیبوں سے جو آجکل وہاں کی غزل سرائی کو نیکنام کئے ہوئے ہیں کوسوں بھاگئے۔ تصنع ایچ پیچ اور بے محل تشبیہات اور استعارات اوصاف غزل میں داخل نہیں ہیں بلکہ معیوب ہیں۔ سب سے زیادہ دیکھنے کی یہ بات ہوتی ہے کہ جذبات یا معاملہ بندی یا ادا بندی یا محاورہ (جو محاورہ کی شکل میں ہو یا ضرب المثل کی شکل میں) ان میں سے کیا بات شعر میں آتی ہے۔ اگر ان خوبیوں میں سے کوئی خوبی نہیں ہے تو پھر کیا ہے۔

عربی فارسی اور انگریزی ہر زبان میں شعر کی تعریف حکمانے یہی کی ہے۔ کہ سلیس فصیح اور پر اثر ہو۔ نظم جس صنف میں ہو اُسی صنف میں اوسے با اثر ہونا چاہیے غزل ہو۔ مثنوی ہو۔ اخلاقی نظم ہو۔ فطری مذاق میں ہو۔ کچھ ہی ہو، تاثیر لئے ہوئے ہو، جدّت کا خیال بھی بڑی چیز ہے۔ مگر تخیل کی جدّت انتہائی مشق اور وسعت نظر کا کام ہے پھر بھی اگر کوئی یہ چاہے کہ ہر خیال جدّت کے ساتھ ہو یہ محال ہے۔ البتہ کوئی بات جدت کی پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر مضمون اور خیال میں جدّت نہو سکے تو کم سے کم ترکیب اور بندش ہی میں جدّت کا خیال پورا کیا جائے۔

احمد علی شوق قدوائی۔ موتی مسجد رام پور اسٹیٹ، ۳ جون ۱۹۲۲ء

(۴)

موتی مسجد رام پور اسٹیٹ یو، پی ۲۸ فروری ۱۹۲۳ء

بندہ نواز۔ سلام شوق۔ خط میں دو لکھی ہیں مگر آئی ایک ہی غزل۔

(۱) چمک اور دمک میں فرق ہے۔ چمک کے لئے نور لازمی ہے، اور نور سپیدی دینے والی چیز ہے۔ مگر دمک کیلئے سپیدی نور کی لازمی نہیں ہے۔ بلکہ ایک مخصوص ہے سرخی کے لئے جیسے سونے کی دمک، کندن کی دمک۔ سنہری رنگ کی دمک، (سونے کا رنگ اگرچہ زردی لئے ہوئے ہوتا ہے مگر دراصل سرخ مانا گیا ہے)

(۲) پہنانا اور پنہانا دونوں صحیح ہیں اپنے محل پر دونوں فصیح ہیں۔ اگرچہ پنہانا زیادہ مستعمل ہے۔ اصلی مصدر متعدی پہنانا ہی تھا جس کا لازمی مصدر پہنا ہے۔ مگر محاورے میں متعدی پنہانا ہی مروج ہوگیا۔

(۳) میدان محشر صحیح نہیں ہے محشر خود اسم ظرف ہے جس کے معنی جائے حشر کے ہیں میدان محشر کے معنی ہونگے میدان جائے حشر اور یہ لغو، میدان خود جاسے کے معنی پر اس محاورے میں ہے۔

احمد علی شوق، قدوائی

(۵)

بندہ نوازا۔ سلام شوق۔ میرا اصول یہ ہے کہ میں جن ترکیبوں کو ذرا بھی اُصول سے متجاوز خیال کرتا ہوں اون سے بچتا ہوں۔ یہ قیاس درست نہیں ہے کہ اہل فارس اگر کسی صورت سے ایک ترکیب کو اختیار کرلیں تو اوس کی مثال قائم کرکے اوسی طرح کی اور ترکیبیں ہم خود قائم کریں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتا ہے کہ جو ترکیب اہل فارس بہ کثرت اختیار کرلیں اوسکو اہل اُردو لے لیں، بکثرت کا مطلب یہ ہے کہ شاذ کی حد سے نکل جائے۔

نظیری نے زلفین کہا ہے مگر اس قیاس پر کاکلین کہنا جائز نہیں ہے۔ مکتب خانہ محتشم کاشی نیز اوروں نے بھی کہا ہے راگ ورنگ محسن تاثیر نے کہا ہے۔ ذات بہ معنی نسبت ہند ہے مگر طغرائے مشہدی نے کہا۔ مینا راگ ہندی سرکند؛ شاہد گیلانی نے کہا ہے، صدہا الفاظ اس قسم کے ہیں لیکن میں بچوں گا اور اپنے کلام کو بچاؤنگا۔ موسم بہ فتح سین عجیب مازندرانی نے کہا ہے میں یہ ترکیب فارسی نہ لکھونگا اسلئے کہ شاذ ہے مضطر کو مضطرب کے معنی میں بہت لوگ کہہ گئے ہیں میں کبھی نہیں کہونگا۔ میدان محشر اسی طرح اگر چند اہل فارس کے ہاں لفظ میدان ہی کے ساتھ آپ کو مل جائے تو کہئے کچھ حرج نہیں مگر میں پھر بھی خود احتیاط کرونگا۔ ایک لفظ کے نہ کہنے میں میرا کیا حرج ہے۔ بیں تو بعض الفاظ اُردو ہی کو نہیں کہتا۔ اگرچہ اُن کو غلط نہیں سمجھتا بجھے وہ مطبوع نہیں ہیں۔ میں مرحوم ومغفور آمیر کا مقلد نہیں ہوں۔ البتہ صحت الفاظ کا مقلد ہوں زبان کے معاملے میں مجھے احتیاط بہت ہی ذرا سے شک پر بھی میں احتیاط کا عمل کرتا ہوں یہ میرا اصول ہے۔

احمد علی شوق، قدوائی۔ موتی مسجد رام پور اسٹیٹ۔ یو۔پی۔ ۹ر مارچ ۱۹۲۳ء

(۶)

موتی مسجد۔ رام پور اسٹیٹ۔ یو۔پی

بندہ نواز۔ سلام شوق۔ غزلوں کی واپسی میں دیر ہوئی۔ میں آج کل ایک ایسے اہم کام میں مصروف ہوں کہ ذرا بھی فرصت نہیں ملتی ہے میدان محشر کے متعلق میرا خیال کسی ناخوشی کی جانب واللہ نہیں گیا۔ یہ تو نہایت معقول بات ہے کہ آپ پوچھا کریں بات یہ ہے کہ میں اپنی شاعری میں صحت الفاظ کا سخت پابند ہوں۔ ایسے بہت سے الفاظ ہیں جن کو آپ یا اور کوئی صاحب کہیں گے تو میں نہ کاٹوں گا، رہنے دونگا۔ مگر خود نہ کہونگا، مثلاً سدا کو ہمیشہ کے معنی میں۔ پر کو مگر کے معنی میں۔ بوسہ صاف اسی طرح کنایۃً ہو تو خیر معدن بفتح دال۔ مخزن کو بفتح زا معجمہ۔ موسم کو بفتح سین۔ مکتب خانہ جیل خانہ وغیرہ۔ حال آنکہ معدن اور مخزن کو بہ فتح خاقانی۔ نظیری۔ عرفی اور سب اساتذہ فارس نے کہا ہے۔ کہنے میں ذرا بھی مضائقہ نہیں ہے۔ مگر صحیح لفظ عربی بالکسر ہے۔ میں خود فتح کو بچاتا ہوں۔ اگر نہ کہونگا تو میرا حرج کیا ہوگا۔ اگر آپ کہینگے نہ کاٹونگا۔ میں تو ایطائے خفی کو بھی بچاتا ہوں جیسے آب اور گرداب، حالانکہ خفی عیب میں داخل نہیں ہے۔ غالب نے بھی کہا ہے مگر اس سے بھی بچنا بہتر ہی ہے۔ کچھ برا نہیں ہے یہ اسی سبب سے کہ شاذ قول یہ بھی ہے کہ ایطا بہر حال ایطا ہے۔ خفی ہو یا جلی۔ آپ کی یہ غزل بہت اچھی ہے"

احمد علی شوق، قدوائی، ۹ اپریل ۱۹۲۳ء

مولانا سید علی نقی صاحب صفیؔ لکھنوی

(۱)

جناب من تسلیم۔ میں اس زمانہ میں بہت علیل رہا اور اسکے علاوہ بعض ایسے جانکاہ تردداث درپیش رہے کہ تعمیل فرمائش میں غیر معمولی تاخیر ہوگئی۔ صفی عفی عنہ ۲۴ نومبر ۱۹۱۹ء

(۲)

عزیزی زاد فضلکم تسلیم۔ ماشاء اللہ بہت اچھی غزل کہی ہے۔ اب اپنا دل تنگ ہے زندان تمنا۔ اکثر شعر بے مثل ہیں طبیعت بیحد محظوظ ہوئی۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ نیازکیش صفی عفی عنہ

بخدمت شریف منشی سید حسن صاحب سلام نیاز۔ المرقوم ۱۶ دسمبر ۱۹۱۹ء

(۳)

عزیزی زاد فضلکم۔ سلام مسنون ارسال خط میں تاخیر زیادہ ہوئی۔ محجوب ہوں۔ مزاج میرا بہت بے لطف رہا اس زمانہ میں پانچ مسہل لئے بحمدہ اب طبیعت صاف ہے مگر ضعف بہت ہے غزل بعد اصلاح بھیجتا ہوں۔ ماشاء اللہ بہت اچھی غزل کہی ہے صاف صاف بامزہ شعر نکالے ہیں۔ اُمید ہے کہ آپ بخیریت ہونگے۔ نیازکیش صفی عفی عنہ۔ تحریر ۲۲ نومبر ۱۹۲۳ء

(۴)

عزیزی زاد فضلکم۔ سلام مسنون۔ سندیلہ سے واپسی پر ایسے مکروہات میں مبتلا رہا اور اسقدر کم فرصت رہی کہ اس خط کا جواب ابتک نہ لکھ سکا جسکے ساتھ یہ غزلیں آئی تھیں سندیلہ میں ہونچا بھی تو عجب اتفاق ہے کہ آپ وہاں نہ تھے حالانکہ میرا بھی آپ سے ملنے کو بہت جی چاہتا تھا۔ غزلیں میں نے دیکھ لیں ماشاء اللہ دونوں غزلیں بہت صاف ہیں کہیں ترمیم کی ضرورت نہیں پائی۔ لکھنؤ آنیکا اگر اتفاق ہو تو ضرور ملئے۔ اُمید ہے کہ آپ مع الخیر ہونگے۔ فقط

خاکسار صفی عفی عنہٗ۔ المرقوم ۷ مئی ۱۹۲۳ء

حکیم سید انوار الدین صاحب عتیقؔ حیدرآباد دکن

(۱)

جناب مکرم۔ سلام مسنون۔ چونکہ میں حضرت جلیل القدر نواب فصاحت جنگ بہادر جلیلؔ کا ایک ناچیز قدیمی شاگرد ہوں اور حضرت تلامذہ کا کلام جو اصلاح کے لئے آتا ہے حضرت کو سُنا کر بعد اصلاح صاحب کلام کو واپس کرنا مجھ سے متعلق ہے لہذا چند باتیں جنکا معلوم ہونا حضرت کے جدید تلامذہ کے لئے ضروری ہے عرض کر دینا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں یعنی غزلیں جو اصلاح کے لئے آئیں وہ ایک مہینے میں دو سے زیادہ نہوں کیونکہ حضرت قبلہ کو کثرت کار سرکاری کے علاوہ ضعف دماغ کے باعث درد سر کی شکایت بھی رہتی ہے جیسی کہ یہ غزل ہے ہر ایک غزل جداگانہ پرچہ پر ہونا چاہئے تاکہ ایک غزل کی اصلاح ہو جانے پر فوراً واپس کر دیجائے کیونکہ دو غزلوں کی اصلاح کسی صورت میں بھی ایک دم ہونا ناممکن ہے ورنہ دوسروں کے کلام کی اصلاح میں رکاوٹ ہو جائیگی۔ جتنی غزلیں ایک دم آئیں اُتنے ہی ٹکٹ بھی آنا چاہئیں۔ مجھکو اپنا مخلص سمجھیں اور کار لائقہ سے شاد فرمایا کریں۔

اخلاص کیش حکیم سید انوار الدین عتیقؔ۔ سرور نگر۔ حیدرآباد دکن

(۲)

۲۳ صفر ۱۳۴۹ھ، روز جمعہ

مکرمی۔ سلام مسنون۔ اخلاص مشحون۔ عنایت نامہ ملا کاشف مافیہا۔ چونکہ میں ہمراہی حضرت قبلہ ایک ہفتے سے سفر میں تھا جواب نہ دیسکا آج گھر آتے ہی خط کو دیکھا اور اسی وقت جواب لکھ رہا ہوں۔ یہ کچھ ضروری نہیں کہ آپ غزلیں میرے نام یا پتے پر روانہ فرمائیں بلکہ حضرت قبلہ ہی کے نام آنا چاہئیں۔ البتہ کوئی خاص بات جو مجھسے متعلق ہو وہ میرے نام اور

پتے پر آئے۔ حضرت کے دو دیوانوں کے علاوہ ایک اور کتاب تذکیر و تانیث بھی ہے اور یہ سب مجھ سے طلب کیجا سکتی ہیں قیمتیں حسب ذیل ہیں، تاج سخن ۱۲/۔ جان سخن ۱۲/۔ تذکیر و تانیث ۱۲/۔ کتابوں کے چند نسخے رہ گئے ہیں عام مطلوبات کی تعمیل ناممکن ہے البتہ خاص جیسے آپ یا اور کوئی اُستاد بھائی کی فرمائش ہو تو اس کی تعمیل ہو سکیگی۔ کتابیں وی پی روانہ ہو سکتی ہیں انشاء اللہ تعالیٰ اس ہفتے میں ایک اور سفر کوئی ایک ہفتہ کا درپیش ہوگا وہاں سے واپس آنے کے ہفتے عشرہ بعد آپ کی غزل اصلاح پاکر واپس ہو سکیگی۔ غزل تو اچھی کہی ہے۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ آپ کے پتہ میں محلہ کا نام صحیح طور پر معلوم نہ ہو سکا اسلئے صورت تو دیسی کر دی ہے۔ اخلاص کیش حکیم سید محمد نورالدین عتیق سرور نگر۔ بلدہ حیدرآباد دکن

(۳)

مکرمی۔ سلام مسنون۔ اخلاص مشحون۔ نوازشنامہ ملا۔ شکر گزار یاد آوری فرمایا عدیم الفرصتی کے باعث جواب میں تاخیر ہوئی معاف فرمائیگا۔ اسوقت بھی بخار ہے۔ حضرت کی عدیم الفرصتی احباب کو لکھتے لکھتے عاجز آگیا مگر اس کا خاتمہ نہیں ہوتا، بلکہ افزونی پر ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ احباب اسکو دروغگوئی پر محول کرتے ہونگے غرض انشاء اللہ تعالیٰ قریب میں آپکی غزلیں بعد اصلاح آپ کی خدمت میں روانہ کرونگا۔ ہفتہ عشرہ میں ایک آدھ کارڈ تو لکھا کیجئے۔ حسب الطلب تاج سخن و جان سخن، وی، پی قیمتی چار روپیہ نو آنہ مرسل ہیں اُمید کہ وصول فرمائینگے اگر ممکن ہوا تو متعاقب نیازمندنامہ لکھونگا۔ نہیں تو غزلوں کے ساتھ یا آپ کے آئندہ نوازشنامہ کے جواب میں۔ غالباً میں نے وہاں کی مصنوعات کے متعلق آپ سے دریافت کیا تھا اور اسکی وجہ بھی عرض کر دی تھی کہ ایک کمیشن ایجنسی قائم کی ہے جسکے ذریعہ دیسی مصنوعات کا اپنے ملک میں اور اپنے ملک کا ہندوستانی دوسرے شہروں میں خواہشمندوں کے لئے فراہم کرنا ممکن ہو اس سے زیادہ لکھنا اسوقت ناممکن ہو رہا ہے۔ والسلام

اخلاص کیش عتیق۔ سرورنگر۔ حیدرآباد دکن۔ ۲۰ اپریل ۱۹۲۱ء

(۴)

مکرمی۔ سلام مسنون۔ اخلاص مشحون۔ یاد آوری کا شکر گزار ہوں اور آپ کی احسان شمری اور آپ کے شکریوں سے منفعل ہوتا ہوں۔ کیونکہ میں نے آجتک کوئی خدمت نہیں کی پھر یہ احسان کیسا اور شکریہ کیسا۔ آپ کا خط ملاحظہ حضرت قبلہ میں پیش کیا اور استفسارات عرض کئے ارشاد ہوتا ہے۔

(۱) میدان محشر بھی صحیح ہے۔

(۲) دمک کا اتنا استعمال نہیں ہوتا بلکہ چمک دمک ہی کہا جاتا ہے۔

(۳) پہنانا پہنانا دونوں صحیح ہیں اور دونوں فصیح۔

حضرت قبلہ کا مزاج بحمدہ بدستور ہے البتہ آپکی ایک صاحبزادی شش سالہ میعادی بخار (ٹائیفائیڈ) میں مبتلا ہے
آپ کی اصلاح شدہ غزل روانہ کر ہی رہا تھا کہ آپ کا خط ملا۔ لہٰذا غزل بھی مرسل خدمت ہے۔ پرچہ کے متعلق جسکا ذکر میں نے
کیا تھا انشاء اللہ تعالیٰ اب لکھونگا مگر غرض یہ ہے کہ اس سے میرا مقصود یہ نہیں ہے کہ خواہ مخواہ بھی آپ اس کی خریداری
کریں ہاں پسندیدگی اور خواہش کے ساتھ ہو تو مضائقہ نہیں جب میں کوئی پرچہ نکالوں گا آپ کو بیشک مجبور کرونگا کہ آپ
خریداروں کو فراہم کریں۔ والسلام عتیق، ۲۷ جمادی الآخر ۱۳۴۱ھ

(۵)

مکرمی۔ سلام مسنون۔ عنایت نامہ ملا۔ شکر گزار کیا۔ حاشیۂ غزل پر جو نوٹ تھے ان میں حضرت کا ارشاد تھا میں نے
بھی آخر میں اپنے خیال کا اظہار کیا تھا۔ بہت شرمسار ہوں کہ عدیم الفرصتی کی وجہ سے تحریر نیاز نامہ میں تاخیر ہوئی ہے۔
میں نے اُن کو لکھدیا تھا مگر نہ معلوم کیوں اب تک نہیں بھیجا مکرر لکھونگا۔ کئی دن سے میرے پاس بھی اُن کا کوئی خط
نہیں آیا میں نے بھی نہیں لکھا۔ پرچہ نکالنے کا قصد تو ضرور ہے مگر کئی مشکلات حائل ہیں۔ اس نیاز نامے میں اسکا جو ذکر آیا
تھا کہ جب ایسا موقع ہوگا تو آپ کو مجبور کرونگا کہ خریداروں کی فراہمی کی کوشش فرمائیں۔ غزل اصلاح شدہ واپس مرسل ہے
اس میں صرف ایک لفظ بنایا گیا ہے حضرت قبلہ نے بہت تعریف کی ہے اب میں کیا داد دے سکتا ہوں سلطنت حیدرآباد
دکن صانہا اللہ عن الشرور والفتن کا قانون پٹہ یہ ہے کہ اندرون ملک محروسہ سرکار عالی اگر کوئی خط انگریزی ٹکٹ لگا کر ڈالا
جائے تو وہ بیرنگ ہو جائیگا اور ملک غیر سے انگریزی ٹکٹ لگا ہوا جو خط آئیگا بلا وصول محصول مکتوب الیہ کو پہنچا دیا جائے گا
اسی طرح جناب کا خط بلا ادائے محصول مثل اور دوسرے خطوط کے مجھکو وصول ہوتا تھا مگر یہ تیسرا خط ہے کہ مجھکو ہر خط پر ایک آنہ
محصول ادا کرنا پڑ رہا ہے اور اسکا باعث سندیلہ کے پوسٹ آفس کی غلطی ہے یعنی لفافہ پر وہاں کی مہر نہیں ہوتی ہے اسوجہ سے
یہاں کے انگریزی پوسٹ آفس کی مُہر اس پر ثبت ہوتی ہے اور اس سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ خط اندرون ملک حیدرآباد
سے جاری ہو کر تقسیم ہو رہا ہے۔ میں نے آپ کا خط مع لفافہ ناظم صاحب پٹہ حیدرآباد دکن کے پاس روانہ کر دیا ہے تاکہ
اسکے متعلق پوسٹ آفس انگریزی کو مطلع کریں۔ اگر اسپر وہاں سے کوئی کارروائی نہ ہوئی تو وہ لفافہ آپ کی خدمت میں روانہ کردونگا
آپ سندیلہ کے پوسٹ ماسٹر کو دکھا کر متنبہ کر سکتے ہیں۔

آپ کے استفسار کے جواب میں حضرت ارشاد فرماتے ہیں کہ "چمک عام ہے ہر روشنی اور ہر آب و تاب
کی نسبت کہہ سکتے ہیں اور دمک خاص ہے بجلی کے کوندنے یا سونے وغیرہ کے رنگ کی چمک کو کہتے ہیں یہ
بھاکا زبان اُردو میں اس کا استعمال دیکھا نہیں گیا۔

مگر میرے پاس آپ کی جو غزل آئی اسی کی یہ نقل آپ نے بھیجی تھی جو بعد ملاحظہ حضرت قبلہ مرسل ہے گویا اب آپکی کوئی غزل میرے پاس نہیں رہی۔ اخلاص کیش۔ عتیق۔ ۲۱ مارچ سنہ ۱۹۲۳ء

میرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی

(۱)

مکرمی۔ سلام مسنون۔ غزل بعد اصلاح واپس ہے۔ میں نہایت عدیم الفرصت رہتا ہوں اسکے علاوہ مجھے ادعائے شاعری نہیں میں شعر اپنے دل خوش کرنے کے لئے کبھی کبھی کہہ لیتا ہوں مجھسے بدرجہا بہتر و افضل لوگ لکھنؤ میں موجود ہیں بہتر ہے کہ اونکی طرف توجہ کیجیے اور اگر آپ کی تشفی ہو تو گاہے گاہے اس خدمت کو انجام دے سکتا ہوں۔ عزیز

عزیز منزل اشرف آباد لکھنؤ۔ ۲۳ر اکتوبر سنہ ۱۹۱۹ء

(۲)

فانی صاحب نے مجھے اپنی غزل لکھنؤ میں اس طرح میں سنائی تھی خیال ہوتا ہے کہ شاید یہ شعر متوارد ہے۔ دیکھ لیجیگا غزل کے سب شعر عمدہ ہیں سوا ہچکی کی صدا سب جسے سمجھے دم آخر ٹوٹا تھا قفل در زندان تمنا

عزیز۔ ۵ر نومبر سنہ ۱۹۱۹ء

(۳)

مکرمی آپ کی دو غزلیں مجھکو پہونچیں۔ اس حسن ظن کا منت پذیر ہوں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ کثرت مشاغل و قلت فرصت کی وجہ سے میں نے اس کام سے قطعاً احتراز کیا ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ اسکا اہل بھی نہیں ہوں۔ مگر آپ کی دونوں غزلیں میں نے غور سے دیکھیں آپ کی شاعری عام سطح سے بلند تر ہے مجھکو بیحد لذت ملی اور یہی سرور آپ کے کلام کی داد ہے معنی آفرینی کے ساتھ ہر شعر سلجھا ہوا اور ہر لفظ اپنے محل پر یہ باتیں ہر کسی کو نصیب نہیں ہوسکتیں میرے نزدیک آپ کے کسی شعر میں کوئی سقم نہیں مشق سخن جاری رکھئے۔ ہندوستان میں اس رنگ کے کہنے والے معدودے چند اصحاب ہیں۔ شاعری کے متعلق کبھی اپنے خیالات آپ پر ظاہر کرونگا۔ کیا اچھا ہوتا کہ آپ سے کبھی ملاقات ہوجاتی۔

عزیز۔ لکھنؤ۔ اشرف آباد۔ عزیز منزل

۲۷ فروری سنہ ۱۹۲۰ء

(۴)

مہربان من غزل بعد اصلاح واپس ہے پہلی غزل میرے پاس سے گم ہوگئی اوس میں میرے خیال میں اصلاح کی ضرورت نہیں۔ گلکدہ پر کثرت سے ریویو شائع ہوئے ہیں چاہتا ہوں کہ آپ اوس کے متعلق نظم میں اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

عزیز

(۵)

مہربان عزیز۔ آج آپ کی غزل دیکھنے کی نوبت آئی بعد اصلاح واپس ہے نظم موعودہ کا انتظار ہے۔
ایک تذکرہ منتخب شعراے اردو کا لکھ رہا ہوں جسمیں آپ کا نام بھی فہرست انتخاب میں ہے اپنے حالات اور انتخاب کلام بھیجد یجئے۔

عزیز

(۶)

میں نے آپکی فارسی کی غزل روانہ کی اوس کی رسید بھی آپ نے نہیں بھیجی۔ عزیز

(۷)

مہربان من۔ عرصہ کے بعد آپ کا خط آیا۔ جو فنون لطیفہ مقاصد حیات میں معاون نہوں وہ بیکار ہیں۔ میں نے اِس مشغلہ کو محض تفریح طبع کے لئے اختیار کیا تھا۔ مگر اب عدیم الفرصتی سے مجبور ہوں۔ مجھکو شاگرد بنانیکا کبھی شوق نہیں ہوا اسلئے کہ خود ابھی مبتدی ہوں اس سے حتی الوسع احتراز کرتا ہوں ایک اپنی بے مائگی دوسرے عدیم الفرصتی دونوں باتیں مانع ہیں۔
آپ کی نسبت ایک صاحب نے ایک صحبت میں مجھسے تذکرہ کیا کہ وہ سب سے اصلاح لیا کرتے ہیں مجھے یہ خیال تھا کہ کبھی آپ کو لکھونگا کہ یہ طریقہ اچھا نہیں ایک شخص کو منتخب کر لیجیے اسکے نقائص آپ اگر غور کرینگے تو معلوم ہوجائیں گے۔
آپ کا کلام نہایت سنجیدہ اور متین ہوتا ہے پہلی غزل جسکو آپ نے مکرر میرے پاس بھیجدیا اوس میں کوئی اصلاح کی ضرورت نہ تھی خواہ مخواہ شعر میں تصرف کرنے کی ضرورت نہیں۔ شعر کہنا کوئی کسیکو نہیں بتا سکتا، یہ شاعر کے ذوق صحیح اور طبع سلیم کا کام ہے۔ رہی اصلاح اس کی دو صورتیں ہیں (۱) غلطی نکالدینا (۲) حسب موقع ترقی کے الفاظ رکھدینا ابتدا میں یہ ضرورت پیش آتی ہے۔ پس اسکے علاوہ کسی کا شعر کاٹ کر دوسرا شعر لکھدینا یا اوسکے خیال کو بدلکر اپنا خیال نظم کر دینا میرے مذاق میں ہرگز مفید نہیں نہ میں اس پر کاربند ہوں کیونکہ اس سے شاگرد کو کوئی فائدہ نہیں ہوپنچ سکتا بلکہ خود استاد کی مشق بڑھتی ہے
اگر خبر مذکورہ بالا غلط ہو اور کبھی کبھی آپ کچھ بھیجدیا کریں تو میں صرف اسلئے کہ آپ کے کلام سے مسرت ہوتی ہے دیکھ لیا کرونگا۔ اور دوستانہ مشورت دونگا ورنہ عام طور سے میں قطعی انکار کر دیتا ہوں۔ والسلام عزیز

(۸)

مہربانِ من - مدت کے بعد آپ کا عنایت نامہ پہونچا - آپ کی ناسازی مزاج کی مجھکو اطلاع نہ تھی ورنہ استفسار مزاج کرتا گلکدہ کی کوئی جلد باقی نہیں دوسرے ایڈیشن کا انتظار کیجیے۔

آپ اپنا کلام بھیجا کیجیے مگر صرف اس غرض سے کہ میں اوس سے محظوظ ہوں - میں اصلاح سے بہت گریزاں رہتا ہوں آپ کے اصرار سے اس امر کو گوارا کر لیا لیکن چند ماہ ہوے کہ مجھے کان پور جانے کا اتفاق ہوا تھا - اتفاقاً ناطق صاحب سے بھی ملاقات ہوئی اُنہوں نے آپ کی ایک غزل دکھائی جو بغرض اصلاح آپ نے اُن کے پاس بھیجی تھی چونکہ اُن سے آرزو صاحب نے آپ کے واقعات سب بیان کر دیے تھے اسلئے اُنہوں نے مجھ سے دریافت کیا تھا میں نے کہا کہ ہاں کچھ غزلیں میرے پاس بھی آئی تھیں - وہ غزل یہ تھی سے یہ نقش تو دیرپا نہیں ہے - یہ غزل میری بنائی ہوئی تھی - ایسی صورت میں اُمید ہے کہ آپ مجھکو معاف کرینگے اس غزل کے کئی شعر مجھے پسند آئے - خدا آپ کو روزافزوں ترقی دے۔ عزیز لکھنو

(۹)

شفیقی - آپ تاخیر جواب سے بددل نہ ہوا کریں میں بہت عدیم الفرصت رہتا ہوں - اس زمانہ میں تو بیمار رہا - آج آپکی غزلیں خطوط میں دیکھیں واقعی بہت تاخیر ہوگئی - دونوں غزلیں بعد اصلاح بھیجتا ہوں میں نے چند بار آپ کو لکھا کہ آپ کا کلام نہایت سنجیدہ اور متین ہوتا ہے اور ماشاءاللہ بہت سمجھکر آپ کہتے ہیں زیادہ فکر و اصلاح کی ضرورت نہیں - گلکدہ کا دوسرا ایڈیشن نہایت اہتمام سے چھپکر تیار ہوگیا ہے - آپ کے مقدمہ میں چودہری رحم علی صاحب ہاشمی نے میرے تلامذہ میں آپ کا نام بھی لکھدیا ہے آپ کی کتاب ابھی حیدرآباد سے نہیں آئی نہایت تعجب ہے کہ سندیلہ اور لکھنو سے زیادہ فاصلہ نہیں ہے مگر اسوقت تک آپ سے ملاقات کی نوبت نہیں آئی - الفاظ مستفسرہ کا جواب حسب ذیل ہے (۱) میدان محشر یہ ترکیب میری نظر سے گذری نہیں غلط ہونے کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ محشر میں خود ظرفیت موجود ہے لغت میں اسکے معنی جائے گرد آمدن کے ہیں اسکے بعد میدان جسکے معنی مجازاً زمین فراخ کے ہیں اس میں بھی معناً ظرفیت موجود ہے لہذا اخلاف قاعدہ ہے - گو فارسی میں ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں مثلاً منزلگاہ مگر ہر حال میں سند کی ضرورت ہے - آپ کو تصرف کا اور ترکیب بنانیکا کوئی حق حاصل نہیں - تصرف کی بحث کو پھر کبھی مبسوط تحریر کرونگا - یا ملاقات ہوئی تو بیان کرونگا (۲) چمک دمک میں بہت نازک اور خفیف فرق باہم ہے - چمک - روشنی جھلک و تمک درخشندگی ٹمٹماہٹ - چہرے یا سونے کی چمک - چمک دمک رونق اور جھلک - زیب و زینت فروغ - رنگ سونے کی طرح دمک رہا ہے یہاں چمک رہا ہے نہیں بولیں گے - غالباً اب دونوں کا فرق آپ سمجھ گئے ہونگے - آپکی ملاقات کا مشتاق - عزیز

مولینا شوکت علی خاں صاحب فانیؔ بی اے - ایل ایل بی،

(۱)

مکرم بندہ - تسلیم - غزل واپس ارسال خدمت ہی - آپ ماشاء اللہ ترقی کر رہے ہیں، خوب خوب اشعار کہے ہیں، مخدومی سید یعقوب علی صاحب کو میری جانب سے تسلیم کہدیجئے - زیادہ نیاز - نیازمند - فانیؔ

(۲)

عنایت فرمائے بندہ - تسلیم - غزل دیکھکر روانہ کرتا ہوں - آپ کے سوالات کا جواب حسب ذیل ہی -

(۱) محشر میں ظرفیت موجود ہی - محشر بمعنی جائے حشر، اسلئے میدان محشر غلط ہی، میدان حشر کہنا چاہیئے -

(۲) دمک ایک مخصوص قسم کی خفیف چمک کو کہتے ہیں جو بیشتر خارجی اثر کا نتیجہ نہیں ہوتی، چمک عموماً ہر اوس روشنی کو کہہ سکتے ہیں جو بیشتر خارجی اثر کا نتیجہ ہو، ہر دمک ایک قسم کی چمک ہی - ہر چمک کو دمک نہیں کہہ سکتے -

نیازمند فانیؔ

حکیم عابد علی صاحب مرحوم کوثرؔ خیرآبادی

(۱)

ماشاء اللہ، بارک اللہ پوری غزل مرصع صاف عیوب صوری و معنوی سے پاک ہی صرف محو و اثبات نہیں، والسلام، کوثرؔ ناکام از خیرآباد، ۲۴ جنوری ۱۹۲۱ء

(۲)

جامع محامد بیکراں حاوی محاسن فراواں زاد الطافکم - وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ نامہ نامی ولنواز مع غزل اصلاح طلب کل وصول ہو کر کاشف مضامین محبت آگین ہوا، غزل ماشاء اللہ بہت صاف بندش چست ہی - محض تعمیل ارشاد شریف جابجا تصرف کر دیا اگر پسند آئے بحال رکھئے ورنہ وہی الفاظ سابق رہنے دیجئے - والسلام، خیر انجام تشنہ کام کوثرؔ برائے نام ۲۰ فروری ۱۹۲۱ء

(۳)

جائے حسرت بے معنی و بے محل ہی - اس شعر کا مفہوم صاف نہیں - دوسرے مصرعہ میں بیم و رجا کا اجل کے بھیس میں لوٹ لینا صحیح نہیں، اجل کی شکل سراپا بیم ہی، رجا کہاں ہی - ۱۲

(۴)

مہرآور کرم گستر سلامت۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ عنایت نامہ عاطفت طراز مع غزل طرح ہردوئی ملا۔ اس ہفتے میں میرے دو بھانجوں کی شادیاں تھیں۔ کل سب کاموں سے بخیر و خوبی فرصت ہوگئی۔ آج غزل دیکھی بعد محو و اثبات ضروری روانہ کی والسلام باقی ہر طرح خیریت ہے۔ کوثر ناشاد از خیرآباد۔ ۷ اپریل ۱۹۲۱ء

میرزا محمد تقی بیگ صاحب مائل سے پور

(۱)

اعزاز فرمائے بندہ۔ سلام علیک۔ جناب محمد عبدالعلی صاحب شوق۔ نامہ نامی مولانا نواب علی صاحب برق معہ آپکی غزلوں کے ورود ہوا آپ کا کلام نہایت خوب ہے چنداں ضرورت اصلاح کی نہیں معلوم ہوئی مگر ہاں مشورہ کسی سے ہو جایا کرے تو مناسب ہے میرے نزدیک جو مناسب معلوم ہوا وہ تغیر تبدل کر دیا اگر آپ کو پسند آئے رکھئے۔ دوسری یہ گزارش ہے کہ اگر خط و کتابت جاری رکھنی ہو تو اپنے مختصر حالات ذاتی و صفاتی سے مطلع فرمائیے اور مہربانی فرماکر مولانا برق صاحب کو میرا سلام لکھکر یہ تحریر فرمادیں کہ آپ نے جو کسی بزرگ کا دیوان میرے لئے منگایا تھا وہ اب تک نہیں آیا آپ پھر تاکید فرمادیں مجھے پتہ نہیں معلوم ورنہ میں خود لکھدیتا۔ زیادہ والسلام محمد تقی بیگ مائل

(۲)

کرم فرمائے بندہ۔ سلام علیک۔ آپ کے پہلے خط کا جواب مع غزلیات اس خط کے ورود سے دو روز پیشتر روانہ کر چکا ہوں یقین ہے کہ ملاحظہ سے گزرا ہوگا۔ تیسرے شعر میں لفظ عمر پر اضافت ہے یہ طرز آپ کے سخن کو تاثیر سے مبرا کرنے والی ہے جب تک شعر واقعی حالت کا نمود شنہ و خنجر و نشتر کا کام نہیں دیتا اور الفاظ ہمیشہ تاثیر سے محروم رہتے ہیں کلام ناسخ۔ دبیر وغیرہ وغیرہ میرے دعوی کے ثبوت کے لئے کافی ہیں اور کلام سابق غالب بھی میرا گواہ ہے آپ اخلاص برتے گئے تو جو مجھے اُستادوں سے پہونچا ہے پیش کرونگا۔ لیجئے والسلام اب کچہری جاتا ہوں۔ ۳۰ نومبر ۱۹۲۱ء محمد تقی بیگ مائل

میرزا کاظم حسین صاحب محشر لکھنؤ

(۱)

حضرت شوق زاد لطفہٗ۔ تسلیم۔ آپ نے مجھ ناکارہ و ہیچمدان کو اصلاح کلام کے لئے منتخب کیا یہ آپ کی یا تو غلط فہمی ہے

یا حسن ظن اُس کو آپ ہی کی رائے پر چھوڑتا ہوں بہرطور اپنی فہم کے مطابق جو کچھ درست ہو سکا وہ ہوا۔

میرے آپ سے چند سوالات ہیں۔ اوّل یہ کہ آپ کتنے دنوں سے شعر کہتے ہیں، ۲۔ کیا کسی جذبہ خاص سے صرف یہ ایک غزل کہی یا آئندہ بھی کہتے رہئے گا، ۳۔ اگر آپ عرصہ دراز سے شعر کہتے ہیں تو اس سے قبل کس سے اصلاح لی ہے؟ غزل مجھ ہیچدان کے پاس امتحاناً روانہ کی تھی یا واقعی اصلاح لینا منظور ہے۔ خیر یہ سوالات تو ہو چکے حقیقت حال یہ ہے کہ اس غزل کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا مذاق سخن اعلیٰ پیمانہ پر ہے اگر آپ فی ہفتہ ہی ایک غزل کہتے گئے تو انشاء اللہ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ ممتاز شاعر ہونگے آپ کے کلام میں اثر۔ درد اور رنگ سب کچھ موجود ہے۔

نیاز مند محشر عفی عنہ

(۲)

شوق صاحب زاد لطفہٗ۔ میں آپ کی غزل ہمیشہ فرصت کے وقت اور زیادہ فکر سے بناؤنگا اسلئے اس میں دیر ہوئی اور آئندہ بھی عرصہ ہوگا اس سے آپ تنگ دل نہوں علاوہ اسکے اگر ممکن ہو تو میرا کہنا مانئے۔ کیا عجب کہ طبیعت پر ذرا گراں گزرے یعنی ابھی آپ کی ابتدا ہے تخلص بدل دینا چاہئے۔ کیونکہ شوق۔ ہندوستان میں کئی نامی شعرا کا تخلص ہو چکا ہے اور فی الحال رامپور میں منشی احمد علی صاحب شوق بڑے کامل فن شاعر موجود ہیں۔ میں نے آپ کے لئے ناصح تخلص تجویز کیا ہے یا علاوہ شوق کے جو کچھ آپ خود اپنی رائے سے تجویز کریں۔

میری قوت مدرکہ بتاتی ہے کہ آپ تھوڑی محنت میں اور بہت کم عرصہ میں اچھے شاعر ہونگے میں صفحہ ہستی پر رہوں یا نہ رہوں مگر اسکو یاد رکھئے گا۔ کبھی لکھنؤ آنا ہو تو ضرور ملیگا۔ الراقم محشر عفی عنہ

(۳)

زاد لطفہ۔ میں نے تخلص بدلنے کو اسلئے لکھا تھا کہ شوق کئی نامی آدمیوں کا تخلص ہو چکا ہے اور فی الحال موجود ہی کیا فائدہ ابھی دنیائے سخن میں بہت الفاظ موجود ہیں جو غالباً کمتر استعمال ہوئے ہیں۔

اچھا لیجئے۔ خمار، ساقی، گلشن، چمن، ہلال۔

اگر یہ بھی الفاظ مطبوع نہوں تو پھر خود کوئی لفظ تجویز کر لیجئے۔ مگر شوق بدل دینا چاہئے، اگر کبھی آپ لکھنؤ آئیں تو مجھسے ضرور ملئے گا۔ فقط محشر عفی عنہ

(۴)

۱۱۔ اپریل سنہ ۱۹۲۰ء

حبیبی زاد لطفہٗ۔ تسلیم۔ بہت دنوں سے خط و کتابت ترک علاوہ شاعرانہ تحریرات کے اگر صرف دریافت خیریت کی بنا پر خط لکھا جائے تو کیا کوئی گناہ ہے اگر ممکن ہو اپنی صحت مزاج سے اطلاع دیجئے۔ ہاں خوب یاد آیا آپ نے دیوان خورشید محشر طلب کیا تھا لکھئے تو روانہ کردوں۔ فقط الراقم محشر۔ بنجاری ٹولہ۔ لکھنؤ

(۵)

۲۸ اگست سنہ ؁ء

شوق صاحب زاد لطفہٗ۔ کیا پرانی طرحوں میں آپ غزل کہتے ہیں ہمیشہ جدید زمین پر طبع آزمائی کرنا چاہئے بہرصورت غزل اچھی کہی۔ میں نے ایک دوست سے آپ کی نسبت یہ سُنا کہ آپ اپنا ایک ہی کلام مختلف شعراء سے امتحاناً اصلاح لیتے ہیں۔ میں ایک آزاد خیال شخص ہوں۔ مجھے ہرگز اس کا ملال نہیں، ارے بھائی جو اپنی مرضی کے موافق کام آئے وہی مناسب ہے۔ میں شاگردی اور اُستادی کو غلامی نہیں سمجھتا۔ بلکہ جس سے اتحاد مذاق ہو اور جس سے ذوق سلیم درست ہو۔ بس وہی کافی ہے۔ درحقیقت یہ امر جب تک مختلف شعرا کو کلام نہ دکھایا جا دے جانچ پڑتال میں نہیں آسکتا۔ میں اسکو ہرگز ہرگز بُرا نہیں سمجھتا اگر دریافت کرتا ہوں کہ کہاں تک یہ امر صحیح ہے اور اس کا اصل واقعہ کیا ہے۔ جواب ضرور لکھئے گا۔ غالباً دس برس کا زمانہ ہوا ہوگا اسی طرح میں نے بہت بڑا مشاعرہ کیا تھا بہت شعرا باہر کے بھی آئے تھے۔ الراقم محشر عفی عنہٗ

سیّد افتخار حسین صاحب مضطر خیرآبادی سشن جج گوالیار

(۱)

آپ کا خط پہونچا، آپ کی غزل پہونچی۔ میں آج کل بہت بیمار ہوں حالت بیماری میں جی بہلانے کو اسوقت آپ کی غزل سنی جو کچھ خیال ناقص میں آیا درستی کر دی۔ مضطر ۲۰-۱۱-۱۴

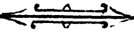
(۲)

الحمدللہ کہ اچھا ہوں۔ اصلاح آپ نے پسند کی یہ آپ کی عقیدت ہے ورنہ آتا جاتا کچھ نہیں ہے۔

مضطر جج گوالیار۔ ۲۰ نومبر سنہ ؁ء

(۳)

میں مندسور بکار سرکار گیا ہوا تھا۔ غزل بعد اصلاح بھیجتا ہوں۔ اس سے پہلے جو غزلیں آئی ہیں وہ بعد کو بھیجونگا
مضطر ۸ / مارچ ۲۱ء



مولوی سید محمد شرف الدین صاحب مومن ٹونک

(۱)

شوق صاحب۔ میں نے آپ کی غزل بڑے شوق سے دیکھی اول اول تو ایک رعب سا چھا گیا کہ میں اس پر کیا اصلاح کروں مگر دوسری تیسری مرتبہ جب نظر کی تو معلوم ہوا کہ آپ نے ردیف بہت سخت اختیار کی ہے اور صرف ردیف کے ثبوت پر نظر رکھکر کہیں کہیں بنانا پڑا ورنہ محو و اثبات کی چنداں ضرورت نہ ہوتی۔

کہیں کہیں مصرع یا کسی ٹکڑے کے نیچے خط کھینچدیا ہے اُس میں آپ مجاز ہیں خواہ میرا بنایا ہوا حصہ رکھیں یا اپنا کہا ہوا ہاں! جہاں کاٹ دیا ہے وہاں میری رائے کے موافق وہی ہونا چاہیے جس کا اثبات میں نے محو کے بعد کیا ہے۔

مجھے معاف کیجئیگا اس مرتبہ علاوہ عدیم الفرصتی کے گھر سے لڑکے اور بھائی کی سخت علالت کی خبر آرہی ہے خود بھی کچھ بیمار سا ہوں۔ ہر کام اسکول سے واپس آنے پر موقوف رکھتا ہوں۔ مگر جب تبخیر اور درد سر لیکر لوٹتا ہوں تو بجز لیٹے اور پڑ رہنے کے اور کچھ نہیں کر سکتا۔ کیا آپ کبھی اپنے اسکول آسکتے ہیں یا اور کبھی ملاقات کا موقع ملنا ممکن ہے۔ خاکسار۔ سید محمد شرف الدین مومن ٹونکی، اسلامیہ ہائی اسکول، اٹاوہ

(۲)

۱۳/ نومبر ۱۲ بجے شب کے۔ محمد شرف الدین

مجی مخلصی۔ السلام علیکم ورحمۃ۔ سہ ماہی امتحان کے دوران میں آپ کی غزلیں پہنچیں تھیں۔ انمیں ایک ایک دو دو شعر کے سوا ایسے اشعار نہ تھے کہ ترمیم کے بعد بھی درست ہو سکتے۔ اصلاح قریب قریب ناممکن تھی آیندہ کسی خط میں تفصیل کرونگا اور قیامت یہ ہے کہ آپ ۹ سے زیادہ شعر کہتے نہیں کہ کچھ انتخاب ہو جائے کچھ محو اثبات ہو جائے

والسلام

(۴)

مجی مخلصی - السلام علیکم ورحمۃ - میں آپ سے بہت نادم ہوں مگر خدا چاہے تو آیندہ تلافی ہو جاے - اٹاوہ چھوڑکر علی گڑھ آیا یہاں مولوی محمد علی صاحب پرنسپل نیشنل مسلم یونیورسٹی کالج کے پاس مقیم ہوں بلکہ دو جماعتوں کو پڑھانے بھی لگا ہوں بالفعل مولانا ناگپور کانگریس میں گئے ہوئے ہیں - براہ قدر افزائی اپنا انچارج بھی واپسی تک مجھے کر گئے ہیں شاید مستقل قیام ہو جاے - اس پتہ پر مراسلت جاری رکھئے - پھر آپ سے کہتا ہوں کہ ذرا طبیعت پر زور دیکر زائد اشعار نکالا کیجئے - ماشاء اللہ خیال میں تلاش اور طبیعت میں باریک بینی کا مادہ کافی معلوم ہوتا ہے تھوڑی سی مشق کے بعد بہت اچھا کہنے لگیں گے - ترکیبوں کو یہ دیکھ لیا کیجئے کہ معنی بھی دیتی ہیں یا نہیں "شمع نصیب" کچھ معنی نہیں دیتا تھا قافیہ کا رنگ بھی کچھ جمتا نہ تھا مگر قلت اشعار کا لحاظ کر کے رہنے دیا ہے اور اصلاح میں کئی رنگ بدلے ہیں جو صورت آپ کے دل نشین ہو وہی رہنے دیجئے - مطلع ثانی کے مصرعہ اولی پورا تھا (مقدر کا لکھا ہو جانا) میں تعقید ہے مگر اس کی پروا نہیں کی گئی پورا ہو جانا بلا فصل ایک جگہ آہی نہیں سکتا لہذا یا تو تمام شعر ہی کو اُڑا دینا چاہیئے یا تعقید کی طرف سے چشم پوشی چاہیئے -

آج صبح سے طبیعت خراب ہی معذور ہوں اس سے زیادہ نہ لکھ سکتا ہوں نہ نظر ثانی کر سکتا ہوں معافی دیجئیگا اور آیندہ تحریر میں دریافت کر لیجئیگا -

دعاگو - سید شرف الدین - ۳۰ دسمبر ۱۹۲۰ء

از نیشنل یونیورسٹی علی گڑھ

ابو العلا حکیم سید سعید احمد صاحب ناطق، کان پور

(۱)

جناب من - آپ کے دونوں خط پہونچے - کاہلی اور عدیم الفرصتی ان دونوں نے جواب میں دیر کرادی - لہذا میں بری الذمہ - اس مرتبہ تو میں نے تعمیل کر دی مگر آیندہ کے لئے دو عذر ہیں - اوّل یہ کہ اگر دو شاعروں میں کوئی جھگڑا ہو - اور مجھ سے فیصلہ طلب کیا جاوے تو لا محالہ ایک کو مجھ سے ملال ہوگا اور یہ میں نہیں چاہتا - رہی اصلاح اس کی بابت یہ قاعدہ کہ جس کا کلام ہو وہ خود اصلاح کے لئے بھیجے - جو مطلع آپ نے اصلاح کے لئے لکھا ہی معلوم نہیں کس کا ہی - اگر آپ کا ہو خیر اور اگر اور کسی کا ہی تو آیندہ ایسا نہ چاہیئے - دوسرے یہ کہ میں اپنے آپ کو ہرگز اس

قابل نہیں سمجھتا۔ کہ کسی کو اصلاح دیسکوں۔ والسلام ناطق

(۲)

مجی۔ سلام سنت الاسلام۔ شرائط شاگردی قابل استفسار نہیں کیونکہ جو جانتا ہے کہ فرائض شاگرد و حقوق اُستاد کیا ہیں۔ اوس کو پوچھنے کی ضرورت نہیں اور جو اُن حقوق اخلاقی سے ناواقف ہو وہ مخاطب صحیح نہیں اوسکو مطلع کرنا ہی بیکار مگر ہاں شاید اس زمانہ میں بعض اساتذہ اپنے تلامذہ پر جدید لگان اور ٹیکس قائم کرتے ہیں شاید اس خیال سے آپ نے پوچھا ہو تو میں اپنے کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ صالحین سلف سے المضاعف قیود و رسوم جاری کروں لہذا میرے آپکے درمیان وہی شرائط ہیں جو اہل علم میں ہمیشہ سے مروج ہیں۔ مگر میں آپ سے یہ سوال کرسکتا ہوں کہ عموماً تمام ہندوستان اور خصوصاً لکھنو کے اساتذہ کو چھوڑ کر مجھ ایسے معمولی شخص کے رو برو زانوے ادب نہ کرنے کی ضرورت کیا واقع ہوئی اگر دوسری غزل بھیجئے گا تو معہ صحیح جواب کے دوسرا امر یہ ہے کہ میں عدیم الفرصت ہوں اس سے میرے تمام دوستوں کو بڑی خاص شکایت ہی جس کی ادنیٰ مثال یہ ہی کہ ایک دوست کا دیوان جو لکھنو کے مشہور شعرا میں ہیں دس برس میں درست ہوا ہے جس میں اصلاح کم تھی انتخاب زیادہ تھا۔ ان تکالیف کو بہت کم لوگ گوارا کرتے ہیں۔ والسلام ناطق

(۳)

یہ غزل آپنے فکر سے نہیں کہی اور اسی میں زیادہ محنت کی ضرورت تھی بعض اشعار میں مصرع کا مصرع سے لگاؤ بہت کم زور ہے۔ اکثر کے مضامین کہنہ اور ریا پامال ہیں اگر اسقام و عیوب درست کروں تو مضمون وہی رہیگا جو کہ معمولی ہے اگر نہ درست کروں تو بعض اشعار قابل نکتہ چینی رہیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ دوسری غزل کہئے اور ہر شعر میں یہ خیال مقدم رکھئے کہ دونوں مصرعے باہم دست و گریباں ہوں وہ رنگ نہ اختیار کیجئے جو آجکل کے خود رو جاہلوں اور ناواقف فن شاعروں کا ہے جو شعرا آجکل کے مصرع لگاتے وقت جدت اور دوری مضمون کا خیال رکھتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ مصرعہ اولیٰ مصرعہ ثانی سے بالکل چسپاں ہی یا نہیں وہ اس فن سے بالکل بیگانہ اور ناآشنا ہیں اگر آپ اون کی پیروی میں قلم اوٹھائیگا تو میں آپ سے معافی مانگ لونگا۔ کیونکہ میرے پاس وقت بہت کم ہے آپ بالکل غلط اور ناموزوں تک مجھے بھیجئے مگر دونوں مصرعوں میں باہم ربط ہو تو میں بہت خوشی سے اُس پر محنت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اگرچہ اس غزل میں مصرعین کی صریحی بے تعلقی ظاہر نہیں ہوتی گر یہ ترشح ہوتا ہے کہ آپ اُن ہی لوگوں کی روش رفتہ رفتہ اختیار کرتے جاتے ہیں لہذا ابھی سے تنبیہ کئے دیتا ہوں تاکہ آیندہ خرابیوں سے محفوظ رہیئے۔ اگر فرصت ہو تو ایک مرتبہ کانپور آئیے ایک گھنٹہ میں زبانی جس قدر کہوں گا اوتنا مہینوں میں نہیں کہہ سکتا۔ ؎ ناطق

ہلاک گردشِ لیل و نہار ہم بھی ہیں
نہ بھولنا ہمیں اے چشمِ یار ہم بھی ہیں

ازل میں جس سے ملائک ہوئے تھے مستِ الست
اوسی نگاہ کے امیدوار ہم بھی ہیں

کچھ اس طرح مجھے بخشا کہ بول اوٹھے زاہد
گناہگاروں میں پروردگار ہم بھی ہیں

وصال میں نہ کرو اپنی بے بسی کا خیال
تمہاری وجہ سے بے اختیار ہم بھی ہیں

چمن سے ہمکو غرض کیا وہ خود ہی رنگِ بہار
جبھی تو پھولوں میں سینہ فگار ہم بھی ہیں

سرسری طور پر یہ چند اشعار لکھ دیے ہیں اس سے مضامین کی ندرت مقصود نہیں کیونکہ اچھی فکر نہیں کی گئی مگر صرف مصرعوں کا باہم مربوط ہونا دکھایا گیا ہے اور غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ باوجود جدت ہونے کے بعض شعر جو اچھے معلوم ہوتے ہیں وہ صرف مصرعوں کے عمدہ لگاؤ کے باعث۔ ناطق

مولانا سید علی حیدر صاحب نظم طباطبائی حیدر آباد

(۱)

عزیز من علیکم السلام۔ میرا زمانہ اب اس کی اجازت نہیں دیتا کہ کسی کو فن شعر میں شاگرد کروں جو لوگ ہمیشہ سے دکھاتے ہیں اون کا کلام بھی مہینوں پڑا رہتا ہے۔ بہت سی تالیفات ناتمام نامکمل پڑی ہوئی ہیں۔ اب چاہتا ہوں کہ اجل مہلت دے تو ان کی اشاعت میرے سامنے ہو جائے اور مجھسے ہو سکے تو اون اجزائے پریشان کی تالیفات و ترتیب و تکمیل کر دوں زمانہ باوجود ناشناسی کے اس کا حاجتمند ہے جو لوگ میرے کلام اور میرے مضامین سے فائدہ اوٹھاتے ہیں میرے تلامذہ میں سے وہی لوگ ہیں جن سے ترقی فن و مہارت شعر کی مجھے اُمید ہے ورنہ غزل میں ایک آدھ شعر کی اصلاح سے چنداں فائدہ مترتب نہیں ہوتا پھر میں کہیں آپ کہیں افادہ استفادہ دونوں باتیں ناممکن ہاں اگر محض انتساب مقصود ہی تو میرے مضامین ادیب الکاتب اور شرح دیوان غالب کو دیکھئے شرح تو لکھنؤ میں چھپ گئی ہے لیکن ادیب الکاتب کے مضامین مختلف رسالوں میں پریشاں ہیں کہیں سے ملجائیں تو مرتب کر کے چھپوا دوں۔

سید علی حیدر طباطبائی۔ بازار نور خاں۔ حیدر آباد دکن

سید نواب علی صاحب ایم اے۔ پرفیسر بڑودہ کالج

(۱)

بڑودہ جامع مسجد۔ ۶ر دسمبر ۱۹۲۶ء

مکرمی السلام علیکم۔ آپ کی غزل واقعی بہت اچھی ہے میں کیا اصلاح دوں لیکن شاید آپ کو عدم توجہی کا شبہ ہو اسلئے ذیل میں جو کچھ لکھوں تو اس کو اصلاح نہ سمجھئے۔ (۱)

جز خواب نہیں وعدۂ باطل کی حقیقت

وعدہ کو اگر پہلے ہی سے باطل کہدیا تو تشبیہ کا اثر کم ہوجاتا ہے اسلئے یا عاشقانہ رنگ میں وعدۂ جاناں کہئے، یا فلسفیانہ رنگ تشکیک میں وعدۂ فردا۔ (۲)

تیری نگہ لطف تھی تمہید محبت

میری نگہ شوق ہے عنوان تمنا

کیا خوب کہا ہے کوئی سقم نہیں لیکن اس شعر کو اور چمکانا چاہتا ہوں آپ کا طرز بیان خبر کی حیثیت سے ہے میں اسکو محذوف کرکے جذبات کے مجسم فوٹو کے طور پر پیش کرتا ہوں آپ اسکو خاص انداز سے پڑھیئے۔

تیری نگہ لطف۔ وہ تمہید محبت   میری نگہ شوق ہے عنوان تمنا

(۳)

اے قافلہ یاس گزر دل میں نہ ہوکر   پامال نہ کر گور غریبان تمنا

"پامال نہ ہو" پڑھئے پھر دیکھئے کیا لطف آتا ہے، العاقل تکفیہ الاشارہ۔ فقط۔ والسلام

نیازمند۔ نواب علی

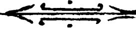
اب آپ سے ہم وطنی کے بنا پر ایک شکایت ہے۔ آپ نے جوابی لفافہ کیوں بھیجا کیا سندیلہ میں اب لڈو نہیں بنتے جو یہ ۔ ٹکٹ آیا ہے۔ شکایت سن کر کہیں پارسل نہ بھیج دیجئے گا، اسکو بصیغۂ امانت رکھئے میں تعطیل گرما میں وطن آکر خود لیلونگا۔ فقط

(۲)

لکھنؤ۔ ۴ر نومبر ۱۹۲۶ء

مکرمی۔ السلام علیکم۔ اکتوبر کے پہلے ہفتہ میں بڑودہ سے روانہ ہوگیا تھا۔ کالج میں ایک ماہ کی تعطیل ہے آپ کے

اشعار اب دیکھنے کا موقع ملا اسلئے جواب میں تاخیر ہوئی۔ میرا قیام ۱۲ نومبر تک رہیگا۔ بچوں کا اب یہاں مستقل قیام ہے اسلئے انشاء اللہ تعالیٰ تعطیلوں میں جلد جلد آنا ہوگا اپنی خیریت اور مفصل حالات سے اطلاع دیجئے۔ فقط والسلام
نیاز مند۔ نواب علی لکھنؤ۔ وزیر گنج۔ خاقان منزل بوساطت سید محمد رضا صاحب جج



مولانا محمد نوح صاحب نارہ ضلع الہ آباد

(۱)

یاد فرمائے نوح۔ زاد لطفہٗ۔ سلام شوق۔ آپ کا محبت نامہ ملا یاد فرمائی کا شکر ادا کرتا ہوں۔ آپ ماشاء اللہ خود بہت اچھا کہتے ہیں۔ میرے خیال میں اصلاح کی کچھ زیادہ ضرورت نہیں جو خامی ہے وہ کچھ دنوں میں خود بخود جاتی رہیگی میں آپ کا شکر گزار ہونگا اگر مجھے منشی التفات رسول صاحب ہاشمی کے حالات سے اطلاع دینگے۔ ۶ دسمبر ۱۹۱۹ء

(مُہر)

ناخدائے سخن تاج الشعراء نوح ناروی جانشین
حضرت داغ دہلوی

(۲)

میرے پیارے دوست۔ سلام نیاز۔ میں گوالیار کی مشاعرہ کی شرکت کی غرض سے گوالیار چلا گیا تھا۔ اس باعث سے جواب میں تاخیر ہوئی۔ میرے لکھنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کا کلام محتاج اصلاح ہے۔ بلکہ یہ مقصود ہے کہ جیسے جیسے مشق سخن بڑھے گی ویسے ویسے آپ اپنے کلام پر خود اصلاح فرماتے رہیں گے۔ یہی دستور ہر شاعر کا ہونا ہی آپ کی غزلیں میں نے دیکھیں اور لطف سخن اٹھا کے بعد انہیں واپس کرتا ہوں، اس سے آپ یہ نہ خیال فرمائیں کہ میں بے توجہی کرتا ہوں فی الحقیقت آپ بہت خوب فرماتے ہیں۔ نوح

(۳)

آپ کی دونوں غزلوں میں تصرف کی ضرورت نہ تھی لیکن آپ کی خاطر سے کہیں کہیں کچھ بنا دیا ہے۔ پہلا دیوان سفینۂ نوح دو بار طبع ہوا۔ لیکن اب کوئی کاپی اُس کی نہیں ہے۔ دوسرا دیوان طوفان نوح مکمل ہو چکا ہے لیکن ابھی طبع نہیں ہوا۔ تیسرا دیوان زیر تصنیف ہی۔ نوح

(۴)

مکرمی سلام شوق۔ میرے دیوان طوفان نوح کی اشاعت کے متعلق میرے شاگردوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم اپنے مصارف سے چھپوائیں گے چنانچہ لوگوں نے ایک فنڈ کھولا ہے آپ بھی چندہ بھیجیں۔ میں یہاں ایک خاص ضرورت سے آیا تھا کل خواہ پرسوں مکان جاؤنگا۔ باقی جس حال میں ہوں قابل شکر الٰہی ہے خدا کرے آپ بھی بخیریت ہوں۔

نوح ناروی از نواب گنج ضلع بارہ بنکی۔ ۲۹ جنوری سنہ ۱۹۲۱ء

(۵)

تمہاری علالت سے رنج اور صحت سے خوشی ہوئی۔ طوفان میرے دوسرے دیوان کو میرے شاگرد اپنے مصارف سے چھپوانا چاہتے ہیں تم بھی حسب توفیق چندہ میں شامل ہو یہ پہلا بار ہے جو ڈالا جاتا ہے۔ نوح

(۶)

مجھے تمہاری علالت کا حال ذرا بھی معلوم نہ تھا خیر خدا کا شکر ہے کہ تم نے مژدہ صحت سنایا۔ اب تک تمہارے چندہ کا انتظار ہے طوفان کی اشاعت میں تم بھی کچھ مدد دو، میرے دوستوں نے اپنے مصارف سے چھپوانیکا قصد کیا ہے۔ نوح

(۷)

مجھے تمہاری امداد کا انتظار ہے۔ نوح

(۸)

مجھے سخت حیرت ہے کہ اب تک آپ نے طوفان کی اشاعت میں کسی قسم کی امداد نہ دی محض معذرت تو کافی نہیں توجہ کرنی چاہیئے۔ نوح

مولانا نیاز محمد خاں صاحب نیاز فتحپوری

(۱)

تاج محل۔ بھوپال۔ ۱۴ر

صدیقی عزیز۔ غزلیں ملیں۔ کس قدر ذہین اور موزون طبیعت آپ نے پائی ہے انشاءاللہ دو چار روز میں اطمینان

سے دیکھکر مشورہ عرض کرونگا۔ یہ صرف رسید ہے کہ آپ زحمت انتظار سے بچیں۔ نیازمند۔ نیازؔ

(۲)

نورمحل بھوپال - ۱۶ر

صدیقی عزیز۔ آپ کی تین غزلیں موصول ہوئیں۔ میں دو مہینہ سے علیل و صاحب فراش ہوں، ورنہ تعمیل ارشاد میں اس قدر تاخیر نہ ہوتی۔ اب حالت نسبتاً بہتر ہوتی جاتی ہے۔ انشاءاللہ اولین لمحہ صحت میں آپ ہی کا کام کرونگا۔

نیازمند۔ نیاز محمد فتحپوری

(۳)

بھوپال - ۲۹ر

نامہ گرامی کا شکریہ۔ الحمدللہ اب اچھا ہوں اور آپ کی خدمت کے لئے حاضر۔ آپ آیندہ جواب کے لئے ٹکٹ نہ بھیجا کیجئے۔ اس کی ضرورت نہیں کسی وقت فرصت سے آپ کی غزلیں نکالکر دیکھونگا۔ بندہ، نیازؔ فتحپوری

(۴)

باموره ریلوے اسٹیشن جی، آئی، پی، ریلوے

شوق صاحب۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کی غزلیں اس وقت پہونچی۔ جب میں نہ تھا واپسی میں غیرمعمولی تاخیر ہوئی اور آپ کے مشاعرہ کی تاریخ گزر گئی۔ یہ غزل آپ نے جی لگا کر نہیں لکھی۔ اگر آپ پیشہ ور شاعر بننا پسند نہیں کرتے تو پھر پابندی طرح و حاضری مشاعرہ کا خیال ترک کر دیجئے اور صرف اُسوقت لکھئے جب جذبات مجبور کرنے لگیں اس صورت میں جو زمین آپ اختیار کرینگے بارآور ہوگی۔ نیازؔ فتحپوری

(۵)

بھوپال ۱۸/۲

مشفقی غزل واپس کرتا ہوں۔ تاوقتیکہ آپ جذبات سے مجبور ہو کر غزل کہنے پر مجبور نہ ہو جائیں یوں کا وشن بیکار ہے۔ سب سے پہلے جو غزل آپ نے روانہ کی تھی وہ یقیناً حدود تغزل کے اندر تھی۔ اسکے بعد آپ کی کوئی غزل اُدٹ اور صنعت سے خالی نہ تھی۔ اور یہی وجہ ہوئی کہ میں متوجہ نہ ہو سکا۔ اگر آپ غور کرینگے تو خود آپ کو اُس غزل کے اسقام معلوم ہو جائینگے۔ مثلاً دوسرے شعر کا دوسرا مصرعہ محاورہ کے خلاف ہے، دیکھئے کا استعمال بالکل غلط ہے۔ یہی ہی کے بعد لفظ نے ضروری ہے اور بجائے دیکھی کے دیکھا ہونا چاہئے۔ اگر غزل کہنا ضروری ہے تو پہلے کہیں محبت

کیجئے اور اگر ہے تو کیسا تعجب ہے کہ آپ غزلوں میں خالص جذبات محبت سے بحث نہیں کرتے بلکہ لکھنؤ کے پامال اور افسردہ آرٹ کی شاعری کو آپ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ نیاز

(۶)

۱۰ جولائی ۳۲ء

عزیزمن۔ چودھری صاحب کی غزل پہونچی۔ شکریہ۔ میدان محشر یقیناً درست نہیں اور نہ کسی کا لکھا سند ہو سکتا ہے۔ چاہے وہ لکھنے والا کوئی بھی ہو۔ نیاز

(۷)

بھوپال

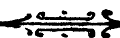
صدیقی۔ نامہ عنایت جسکے ایک ایک لفظ سے بوئے محبت و خلوص آتی ہے۔ ملا حقیقت یہ ہے کہ اسوقت تک آپکی غزلیں واپس نہ کرنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں انھیں رکھکر بھول گیا ہوں۔ باوجود سعی بیہم ابتک نہیں ملیں خدا کے لئے معاف فرمایئے اور بواپسی ڈاک پھر نقل کرکے بھیجدیجئے تاکہ میں اسی وقت دیکھکر واپس کردوں۔

مجوب۔ نیاز

(۸)

بھوپال۔

عزیزم سلمہٗ۔ غزلیں ملیں ۹ کو کشمیر جا رہا ہوں انہیں ساتھ لیجاؤں گا شاید وہاں کی فضائیں۔ جذبات شعرخوانی از سر نو زندہ ہوجائیں اور میں زیادہ لطف سے آپ کی غزلوں کا مطالعہ کرسکوں۔ نیاز مند۔ نیاز



سید رضا علی صاحب وحشت ام، آر، اے، ایس رئیس کلکتہ

(۱)

۲-۱-۲، دلکشا اسٹریٹ ٹالی گنج کلکتہ۔ ۶ر اکتوبر ۱۹۳۱ء

عزیز محترم۔ السلام علیکم۔ گرامی نامہ مع غزلوں کے موصول ہوا نہایت شرمندہ ہوتا ہوں کہ اس سے قبل رسید نہیں لکھ سکا بوجہ عدیم الفرصت رہتا ہوں خدا خدا کرکے آج کچھ وقت ملا ہے اکثر احباب کے خطوط عرصہ سے آکر پڑے

تھے - اس وقت جواب لکھ رہا ہوں - آپ کا کلام ماشاء اللہ بہت خوب اور پُر اثر ہے - مجھ جیسے کم سواد کی اصلاح کا محتاج نہیں لیکن ازراہ امتثال امر میں نے کہیں کہیں ترمیم کر دی ہے خطوں کو رجسٹری کر کے بھیجنے کی مطلق ضرورت نہیں ڈاک کا انتظام یہاں پوری طرح قابل اطمینان ہے ٹکٹ ملفوف نہ بھیجیں چونکہ میں اس کا روادار نہیں ہوں لہذا جو ٹکٹ آیا تھا اُسے واپس کرتا ہوں - امید کہ آپ بُرا نہ مانینگے - والسلام خیراندیش - وحشت

(۲)

کلکتہ ۲۳ جون ۱۹۲۲ء

عزیز محترم - تسلیم - معاف فرمائیگا آپ کی غزل دیر سے روانہ کر رہا ہوں کچھ دنوں میں بیمار رہا اور جب اچھا ہوا تو دنیا کے دھندوں پھنسا - فرصت بالکل عنقا ہے آج خدا خدا کر کے کچھ وقت ملا تو آپ کی غزل دیکھی آپ کا کلام نہایت دلکش ہوتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ میری اصلاح کا کسی طرح محتاج نہیں محض ازراہ امتثال امر کہیں کہیں کچھ ترمیم کر دیا کرتا ہوں - امید ہے کہ آپ مع الخیر والعافیت ہونگے - خیراندیش - وحشت

(۳)

کلکتہ ۱۰ جنوری ۱۹۲۲ء

کرم فرمائے من تسلیم - بخدا آپ کا کلام اتنا اچھا ہوتا ہے کہ میں ترمیم کر کے اُسکو بگاڑنا نہیں چاہتا - دونوں غزلیں بے مثل ہیں اصلاح سے بالکل مستغنی - افسوس ہے کہ میں نے جواب لکھنے میں بڑی دیر کی مجبور تھا - میری ایک لڑکی سخت علیل تھی - میں بیحد پریشان تھا - خدا کا اب فضل ہوا ہے اب اُس کی زندگی کی کچھ اُمید بندھی ہے - اُمید ہے کہ آپ مع الخیر ہونگے - نیازمند - وحشت

(۴)

دلکشا اسٹریٹ کلکتہ - ۷ فروری ۱۹۲۳ء

عزیز محترم - تسلیم - کیا لکھوں کچھ لکھا نہیں جاتا جس کی صحت یابی کا مژدہ سننے کے آپ منتظر تھے اُس نے اس دارفانی سے رحلت کی - میں نے صبر کا پتھر چھاتی پر رکھ لیا - مرضی مولیٰ برہمہ اولیٰ - نیازمند وحشت

(۵)

۲-۱-۲ ؛ دلکشا اسٹریٹ کلکتہ ۱۲ مارچ ۱۹۲۳ء

عزیز محترم - السلام علیکم - آج مدت کے بعد اپنے کرم فرماؤں کی غزلیں دیکھنے بیٹھا - تو آپ کی بھی ایک غزل نظر پڑی

ندامت ہوئی کہ اتنے عرصہ تک طاق نسیاں پر دہری رہ گئی بغرض اصلاح نظر ڈالی تو اسقام وعیوب سے پاک تھی دو جگہہ تھوڑی سی ترمیم کردی۔ اس ڈر سے کہ کہیں آپ یہ نہ خیال کریں کہ میں نے توجہ نہ کی" بارہا گفتہ ام و بار دیگر می گویم" کہ آپ کا کلام محتاج اصلاح نہیں ہے کم از کم مجھ جیسا قلیل البضاعت شخص اس پر اصلاح دینے کے قابل نہیں ہے۔ آپ اپنی غزلیں باطمینان تمام داخل بیاض کریں۔ مشاعروں میں پڑہیں۔ آپ نے چمک دمک کے مابہ الامتیاز کو دریافت فرمایا ہے۔ دمک بجائے خود مستعمل کم ہے چمک کے ساتھ ہی اس کا استعمال ہوتا ہے۔ جیسے چال ڈھال دیکھ بھال۔ نہ ڈہال بجائے خود مستعمل ہے نہ بھال۔ امید کہ آپ مع الخیر ہونگے۔ نیاز مند۔ وحشت

(۶)

۲-۱-۲، دلکشا اسٹریٹ کلکتہ ۹ر مارچ ۱۹۲۳ء

عزیز محترم۔ السلام علیکم۔ کل آپ کی غزل بھیجدی۔ لیکن یہ یاد نہ رہا کہ آپ نے میرے دیوان کے متعلق دریافت کیا تھا کہ کہاں سے مل سکتا ہے۔ دیوان میرا ذیل کے پتے سے دستیاب ہوگا۔

دائرۂ ادبیہ۔ یحییٰ گنج لکھنؤ نیاز کیش وحشت

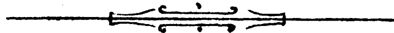
(۷)

۲-۱-۲، دلکشا اسٹریٹ کلکتہ ۱۴ر اپریل ۱۹۲۳ء

عزیز محترم۔ السلام علیکم۔ آپ کی دو غزلیں ملفوف۔ اصلاح کی محتاج نہ تھیں، عرصۂ محشر اگرچہ مروج ہے اور خود میرے دیوان میں ہے لیکن قابل تقلید نہیں۔ شعراء نے بہت سی باتوں کو جو قابل تسلیم نہیں رواج دیدیا ہے۔ تحقیق سے اب کون کام لیتا ہے زمانہ حال کے اساتذہ میں سے جس کا کلام اُٹھا کر دیکھئے عیوب و اسقام سے مملو ہے۔ خاکسار، وحشت

(۸)

عزیزی۔ میدان محشر میں جو آپ کو شک ہے وہ بجا ہے۔ کیونکہ محشر اسم ظرف ہے یعنی وہ جگہہ جہاں حشر ہو۔ لہذا۔ میدان کا لفظ زیادہ ہے۔ میدان حشر۔ عرصۂ حشر صحیح ہیں۔ وحشت



مولوی عبداللطیف صاحب یکتاؔ۔ جاورہ سنٹرل انڈیا

(۱)

نوازش فرما تسلیم۔ اندنوں فرصت کی کمی معمول سے زیادہ بڑھ گئی اسلئے تعمیل ارشاد میں دیر ہوئی معاف فرمائیے۔ حضرت فتنہ غریب خانہ پر شروع ستمبر تک قیام پذیر رہے اور پھر ریاست ہائے راجگڈھ، نرسنگھ گڈھ کھلچی پور وغیرہ تشریف لے گئے۔ وعدہ یہ تھا کہ سلسلہ خط وکتابت کا جاری رہیگا یا تو الکریم اذا وعد وفا۔ کا فرمان یاد نہ رہا یا بیان کی ناکامی کو کسی تاریک پہلو پر محمول کیا۔

میں شروع اگست سنہ ۱۹۲۰ء مجسٹریٹ درجہ اوّل ہوگیا ہوں۔ یہ خدا کی بندہ نوازیاں ہیں ورنہ "من آنم کہ من دانم" تیسری غزل بھی زیر نظر ہے جلد ملاحظہ سے گزریگی۔ انشاء اللہ۔

خاکسار۔ یکتاؔ۔ از گلشن آباد عرف جاورہ سنٹرل انڈیا۔ ۲۱ اکتوبر سنہ ۱۹۲۰ء

(۲)

بندہ نواز۔ نسب کے اعتبار سے میں سید نہیں ہوں، آیندہ خیال رہے۔ فتنہ تو آجکل ہندوستان بھر میں ہر جگہ ہے۔ پھر فتنہ کی اطلاع ہونا یعنی چہ، اُمید ہے کہ اب صحت پوری طور پر عود کر آئی ہوگی۔ زیادہ، زیادہ

خاکسار۔ یکتاؔ

تبصرہ

ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے قلم سے

ایک وہ زمانہ تھا کہ ہندوستان میں فارسی کا دَور دَورہ تھا، اور کچھ شہروں ہی میں نہیں چھوٹے چھوٹے قصبوں تک میں نظم و نثر کے اساتذہ کثرت سے موجود تھے اور ہر اُستاد کے شاگردوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ اُس زمانے کے نوجوان اپنی عمر کے عزیز ترین وقت کو مشقِ سخن میں صرف کرتے اور نظم اور نثر کے ایک ایک نکتے کو اُستاد سے حل کرتے۔ جب اُردو شاعری کو عروج ہوا تو اِدھر بھی تھوڑے ہی دنوں میں اساتذۂ فن کا ایک بڑا گروہ پیدا ہو گیا، بلکہ فارسی شعر شاعری سے بڑھ کر اُردو کا چرچا ہونے لگا مگر اُردو نثر کی طرف کسی نے رُخ نہ کیا۔ جو لوگ اُردو ہی میں شعر کہتے وہ بھی جب کبھی نثر لکھتے تو فارسی ہی۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مشق و اصلاح کے دائرے سے نثر مطلقاً خارج رہی مگر اُردو شعر پر اصلاح لینے والوں اور اصلاح دینے والوں کا ایک ممتاز گروہ پیدا ہو گیا اور خوشی اور شکر کا مقام ہے کہ اس انحطاط کے زمانے میں بھی یہ مبارک سلسلہ جاری ہے۔ کچھ اوپر سو برس ہوئے کہ اُردو نثر کی طرف بھی توجہ ہوئی۔ پہلے مقفّیٰ اور مسجع عبارت بالکل فارسی کے قدم بقدم لکھی گئی اور ایک مدت تک یہ رنگ جاری رہا، غالب نے جہاں اُردو شعر میں فارسیت کا گہرا اور شوخ رنگ دے کے اُردو شاعری کو ایک شان دے دی، وہاں سیدھی سادھی اُردو لکھ کے اُردو نثر کی بنیاد ڈالی۔ افسوس یہ ہے کہ سادہ اُردو نثر کو عام طور پر لوگوں نے اِس قابل نہ سمجھا کہ اُس کی طرف پوری توجہ اور اُس کی اصلاح میں جتنی چاہیے تھی کوشش کرتے۔ اِسی کا خمیازہ ہے کہ آج نثر کی جو کتاب اُٹھا کے دیکھیے خرابیوں اور غلطیوں سے لبریز ہے۔

نثر کی یہ ناگفتہ بہ حالت دیکھ کے بہت ہی غنیمت معلوم ہوتا ہے کہ نظم کے سنوارنے والے خدا کے فضل سے اب بھی موجود ہیں۔ افسوس اسی قدر ہے کہ سیکڑوں اساتذۂ فن کی مفید اصلاحیں شاگردوں کے ایک چھوٹے سے دائرے

تک محدود رہیں یا اُن کے شائع کرنے کا بہت کم کسی کو خیال ہوا - ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے صفدر مرزا پوری نے بہت تلاش اور کوشش سے کچھ اصلاحیں جمع کیں اور اُن کو "مشاطۂ سخن" کے نام سے کتاب کی شکل میں شایع کر کے اُردو پر بڑا احسان کیا - اور اب شوق سندیلوی کی اعجوبہ کتاب "اصلاحِ سخن" چھپ کر نکلنے کو ہے "اعجوبہ" اسلیئے کہتا ہوں کہ اس کتاب میں ایک ایک شعر پر کئی کئی اُستادوں کی اصلاحیں درج ہیں اور یہ بلاشبہ ایک بدعت ہے جسے عموماً لوگ شاید "بدعتِ سیئہ" کہیں گے اور حضراتِ اساتذہ کی شان میں گستاخی قرار دیں گے، لیکن اگر انصاف کی آنکھ سے دیکھیے تو شوق صاحب کی یہ جدّت نہ تو بدعتِ سیئہ ہے نہ اُستادوں کی شان میں گستاخی - یہ تو ایک ایسی بدعتِ حسنہ ہے جس کا شکر کرنا اُردو کے ہر قدر شناس پر واجب ہے - مؤلف کی سعی بلیغ کی داد دینا چاہیے کہ اُنھوں نے ایک دو نہیں، پچیس تیس نامور اُستادوں کی طبع آزمائیوں کو یکجا کر کے ایک عجیب مجموعہ پیش کیا ہے جس سے اپنی قابلیت کے مطابق ہر مبتدی و منتہی، مستفید و محظوظ ہو سکتا ہے مختلف اصلاحوں پر ذرا سا غور کرنے سے شعر کے سارے حسن و قبح واضح ہو جاتے ہیں اور اصلاح کے اُصول نظر کے سامنے آجاتے ہیں -

اکثر اُستادوں کے اصلاح دینے کا ڈھنگ یہ ہے کہ کوئی سقم دکھائی دیا تو لفظوں کو ہیر پھیر کے ٹھیک کر دیا اس سے کام نہ چلا تو پورے شعر کو کاٹ کے اپنی طرف سے شاگرد کو ایک تازہ شعر عطا فرما دیا - چلیے غزل بن گئی اور مشاعرے کی محفل گرم ہو گئی، مگر سچ پوچھیے تو شاگرد کو نفع واجبی ہی واجبی ہوا - بخلاف اس کے دوسرے حضرات کا طرز یہ ہے کہ غلطیوں اور عیبوں سے شاگرد کو متنبہ کر دیا اور شاگرد ہی سے غزل کو ٹھیک کروا دیا - یہ دوسرا طریقہ یقیناً زیادہ بہتر ہے لیکن زیادہ وقت اور اطمینان چاہتا ہے - اس بات کو بھی نہ بھولنا چاہیے کہ اُستادوں کی طبیعتوں اور رایوں میں بھی تو فرق ہونا ضروری ہے - ایک کے نزدیک اسی قدر اصلاح کافی ہے کہ نحوی اور عروضی غلطیاں دُور ہو جائیں، دوسرا اس پر بس نہیں کرتا بلکہ چاہتا ہے کہ اُس کا ہر شاگرد میرو میرزا سے ٹکر لے "اصلاحِ سخن" میں یہ سب رنگ دکھائی دیتے ہیں - بعض حضرات جیسے جلیل، ریاض، شاد، عزیز، فانی وغیرہ شاگرد کے شعر میں کم سے کم تصرف کرتے ہیں، مگر جہاں قلم لگا دیتے ہیں ادنیٰ تغیّر سے شعر کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتے ہیں - وجوہ اصلاح کے بیان کرنے کو بے ضرورت جانتے ہیں اسلیے کہ سمجھنے والا یوں بھی سمجھ لے گا اور نہ سمجھنے والا شاگردی کے قابل نہیں - دوسرے حضرات جہاں کہیں ضرورت دیکھتے ہیں دلائل بھی لکھ دیتے ہیں - اِس خصوص میں آرزو، باقی، بیخود موہانی، شوق قدوائی، نیاز، وحشت اور دیگر حضرات کی تشریح و تنبیہ خاص توجہ کے قابل ہوتی ہے - اِن تشریحوں کے ساتھ ساتھ اصلاحوں کو دیکھیے تو اصلاحوں کی قدر و قیمت یقیناً دوبالا ہو جاتی ہے - مثلاً اِس شعر پر:

آج پورا تھا مقدر کا لکھا ہو جانا　　یوں ترے عشق میں انگشت نما ہو جانا　(ص ۳)

پہلے وحشت کی تشریح ملاحظہ کیجیے اور پھر آرزو کی اصلاح کا لطف اُٹھائیے کیا خوب گرہ لگائی ہے :

آرزو　[میری تقدیر کو چمکا کے بنا دے گا ہلال]　یوں ترے عشق میں انگشت نما ہو جانا

اسی سلسلے میں چند اور گرہیں بھی ملاحظہ ہوں :-

جلیل　[کیا بگڑنے کی ادا تھی کہ قضا بن کے رہی]　روٹھنا اُن کا، اِدھر دم کا خفا ہو جانا　(ص ۱۱)

ریاض　[کیا برابر کا دیا ہے دمِ آخر نے جواب]　روٹھنا اُن کا، اِدھر دم کا خفا ہو جانا　(ص ۱۱)

آرزو　[پھیر قسمت کا ہی اُس زلف کی اُلفت، ای شوق!]　نہ خدا کے لیے محصورِ بلا ہو جانا　(ص ۱۱)

نوح　[اُنگلی کا کل کو کہیں چھیڑ کے، ای حضرتِ شوق!]　نہ خدا کے لیے محصورِ بلا ہو جانا　(ص ۱۳)

آرزو　[قبر سے اُٹھا بگولا بن کے یوں وحشی ترا]　گرد جسکے سامنے آشوبِ محشر ہو گیا　(ص ۳۲)

اب کچھ اور اصلاحیں بھی ملاحظہ ہوں :-

شاگرد کا شعر تھا

(۱) بوی خونِ دل عاشق تو نہیں چھپ سکتی　　گو بہت سہل ہے ہمرنگِ حنا ہو جانا　(ص ۴)

اس پر خوب اصلاحیں ہوئی ہیں لیکن شعر میں جو سب سے بڑی خرابی تھی اُس کی طرف کم توجہ ہوئی وہ یہ کہ پہلے مصرعے میں ایک فارسی اضافت نے مضمون کو سُست اور شعر کو نکما کر رکھا تھا، اِس لیئے کہ "بو" کے "ہمرنگِ حنا ہو جانے" کا دھوکا ہوتا تھا اور یہ خود شاعر کے بھی پیش نظر نہ تھا۔ اِس خرابی کو چند اصلاحوں نے یوں دُور کیا ہے :

مضطر: [خونِ عاشق سے وہ کہتے ہیں کہ تو حشر کے دن
دو گھڑی کے لیے] ہمرنگِ حنا ہو جانا　(ص ۴)

حضرت مضطر نے اِس شعر کو بالکل اپنے رنگ میں رنگ دیا۔

حضرت مومن نے "بو" کے مقابلے میں "رنگ" کا لفظ دوسرے مصرعے میں داخل کر کے شعر کر بنایا ہے :

مومن　--------- (۱) [سہل ہے رنگ کا] ہمرنگِ حنا ہو جانا　(ص ۵)

"　--------- (۲) [یہ بھی کیا رنگ کا ہو رنگِ] حنا ہو جانا　(")

حضرت نیاز نے پہلے مصرعے کو بدل کے شعر کو شعر بنا دیا :

نیاز : بوئے خوں [اے دلِ پامال ! کہاں جاءے گی ؟
تجھ کو تو] سہل ہے ہمرنگِ حنا ہو جانا (ص ۵)

ماشاء اللہ۔

(۲) دیکھ ظالم، تیرے فریادی نے وقتِ بازپرس وہ ہوا باندھی کہ سم میدان محشر ہوگیا (ص ۳۰)

اِس شعر میں سم کے لفظ کو سوا پانچ صاحبوں (آرزو، بیخود موہانی، شاد، صفی، عزیز) کے سب ہی نے غلط تصور کیا۔ بعض اصلاحوں میں "صُم"، بنا یا گیا اور بعض میں "سُن"، اور بعضوں نے "سَم" (زہر کے معنوں میں) جان کر یہ فرمایا کہ "میدان محشر سَم نہیں ہو سکتا، مسموم ہو سکتا ہے"۔ اِن مشوروں کے سمجھنے سے میں قاصر ہوں۔ "صُم"، اُردو میں بولا ہی کہاں جاتا ہے، سوا "گم صُم"، "یا صُمٌّ بُکمٌ"، کے اور "میدان"، کو "صُم"، کہنا بھی محاورے سے بعید ہے اور "میدان" کا "مسموم"، ہونا تو کوئی معنی ہی نہیں رکھتا۔ "سُن"، بھی میدان کے لیے نہیں بولتے، ہاتھ، پانو، کا "سُن"، ہو جانا البتہ سُنا ہے اور میدان کا "سُن سان"، ہونا۔

میں نے جہاں تک غور اور تحقیق کی شاعر کا مقصود ہے موسیقی کا "سَم"، اور اِس لحاظ سے مصرعہ نہایت خوب ہے۔

(۳) آہ ظالم ہو چکی اِک منتظر کی آنکھ بند اب ترا آنا نہ آنا سب برابر ہوگیا (ص ۳۲)

سبحان اللہ۔ دوسرے مصرعے میں کسی قسم کا تصرف کرنا سخت ظلم ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت شفق کے اعتراض کو کیا کہوں

(۴) "زاہد بدبیں"، والے شعر پر حضرت ریاض کی اصلاح کا کیا کہنا، فرماتے ہیں :

پڑ گئی زاہد کی شاید آنکھ للچائی ہوئی ٹکڑے ٹکڑے ہاتھ میں ساقی کے ساغر ہوگیا (ص ۳۲)

اور حضرات نے بھی خوب خوب اصلاحیں دی ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ بگڑے ہوئے شعر کو کن کن تدبیروں سے سنبھالتے ہیں۔

(۵) اب کہاں ہے وہ جوانی کا طلسم دل فریب اِک تماشا تھا، کہ جو اے شوق! شب بھر ہوگیا (ص ۳۶)

شعر خوب تھا مگر "کہ جو"، نے سارا مزا کرکرا کر دیا۔ آرزو، اطہر، سائل، شاد، اور فانی کی اصلاحوں نے مختلف پہلوؤں سے شعر کی کمزوریوں کو دور کیا ہے بعض صاحبوں کو "شب بھر"، پر اعتراض ہے، چنانچہ حضرت آس

فرماتے ہیں: "شپر" کا التباس ہوتا"، ہے۔ اِس قسم کے وہمی التباسوں پر اگر لحاظ کیجیے تو اِس کثرت سے لفظوں اور ترکیبوں کو ترک کرنا پڑے گا کہ اُردو بیچاری آدھی بھی نہ رہے گی احسن صاحب نے دوسرے مصرعے کو یوں بنایا ہے "اِک تماشا تھا جو حسبِ شوق دن بھر ہو گیا"، اِس میں (گستاخی معاف) ایک تو "دن"، کا لفظ کچھ زیادہ برمحل نہیں، دوسرے "حسبِ شوق"، کچھ برائے بیت سا معلوم ہوتا ہے اور حضرتِ احسن کو تو اور بھی اِس ترکیب سے پرہیز لازم تھا اِس لیے کہ صاحبِ شعر کا تخلص بھی تو شوق ہی ہے پس "حسبِ شوق"، سے "ہنس بے شوق"، کا "پہلو"، نکلتا ہے اور وہی "دلت بر سرت"، والا مضمون ہوا جاتا ہے۔

(۶) یہی دو حرف آہِ سرد کے شرحِ غمِ دل ہیں   طویل اک داستاں ہے جس کو تم نے مختصر جانا

(ص ۴۴)

حضرتِ شفق کا اعتراض کہ "سرد کی قید لگانے سے دو حرف نہیں باقی رہتے"، کچھ زیادہ حق بجانب نہیں معلوم ہوتا ظاہر ہے کہ اِس شعر میں "حرف"، نحو کی اصطلاح کے طور پر استعمال نہیں ہوا ہے۔ عربی، فارسی، اُردو، تینوں زبانوں میں حرف "لفظ"، اور "بات"، وغیرہ کے معنوں میں بھی مستعمل ہے۔ خواجہ حافظ کا شعر تو بہت ہی مشہور ہے:-

آسائشِ دو گیتی تفسیرِ این دو حرف است   با دوستاں تلطف، با دشمناں مدارا

(۷) خندہ زن مجھ پہ مری خوبی تقدیر۔ الخ۔ (ص ۶۵)۔ نہایت خوب۔

ذرا سے تغیر سے حضرت ریاض نے شعر کو کتنا بلند کر دیا ہے:-

منتشر پھر کہیں شیرازۂ تدبیر نہ ہو   خندہ زن اور بھی مجھ پر مری تقدیر نہ ہو

(۸) کیوں اُلجھتے ہو۔۔۔۔۔ الخ۔ (ص ۶۵) اچھا شعر ہے۔

حضرات اساتذہ نے اسے خوب خوب سنوارا ہے، (احسن و جلیل، شاد)۔ وحشت نے کیا خوب مصرع لگایا ہے:

وحشت [ہے شکن در شکن آج آپ کی زلفِ برہم]   کہیں یہ بھی مری بگڑی ہوئی تقدیر نہ ہو۔ (ص ۶۶)

(۹) اِس شعر میں:

یہ دل کے بہلنے کی تدبیر نظر آئی   بند آنکھ جو کی، تیری تصویر نظر آئی۔ (ص ۹۰)

حضرت ریاض اور حضرت نیاز نے "یہ"، کی جگہ "دل کیا"، بنا دیا ہے۔ بس اتنی ہی گنجایش اصلاح کی تھی۔

(۱۰) یہ ہنس کر منہ چھپا لینے نے تیرے ذبح کر ڈالا اے میٹھی چھری ظالم ادا سے شرمگیں نکلی (ص ۹۹)

اِس شعر پر تقریباً سب اصلاحیں ایسی ہیں کہ دو ایک لفظ بدل دیئے گئے ہیں سوا حضرتِ ریاض کے شعر کے جسے گویا "عطیہ" سمجھنا چاہیے:

بھری محفل میں تیری آنکھ کیا تھی؟ کیا ہے خلوت میں؟
جسے ہم شوخ سمجھے تھے، بہت ہی شرمگیں نکلی

اِس لاجواب شعر کی تعریف کیوں کر ہو؟

(۱۱) مقام افسوس کا ہے مجھ پہ دے دی جس نے جان آخر
نہ اُس کے واسطے دل سے ترے دو گز زمیں نکلی (ص ۹۹)

شاعر کا معشوق، قبرستان کا مجاور ہو گا۔

"کوچہ" یا "گلی" کا لفظ لا کر بعض حضرات نے شعر کے عیب کو رفع کر دیا ہے۔

(۱۲) نگاہِ شوق کی گرمی سے اُڑ جاتا ہے رنگ اُس کا تری تصویر تجھ سے بھی زیادہ نازنیں نکلی (ص ۱۰۲)

کیا اچھا شعر ہے۔

یہ چند مثالیں مُشت نمونہ ہیں۔ "اصلاحِ سخن" اِسی قسم کی سیکڑوں خوبیوں سے پُر ہے مگر پھر بھی یہ ضرور کہوں گا کہ بعض اصلاحوں اور مشوروں میں تامّل کی گنجائش ہے:-

(۱) صفحہ ۷، سطر ۱۹: کس کا "ہدفِ تیرِ قضا ہو جانا" مقصود ہے؟ میرا یا تمہارا؟ اِس موقع پر متکلم کی ضمیر کا ظاہر کرنا ضروری تھا۔

(۲) ص ۲۷، س ۱۹: "کہ جو" میں سے ایک لفظ کافی تھا۔

(۳) ص ۳۲، س ۶: "ایک ہی آنکھ ..... الخ" یہ اعتراض اعتنا کے قابل نہیں۔

(۴) ص ۳۶، اخیر سطر: "یہ" کا تو شاید محل نہیں۔ یہی حال ہے ص ۱۴۱ س ۱۲ کے پہلے "یہ" کا۔

(۵) ص ۵۲، ؍ ؍ : "رنگ" اور "روپ" کے درمیان میں فارسی عطف کی گنجائش کہاں۔ کیا عجب کہ یہ حضرت کاتب کی اصلاح ہو۔ "رنگ روپ" میں تو کسی عطفِ لفظی کا داخل کرنا جائز نہیں۔ اِسی طرح اُدھیڑ بُن، کھیل کود، رنگ روغن، ہاتھ پاؤں، ڈیل ڈول، دیکھ بھال، جانچ پرتال وغیرہ۔ اور "رنگ روپ" میں تو یوں بھی فارسی عطف نہیں آ سکتا کہ پہلا لفظ فارسی مگر دوسرا ہندی ہے۔

(۶) ص ۹۰، س ۱۱: "رنجیں کی جاتے ہیں" اِس جملے میں "کی" فعل ہے، اِس کی ی کو پوری آواز کے ساتھ ظاہر ہونا چاہیے۔

(۷) ص ۹۸، س ۶: تنافر کا عیب تھا کہاں؟

(۸) ص ۹۸، س ۲۰: "مگر" حرفِ شرط نہیں، حرفِ تردید ہے۔

(۹) ص ۱۱۶، س ۱۱: "اگر ہستی کی یاے تحتانی کو ذرا زور دے کر پڑھیے" یہ تو درست نہیں۔ اِس عبارت کو یوں ہونا چاہیے تھا "اگر کا کے الف کو پورا کھینچ کر پڑھیے":

(۱۰) ص ۱۲۳، س ۲: طبیب تو دل پر ہاتھ رکھتے ہیں، اناڑی نہ رکھے تو نہ رکھے۔

(۱۱) ص ۱۲۴، س ۱۳: "یہ گلا" سے کون سا گلہ مقصود ہے؟ اِس سے تو شاگرد ہی بیچارے کا شعر زیادہ صاف تھا۔

(۱۲) ص ۱۳۰، س ۲: "وابستۂ حق سوا خدا کے دلدادہ ما سوا نہیں ہے"

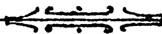
اِس شعر کو بار بار پڑھا مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ معما ہے یا چیستاں یا کوئی منطقی مغالطہ۔ توبہ توبہ، خدا کو ما سوا میں شمار کیجیے یا خدا کو، نعوذ باللہ، وابستۂ حق سمجھیے تو جملے کی ترکیبِ لفظی ہو سکے مگر پھر آخر مطلب کہاں سے لائیے اور معنی کیوں کر پیدا کیجیے؟

(۱۳) ص ۱۳۹، س ۱۵: اُردو میں "خوشخبری" ہی بولتے ہیں۔

(۱۴) ص ۱۴۷، س ۱۰: (نیز ص ۱۸، اخیر سطر): اِس قسم کی رائیں ہرگز اعتنا کے قابل نہیں۔

یہ جو چودہ، پندرہ چیزیں بیان ہوئیں اِن کو "اصلاحِ سخن" کے عیب نہ سمجھنا چاہیے۔ یہ تو اُس کے رُخِ زیبا کے خال ہیں اور جو کہیں کوئی خال بڑھ کے مسا ہو گیا ہے تو اُسے النّادِرُ کالمعدوم تصور کرنا چاہیے۔

حضرتِ شوق کو اِس نامۂ شگرف کی اشاعت مبارک ہو اور خدا کرے وہ ایسی بہت سی تالیفیں شائع کر کے اُردو کے شیدائیوں کو زیر بارِ احسان کریں۔



تبصرہ

اگلے وقتوں کے لوگ کہتے تھے کہ خدا ایک، پیر ایک، اُستاد ایک، "یک در گیر و محکم گیر"، اور اس مقولہ کو پیش نظر رکھکر شعراء اردو اپنا کلام اصلاح کے لئے ایک ہی اُستاد کے حضور میں پیش کیا کرتے تھے۔ اور جب تک کوئی آفت ارضی و سماوی نازل نہو دوسرے کامل کے سامنے زانوے ادب تہ کرنا سعادتمندی کے خلاف سمجھتے تھے لیکن بیسویں صدی عیسوی آزادخیالی کا عہد ہے۔ بزرگوں کے اقوال ناقابل عمل قرار دیے جاتے اور ہر شے میں ایک جدت تلاش کی جاتی ہے۔ لہذا اس عہد کے شاعر کو بھی "زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز"، بجائے کسی ایک شخص کے شاگرد ہونے کے مختلف اساتذہ سے اصلاح لینا اور متعدد حضرات کو اپنا والد ماجد معنوی قرار دینا موجب صد برکات تصور فرمانا واجب ہے۔ فی الحقیقت ایک اُستاد کے خود ساختہ اور جبریہ اصول وضوابط کی پابندی قوت فکر کی بلندی پروازی کے لئے جانگسل زنجیر ہے اور جب تک موقع موقع سے اساتذہ کے درمیان جنگ زرگری نہوتی رہے نہ تو اُستادوں کے جوہر کمال پرصیقل ہوسکتی ہے اور نہ شاگرد کو اس امتیاز کا موقع ملسکتا ہے کہ زمانہ حال کے لاتعداد برعم خود اُستاد شعراء میں سے کس کی نظر وسیع تر ہے؟ کون زبان پر جان دیتا ہے؟ کون طرز بیان کا شیفتہ ہے؟ کس کو تازگی مضامین پسند ہے؟ اور کس کو صفائی بندش پر اصرار ہے؟ کون اُستاد صرف الفاظ خوبصورت چاہتا ہے آن میں معنی ہوں یا نہوں؟ اور کون جذبات نادر کا متلاشی ہے، عبارت صرف و نحو کے قواعد کے مطابق درست ہو یا نہو؟ میں بھول گیا! یہ تحقیق بھی بغیر "ہر با بداش بود بلبلے" کے نہیں ہوسکتی کہ زمانہ حال کے اساتذہ کا اخلاقی معیار کیا ہے؟ کن کن شعرا کو "شیرینی" سے ذوق ہے؟ شاگردوں کے کلام پر اصلاح کی طرف کون حضرات متوجہ ہوتے اور کون کون بزرگ ہر غزل کے ایک دو شعروں پر صاد بنا دینا اُستادی کا خطاب پانے کے لئے کافی سبب خیال فرماتے ہیں؟ بہ الفاظ دیگر مختلف اساتذہ کا امتحان لئے بغیر یہ مسئلہ حل نہیں ہوسکتا

کہ بعض غلط العوام ترکیبوں مثلاً "میدان محشر" وغیرہ کو کون کون ذی علم بزرگ ناجائز قرار دیتے ہیں اور کون کون زبان پرست حضرات ان کے استعمال پر اصرار کرتے ہیں؟ غرض متعدد اُستادوں کو اپنا کلام دکھانے میں صدگونہ فوائد ہیں اور انہیں اغراض نیک کو مدنظر رکھکر قدامت پرست صوبہ اودھ کے ایک جدّت پسند شاعر سید عبدالعلی صاحب شوق سندیلوی نے ایک کم تین درجن "نامور و مستند شعرا کے چمنستان سخن کی گلچینی کی"، اور انکے مجموعہ اصلاحات کا ایک خوبصورت گلدستہ بناکر مطبع مطلع النور علیگڑھ سے شایع کیا۔ گویا کہ پرستاران ادب کو دعوت عام دی کہ "خوان کرم" کشادہ ہے۔ آؤ اور "نصیبے برم" سے بہرہ اندوز ہو۔

اس گلدستہ میں دس غزلیں ہیں۔ پہلے مؤلف کا شعر جلی قلم سے لکھا ہے بعدکو اساتذہ کی اصلاحیں اور انکے ارشادات درج ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ زمانہ حال کے شعرا کس قدر متغائر مذاق رکھتے ہیں۔ جس شعر پر ایک اُستاد صاد بناتا ہے دوسرا اُسکو قلمزد کرتا ہے۔ مثلاً

(۱) شوق صاحب کا شعر ہے:۔ ص ۹۹

مقام افسوس کا ہے تجھپہ دیدی جس نے جان آخر — نہ اُس کے واسطے دل سے ترے دو گز زمین نکلی

اس کو ایک بزرگ بے معنی بتاتے اور قلمزد کرتے ہیں۔ دوسرے سخن فہم اس شعر پر صاد کرتے ہیں۔ چار نازک خیال اصلاح کی ضرورت نہیں سمجھتے اور ایک کہنہ مشق یوں ترقی دیتے ہیں۔

نہ دی اُس کو جگہہ کوچہ میں جس نے جان دی اپنی — نہ تیرے دل سے اُسکے واسطے دو گز زمیں نکلی

(۲) شعر ہے:۔ ص ۳۲

آہ ظالم ہو چکی اک منتظر کی آنکھہ بند — اب ترا آنا نہ آنا سب برابر ہو گیا

ایک زباں داں معترض ہیں کہ "ایک ہی آنکھہ بند ہو گئی دوسری کیوں نہ ہوئی"، دوسرے نکتہ شناس ارشاد فرماتے ہیں کہ "یہ شعر روح غزل ہے" اور اس پر چار صاد بناتے ہیں۔ سولہ اساتذہ اس شعر میں اصلاح کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

(۳) شعر ہے:۔ ص ۱۲۷

دوزخ ہے بہار ہشت جنت — ہم سے وہ کہیں جدا نہیں ہے

دو اُستاد اس شعر پر صاد بناتے ہیں، ۱۴ شعرا اصلاح کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ ایک صاحب مبتدا و خبر پر معترض ہیں دوسرے خوش فہم فرماتے ہیں کہ "دعوے کا ثبوت پاکیزہ نہیں" اور تین نازک دماغ اس شعر کو بغیر کسی دلیل کے قلمزد کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ ایک صاحب کی اصلاح ہے۔

دوزخ بھی بہشت ہے ہماری ہم سے وہ کہیں جدا نہیں ہے (سبحان اللہ)

(۴) شعر ہی: - ص ۱۱

آخری وقت بھی کیا ساتھ نباہا دل نے روٹھنا اُن کا ادھر دم کا خفا ہو جانا

ایک اُستاد کا اعتراض ہی کہ "دل نے کیا ساتھ نباہا؟ دم کا خفا ہو جانا کیا معنی؟" دوسرے بزرگ کا ارشاد ہی "آخری وقت کون کس سے روٹھتا ہی؟ اُس وقت تو ضرور رحم آجاتا ہی" ایک ادا شناس فرماتے ہیں، "باز ہم روٹھنا اور خفا ہونا لطف دے رہا ہے"، مگر تین اُستاد شعر پر صاد بناتے ہیں اور چھ بزرگ اصلاح کی ضرورت نہیں سمجھتے ۔

(۵) شعر ہی: - ص ۴۴

مآل کار اپنی ہستی موہوم کا یہ ہے حیات چند روزہ وہ بھی غفلت میں گزر جانا

ایک صاحب فرماتے ہیں، حیات چند روزہ ہستی موہوم کا مآل نہیں بلکہ اس کی حقیقت ہی، اس کا مآل تو صرف فنا ہی - دوسرے صاحب کا قول ہی، یہ شعر نظری ہی نحوی غلطی ہی، تیسرے زبان پرست فرماتے ہیں، وہ بھی غفلت میں گزر جانا خلاف محاورہ ہی - لیکن چھ اُستاد صاد بناتے ہیں اور چھ اُستاد اصلاح کی ضرورت نہیں سمجھتے وغیرہ، وغیرہ، وغیرہ -

اس طلسمی گلدستہ میں یہ تماشا بھی نظر آتا ہی کہ ہمارے زمانہ کے بعض مستند اساتذہ بجاے اسکے کہ شاگرد کے مضمون کو ترقی دینے اور اسقام کو دُور کرنے کی کوشش کریں نیا شعر تصنیف کر دیتے ہیں جسکو شاگرد کے خیال سے کچھ بھی واسطہ نہیں ہوتا مثلاً

(۱) مقطع ہے : - ص ۴۹

تری بیداریاں اے شوقؔ تھیں تمہید غفلت کی وہ پردہ رات کا تھا جسکو آغاز سحر جانا

اِس پر اصلاح ہوتی ہے -

نظر میں کیوں نہ پھرتی شوقؔ پھر تصویر محشر کی کسی کا سر جھکا کر تھا غضب وقت سحر جانا

سمجھ میں نہ آیا کہ شاگرد کے خیال سے اصلاح شدہ شعر کو کیا تعلق ہے ! - البتہ یہ اصلاح قابل تعریف ہی -

رہی اے شوقؔ اک تمہید غفلت میری بیداری وہ تھا پچھلا پہر شب کا جسے میں نے سحر جانا

(۲) مقطع ہے : - ص ۱۲

خوبرویوں سے کہیں کرکے محبت اے شوقؔ نہ خدا کے لئے محصور بلا ہو جانا

ایک مسلم الثبوت اُستاد کی اصلاح ہے -

مرگ عشاق کی حالت وہی سمجھے سائل　　　جس نے دیکھا ہے حبابوں کا فنا ہو جانا

دوسرے مستند بزرگ کا فرمان ہے -

شوق نے عشق مجازی کا یہ دیکھا انجام　　　پائے بندِ رہِ تسلیم و رضا ہو جانا

افسوس ہے کہ شاگرد کے مضمون سے ان ترقی یافتہ اشعار کو جو نازک تعلق ہے وہ ہم ایسے ظاہر بینوں کو نظر نہیں آسکتا !! البتہ یہ اصلاح غنیمت ہے -

خوبرویوں کی محبت ہی مصیبت اے شوق　　　تم خدارا نہ گرفتار بلا ہو جانا

(۳) شعر ہے :- صفحہ ۱۴۰

ہو چکی جامہ دری بخیہ گری ہوتی ہے　　　اے جنوں بس یہی دو شغل ہیں دیوانوں کے

اصلاح دینے والے فرماتے ہیں -

وجد کرتے ہیں بیاباں میں بگولے لاکھوں　　　عرس ہوتے ہیں بڑی دھوم سے دیوانوں کے

شاگرد کے مضمون سے سوائے قافیہ کے کیا واسطہ ہے ؟

بیشک یہ اصلاح قدر کے قابل ہے :-

ہے کبھی جامہ دری اور کبھی بخیہ گری　　　جوش وحشت میں یہ دو شغل ہیں دیوانوں کے

ان "تنوعات" اور اختلافات مذاق سے لطف اندوز ہونے کے علاوہ گلدستہ کے تماشائی کے لئے عبرت حاصل کرنے اور صحت الفاظ کا معیار دریافت کرنے کے واسطے ایک حصہ اس دلچسپ خط و کتابت کا بھی بطور ضمیمہ کے شامل کر دیا گیا ہے جو جناب شوق اور اُن کے بعض اساتذہ کے درمیان ہوئی ہے - سچ تو یہ ہے کہ مجھکو نظم سے زیادہ نہیں تو اُس کے برابر اس نثر میں لطف آیا اور علم الابدان کا یہ اصول دریافت ہو گیا کہ شعرا کی زبان میں شیرینی اسوجہ سے ہوتی ہے کہ وہ بالطبع مٹھائی کے شوقین ہوا کرتے ہیں !!

اب بادشاہ اور وزیر تو رہے نہیں جن کی "حمد و نعت" میں قصیدے لکھکر ایوان نعمت کے خوان حاصل کئے جائیں - مٹھائی کھانے کا اکلوتا وسیلہ شاگردوں کی جیب ہی !!

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اُستاد ذوق کے وقت سے یہ معمول ہے کہ "جو صاحب اصلاح لیتے ہیں اُن سے بغرض فاتحہ بزرگان و اساتذہ سلف اُن کی توفیق و ہمت کے مطابق کچھ زر نقد منگا کر مٹھائی تقسیم کر دی جاتی ہی لہذا حسب توفیق بھیجیے - باقی رہی اُستاد کی خدمت - یہ آپ جانیں اور آپ کی ہمت "

دوسرے اُستاد فرماتے ہیں کہ "آپ کے پیر بھائی شاگردی کی مٹھائی مانگتے ہیں"، تیسرے صاحب لکھتے ہیں "آپ نے جوابی لفافہ کیوں لکھا؟ کیا سندیلہ میں اب لڈو نہیں بنتے جو۔ ؍ کا ٹکٹ لگایا ہے"

ایک اُستاد جو زرا غیور ہیں تحریر فرماتے ہیں "کیا آپ بخوشی خاطر کچھ نذرانہ شاگردی بھیج سکتے ہیں کہ مفید و کارآمد کتابیں شعر و سخن کی میں چھپوا سکوں"، دوسرے بزرگ فرمان صادر کرتے ہیں "میرے دیوان کو میرے شاگرد اپنے مصارف سے چھپوانا چاہتے ہیں تم بھی حسب توفیق چندہ میں شامل ہو۔ یہ پہلا بار ہے جو ڈالا جاتا ہے" (ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا؟)

غرض زمانہ حال کے شعرا کی قابلیت اور اخلاقی حالت دونوں اس گلدستہ سے نمایاں ہیں۔ حضرت شوق کی جدت پسندی قابل صد صاد ہے۔ خدا کرے کہ وہ اپنا سارا دیوان اسی التزام سے شائع کریں اور ادب اُردو کو منت گزاری کا موقع دیں۔

ابنائے زمانہ کی وضع ہے کہ کتاب کے ساتھ ایک "مقدمہ" یا "دیباچہ" کی پچر بھی لگاتے ہیں لیکن حضرت شوق ہمیشہ وحدت کی جگہہ کثرت پسند کرتے ہیں اسلئے "اصلاح سخن" کے آغاز میں پہلے ایک "تقریب" حضرت نیاز فتحپوری کی لکھی ہوئی ہے جو فلسفہ دشوار نویسی (اگر گویم مشکل و گر نہ گویم مشکل) کے معلم ثانی ہیں اُسکے بعد "دیباچہ" مولانا عبدالحلیم شرر کا طبع زاد ہے جو لکھنؤ و اکبرآباد کے موجودہ طرز نثر نگاری کے معلم اول ہیں۔ تیسرے نمبر پر ایک "مقدمہ" سلطان حیدر صاحب جوش بدایونی کے زور قلم کا نتیجہ ہے جو شوخی اور سحر طرازی میں جدید تعلیم یافتہ جماعت کے معلم العصر ہیں۔ چوتھے نمبر پر "التماس" ہے جو خود حضرت "معلم الشعرا" عبدالعلی صاحب شوق کے پاکیزہ خیالات کا اظہار ہے سر نامہ ہنوز شائع نہیں ہوا۔ اُسکے لئے غالباً عالم ملکوت کا کوئی معلم تلاش ہو رہا ہے۔ جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی۔

بحیثیت مجموعی یہ بیش قیمت کتاب اپنے طرز کی پہلی تصنیف ہے اور ملک کے لئے ایسی تالیفات کی سخت ضرورت ہے۔ خدا قبولیت عام نصیب کرے۔ این دعا از من و از جملہ جہاں آمیں باد۔

امیر احمد علوی

۲۲ ؍ مئی سنہ ۱۹۲۶ عیسوی

رمنا، ڈھاکہ

۲۸ مئی سنہ ۱۹۲۶ء

بندہ پرور،

آپ کی کتاب کے اصل مواد پر جس کا بڑا حصہ آپ نے میرے پاس بھیجدیا تھا میں تبصرہ کرچکا اور آپ نے اُسے خود ہی چھاپے خانے بھیجدیا تھا۔ وہاں سے کاپی میرے پاس آئی اور میں نے اُسے دیکھ بھال کے دوسرے ہی دن واپس بھیجدیا اُس کی چھپائی غالباً ختم بھی ہوگئی ہوگی۔ اب آپ نے کتاب کے اِضافی اجزا دیباچہ وغیرہ بھیج کر یہ خواہش ظاہر فرمائی ہی کہ ان اجزا پر بھی ایک تبصرہ لکھا جائے۔ اس کے بعد میں سمجھتا ہوں آپ لکھیں گے کہ: لو اب کتاب کی لوح اور فہرست مضامین بھی چھپ کر آگئی ہی، ان چیزوں پر بھی ایک ایک تبصرہ ہو جائے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تقریب یا دیباچے پر کیا تبصرہ کروں اور حضرات اساتذہ کے خطوط پر کیا لکھوں۔ تبصرے کا نہ تو کوئی محل ہے نہ ضرورت۔

"میدان محشر" میں تو جانتا ہوں بالکل صحیح ہی۔

(۱) بات یہ ہی کہ کسی زبان میں جو لفظ دوسری زبانوں سے آتے ہیں وہ اکثر و بیشتر نیا تلفظ اور کبھی کبھی نئے معنی بھی اختیار کر لیتے ہیں اور رفتہ رفتہ نئی زبان کے اجزا میں گھل مل کر اُسی کے قاعدوں کے تابع ہو جاتے ہیں۔ مانا کہ اُردو پر عربی کا اثر بہت گہرا ہی لیکن وہ اِسی حد تک کہ عربی لفظوں کی ایک بہت بڑی تعداد اُس میں آداخل ہوئی ہی۔ پھر اس بات کو بھی نہ بھولنا چاہیے کہ عربی سے براہ راست شاید ہی کوئی لفظ آیا ہو۔ عموماً یہ لفظ پہلے فارسی میں داخل ہوئے اور فارسی میں جو کچھ تغیر اُن میں ہو گیا تھا اُسے ساتھ لیکر اُردو میں آئے۔ ایسی صورت میں یہ کوشش بالکل عبث ہی کہ یہ لفظ اُردو میں بھی عربی ہی صرف نحو کے تابع رہیں۔ فارسی یا اُردو میں عربی کے قاعدوں اور وزنوں کا لحاظ اُسی حال میں ہو سکتا ہی جب ان زبانوں کے بولنے والے سب کے سب عربی زبان کے ماہر ہو جائیں اور یہ نہ ہوا ہے نہ ہو سکتا ہی۔ مانیے یا مانیے، اُردو میں جو لفظ کسی اور زبان سے آئے ہیں اُن کی صحت اور مفہوم کا معیار یہی رکھنا ہوگا کہ اُردو بولنے والے اُس کی کس شکل کو صحیح جانتے ہیں اور اُس کے کیا معنے سمجھتے ہیں۔

(۲) اِس سے بھلا کون انکار کر سکتا ہی کہ اِنے گنے آدمیونکے سوا ہر اُردو بولنے والا "محشر" اور "حشر" کو ایک ہی جانتا ہی۔ فارسی کے مستند شاعروں نے دل کھول کے "عرصہ محشر"، "محشر کدہ"، "محشرستان"، "روز محشر"،

باندھا ہے۔ اُردو والوں کے لئے تو یہی کافی ہے۔ چنانچہ اُردو کے اساتذہ کا کلام بھی ان لفظوں سے خالی نہیں۔ اب یہ کہنا سراسر بیجا ہے کہ چاہے جتنے بڑے آدمی نے یہ لفظ استعمال کئے ہوں ہم تو ان کو غلط ہی کہیں گے۔

(۳) ذرا اس بات پر بھی تو نظر کرنا چاہیے کہ عربی اسم ظرف دو چیزوں کو شامل ہے: جگہ کو بھی اور وقت کو بھی۔ اب بیچارہ فارسی یا اُردو بولنے والا اگر ان میں سے ایک ہی چیز کو ظاہر کرنا چاہے تو کیا کرے۔ لامحالہ یہی کرے گا کہ اگر وقت کا ظاہر کرنا مقصود ہوگا تو "روز"، "صبح"، "شام" یا ایسا ہی کوئی لفظ ملا کے بولے گا اگر جگہ کا اظہار منظور ہوگا تو "گاہ"، "ستان"، "عرصہ"، "میدان" کوئی نہ کوئی لفظ بڑھائیگا۔ اور پھر ایک تیسری چیز بھی ہے یعنی مصدر میمی کہ اُس کا وزن بھی وہی ہے جو اسم مکان اور اسم زماں کا ہے۔

(۴) "محشر" کی کیفیت تو اُردو میں ایک عَلَم کی ہوگئی ہے اور علم کے لئے یہ ساری قیدیں (اگر ہوں بھی تو) اُٹھ جاتی ہیں۔ قدر بلگرامی کے متعلق منشی الٰہی بخش صاحب اعجاز لکھنوی لکھتے ہیں: "کہ کالکا پرشاد موحد لکھنوی نے ...... قدر کے اس مصرعے پر اعتراض کیا:

ایک سے ایک ہیں کلجگ کے زمانے والے

اعتراض یہ تھا کہ کلجگ کے بعد زمانہ کیوں کہا۔ قدر کا جواب کیسا صاف اور باقاعدہ ہے کہ کال اور جگ اسم ترکیبی ہو کر عَلَم ہو گیا۔ اس لئے زمانہ کا اِدخال جائز ہے۔ جس طرح حضرت ناسخ فرماتے ہیں:

تین تربینی ہیں، دو آنکھیں مری

تربینی ...... میں بھی عَلَمیّت ہے، اِس لیے تین کا لفظ لانا بدنما نہیں ہے۔ یہ نہیں کہا جاتا کہ موحد ایسی باتوں سے آگاہ نہ ہوں گے لیکن یادداشت کے نقص سے یہ باتیں نظر انداز ہو جایا کرتی ہیں[۵۱]"

یاد رہے اس امر میں کسی زبان کی تخصیص نہیں۔ خود عربی میں "باب المندب" استعمال ہوتا ہے پھر اگر فارسی یا اُردو والے "آبنائے باب المندب" کہتے ہیں تو کیا گناہ ہے؟ یہی حال "میلاد" کا ہے کہ اُردو میں کہیں گے: "میلاد کا وقت کیا مقرر ہے؟" عربی میں ولادت کے وقت ہی کو "میلاد" کہتے ہیں، مگر ہم اُسے کیا جانیں؟

(۵) آئیے اب ذرا دیکھیں کہ خود عربی میں "محشر" کا کیا حال ہے۔

عربی کے مستند لغتوں میں "لِسانُ العَرَب[۵۲]" اور "تاجُ العروس[۵۳]" سب سے زیادہ مفصل ہیں۔ پہلا بیس (۲۰)

---

۵۱ رسالہ "ذخیرہ"، حیدرآباد (دکن)، جلد ۱، پرچہ ۲ (نومبر ۱۹۵۱ء)، صفحہ ۵۷۔
۵۲ مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ، بولاق، مصر سنہ ۱۳۰۰ھ (پہلی اشاعت)
۵۳ مطبوعہ المطبعۃ المیریہ، مصر سنہ ۱۳۰۶ھ (پہلی اشاعت)

دوسرا دس جلدوں میں شائع ہوا ہے "لسان" کی پانچویں جلد (صفحہ ۲۶۴) میں "حَشْر" کے معنی بتا کر لکھا ہے کہ "اسی (لفظ) سے "یوم المحشر" (یعنی محشر کا دن)" آگے چل کر سورۃ الحشر کی دوسری آیت کا حوالہ دے کے اس کی شانِ نزول بتائی ہے اور آیت کی تفسیر میں ازہری (یعنی ابو منصور محمد ابن احمد الازہری، صاحب "تہذیب اللغت") کا قول نقل کیا ہے کہ "پہلا حشر وہ تھا جو "ارضِ المحشر" میں برپا ہوا اس کے بعد قیامت کے دن پھر وہیں ساری مخلوق جمع ہوگی"

• صاحبِ "تاجُ العرُوس" نے اپنی کتاب کی تیسری جلد (صفحہ ۱۴۱-۱۴۲) میں "لسان" کی عبارت کو نقل کیا ہے۔ اس سے ایک بڑا اطمینان یہ ہو گیا کہ اس عبارت میں کتابت یا چھاپے کی کوئی غلطی نہیں ہے۔ علاوہ اس کے صاحب "تاج العروس" نے بعض باتوں کا اضافہ بھی کیا ہے۔ چنانچہ "ومنہ یوم المحشَر" کے بعد ہی یہ لفظ بڑھائے ہیں: بِکَسْرِ الشّین (وَیُفْتَحُ) وھٰذِہٖ عَنِ الصَّغانی" اس ایک اضافے سے دو فائدے ہوئے: ایک یہ کہ شین کی تشکیل ہو جانے سے اس شبہے کی گنجائش مطلق نہ رہی کہ "شائد دونوں کتابوں میں یوم الحشر کی جگہ یوم المحشر چھپ گیا ہو"۔ دوسرے ایسے بڑے شخص کا حوالہ مل گیا (یعنی ابو بکر محمد ابن اسحٰق ابن جعفر الصّغانی جن کو سب ثقہ مانتے ہیں اور جن سے امام مُسلم اور امام ترمذی نے بھی روایت کی ہے) ازہری کا قول "تاج العروس" میں بغیر کسی اضافے کے نقل کیا گیا ہے۔

اِن سب حوالوں کو جمع کر کے دیکھیے تو معلوم ہوتا ہے کہ جیّد عربی مصنّفوں کے قلم سے "یوم المحشر" اور "ارضِ المحشر" کے لفظ نکلتے رہے اور محقق لغت نویس ان کو نقل کرتے رہے۔ ذرا ان بزرگوں کے زمانہ کو بھی دیکھ لیجیے:-

نام	پیدائش	وفات
صَغانی (محمد ابن اسحٰق ابن جعفر)	×	سنہ ۲۷۰ھ یا سنہ ۲۸۰ھ
[مُسلم (ابن الحجاج قُشیری)	سنہ ۲۰۲ھ	سنہ ۲۶۹ھ]
[ترمذی (ابو عیسیٰ)	×	سنہ ۲۷۹ھ]
ازہری (ابو منصور، صاحب "تہذیب"	سنہ ۲۸۲ھ	سنہ ۳۷۰ھ
ابو الفضل جمال الدین محمد ابن مکرم (ابن منظور) افریقی مصری انصاری، صاحب "لسان العرب"	سنہ ۶۳۰ھ	سنہ ۷۱۱ھ
سیّد مرتضیٰ زبیدی، صاحب "تاج العروس"	سنہ ۱۱۴۵ھ	سنہ ۱۲۰۵ھ

یہ جو کچھ بحث عربی کی میں نے کی ہے محض اتمام حجت کی غرض سے ہے حقیقت میں یہ بے ضرورت ہے اور اُردو کا معیار اُردو ہی ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے کہ جب عربی، فارسی، ہندی، پراکرت، سنسکرت، انگریزی، غرض کہ دنیا بھر کی زبانوں پر عبور ہو تب کہیں اُردو بولنا آئے۔ ایسی اُردو سے ہم باز آئے۔ یہ جو عربیت کے مدعی ہیں ان سے ذرا پوچھئے کہ بھلا آپ حاملہ عورت کو "حامل" کیوں نہیں کہتے؟ عربی میں فصیح ہے "حامل" اُس عورت کے لئے جو اُمید سے ہو اور "حاملہ" اُس عورت کے لئے جو کسی خارجی چیز کو اُٹھائے ہوئے ہو۔ اسی طرح کے اور بھی کئی لفظ ہیں۔ اور لیجئے: آپ "عالم" مرد کو تو "علامہ" کہتے ہیں۔ پھر آخر انساب کے جاننے والے کے لئے "نسّابہ" کیوں نہیں لاتے درحالیکہ عربی میں یہ صحیح بھی ہے اور فصیح بھی۔

میر صاحب سچ فرما گئے ہیں کہ فصاحت کا معیار "فقط محاورۂ اہلِ اُردو ہے، یا جامع مسجد کی سیڑھیاں"۔

یہ خط بہت طول طویل ہو گیا۔ اس کی معافی چاہتا ہوں۔ والسّلام

نیازمند

ع۔ صدیقی